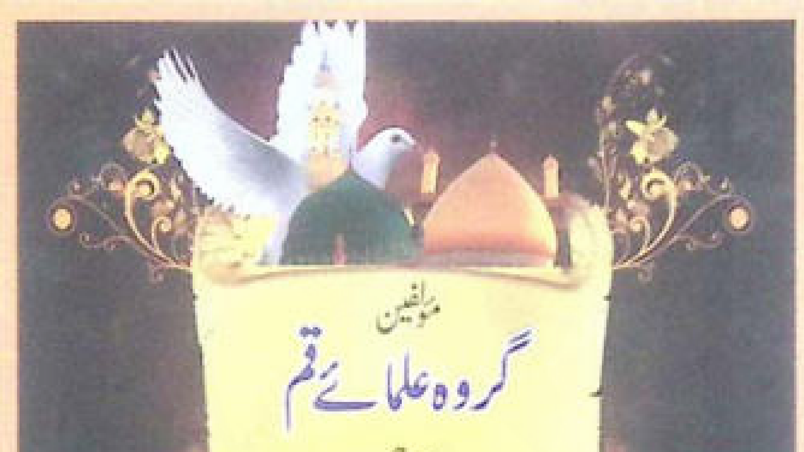
اخلاق رسول اکرمؐ



ناشر
معراج کمپنی

اخلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلفین

گروہ علمائے قم

مترجم

مولانا سید ظفر حسین نقوی

ناشر

معراج کمپنی لاہور

نام کتاب .... اخلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلفین .... علمائے قم کا ایک گروہ

مترجم .... سید ظفر حسین نقوی

اردو تصحیح .... مجاہد حسین حر

پروف ریڈنگ .... خانم آر چوہدری

کمپوزنگ .... قائم گرافکس۔ جامعہ علمیہ ڈیفنس کراچی۔ 03452401125

ناشر .... معراج کمپنی لاہور

ہدیہ ....

ملنے کا پتہ

معرّاج کمپنی

بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور

03214971214، 04237361214

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد۔ 03335234311

انتساب

اس عظیم ہستی کے نام
جس کا دعویٰ تھا کہ
اسے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

إن اللہ قد أبدله بيديه جناحين يطير بهما فی الجنّة حيث يشاء.[1]

خداوند عالم نے جعفر کو ان کے دونوں بازوؤں کے بدلے دو پر عنایت کئے ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں ان کے سہارے پرواز کرتے چلے جاتے ہیں۔

[1] السیرۃ الحلبیۃ ج2 ص68

عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود و سلام ہو اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام و رحمت ہو ان کی آل پاک علیہم السلام پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

ارشاد رب العزت ہے سیرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی جہان کے لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک پہلو ان کا حسن اخلاق ہے ارشاد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ مجھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

موجودہ کتاب "اخلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" نام ہی سے ظاہر ہے کہ کتاب اخلاقیات کے ایک ذخیرہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب مومنین و مومنات کے اخلاق میں بہتری کا باعث اور ہم سب کی آخرت کے لئے ذخیرۂ خیر بنے گی۔

ادارہ

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

صَاحِبُ الْعُزْلَةِ مُتَحَصِّنٌ بِحِصْنِ اللهِ وَمُحْتَرِسٌ بِحِرَاسَتِهِ فَيَاطُوبٰى لِمَنْ تَفَرَّدَ بِهِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً.[1]

دنیا سے کنارہ کشی کرنے والا اللہ کے قلعہ کا پناہ گزین ہے اور اللہ کے زیر حفاظت ہے ان کے لئے خوشخبری ہے جو ظاہر و باطن میں خدا کے ساتھ ہوں۔

[1] مصباح الشریعہ/99 / الباب الخامس والاربعون فی العزلۃ

فہرست

پہلا سبق: ادب وسنت

دوسرا سبق: لوگوں کیساتھ آنحضرت ﷺ کا برتاؤ

تیسرا سبق: پیغمبر اکرم ﷺ کا طرز معاشرت

چوتھا سبق: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانیاں

پانچواں سبق: عہد کا پورا کرنا

چھٹا سبق: یہودیوں کیساتھ آنحضرتؐ کے معاہدے

ساتواں سبق: صبر و استقامت

آٹھواں سبق: جسمانی اذیت

نواں سبق: پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دسواں سبق: بدزبانی کرنے والوں سے درگزر

گیارہواں سبق: شرح صدر

بارہواں سبق: مدد اور تعاون

تیرہواں سبق: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش وعطا

چودھواں سبق: سخاوت، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خداداد صفت

پندرہواں سبق: دعا

سولہواں سبق: خاص جگہوں پر پڑھی جانے والی دعا

سترہواں سبق: حسن کلام

اٹھارہواں سبق: تواضع

انیسواں سبق: پاکیزگی اور آرائش

بیسواں سبق: کنگھی کرنا اور دیگر امور

پہلا سبق

ادب وسنت

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب وسنن کو پیش کرنے سے قبل مناسب ہے کہ ادب اور سنت کی حقیقت کے بارے میں گفتگو ہو جائے۔

ادب: علمائے علم لغت نے لفظ ادب کے چند معانی بیان کئے ہیں، اٹھنے بیٹھنے میں تہذیب اور حسن اخلاق کی رعایت اور پسندیدہ خصال کا اجتماع ادب ہے۔[1]

مندرجہ بالا معنی کے پیش نظر درحقیقت ادب ایسا بہترین طریقہ ہے جسے کوئی شخص اپنے معمول کے مطابق اعمال کی انجام دہی میں اس طرح اختیار کرے کہ عقل مندوں کی نظر میں داد و تحسین کا مستحق قرار پائے، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ادب وہ ظرافت عمل اور خوبصورت چال چلن ہے جس کا سرچشمہ لطافت روح اور پاکیزگی طینت ہے۔ مندرجہ ذیل دو نکتوں پر غور کرنے سے اسلامی ثقافت میں ادب کا مفہوم بہت واضح ہو جاتا ہے۔

پہلا نکتہ:

عمل اس وقت ظریف اور بہترین قرار پاتا ہے جب شریعت سے اس کی اجازت ہو اور حرمت کے عنوان سے اس سے منع نہ کیا گیا ہو۔

لہٰذا ظلم، جھوٹ، خیانت، برے اور ناپسندیدہ کام کیلئے لفظ ادب کا استعمال نہیں ہو سکتا دوسری بات یہ ہے کہ عمل اختیاری ہو یعنی اس کو کئی صورتوں میں اپنے اختیار سے انجام دینا

ممکن ہو پھر انسان اسے اسی طرح انجام دے کہ مصداق ادب بن جائے۔ [1]

دوسرا نکتہ:

حسن کے اس معنی میں کہ عمل زندگی کی آبرو کے مطابق ہو، کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اس معنی کے اپنے حقائق سے مطابقت میں بڑے معاشروں مثلاً مختلف اقوام، ملل، ادیان اور مذاہب کی نظر میں اسی طرح چھوٹے معاشروں جیسے خاندانوں کی نظر میں بہت ہی مختلف ہے۔ چونکہ نیک کام کو اچھے کام سے جدا کرنے کے سلسلہ میں لوگوں میں مختلف نظریات ہیں مثلاً بہت سی چیزیں جو ایک قوم کے درمیان آداب میں سے شمار کی جاتی ہیں، جبکہ دوسری اقوام کے نزدیک ان کو ادب نہیں کہا جاتا اور بہت سے کام ایسے ہیں جو ایک قوم کی نظر میں پسندیدہ ہیں لیکن دوسری قوموں کی نظر میں برے ہیں [2]

اس دوسرے نکتہ کو نگاہ میں رکھنے کی بعد آداب رسول اکرم ﷺ کی قدر و قیمت اس وجہ سے ہے کہ آپ کی تربیت خدا نے کی ہے اور خدا ہی نے آپ کو ادب کی دولت سے نوازا ہے نیز آپ کے آداب، زندگی کے حقیقی مقاصد سے ہم آہنگ ہیں اور حسن کے واقعی اور حقیقی مصداق ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَدَّبَ نَبِيَّهُ عَلَى مَحَبَّتِهِ فَقَالَ وَ إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ.

خدا نے اپنی محبت و عنایت سے اپنے پیغمبر ﷺ کی تربیت کی ہے اس کے بعد

---

[1] المیزان جلد 2 ص 105

[2] المیزان جلد 2 ص 105

فرمایا ہے کہ آپ خلق عظیم پر فائز ہیں [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو آداب بطور یادگار موجود ہیں ان کی رعایت کرنا در حقیقت خدا کے بتائے ہوئے راستے صراط مستقیم کو طے کرنا اور کائنات کی سنت جاریہ اور قوانین سے ہم آہنگی ہے۔

ادب اور اخلاق میں فرق

باوجودی کہ بادی النظر میں دونوں لفظوں کے معنی میں فرق نظر نہیں آتا ہے لیکن تحقیق کے اعتبار سے ادب اور اخلاق کے معنی میں فرق ہے۔

علامہ طباطبائی ان دونوں لفظوں کے فرق کو اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہر معاشرہ کے آداب و رسوم اس معاشرہ کے افکار اور اخلاقی خصوصیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں اس لئے کہ معاشرتی آداب کا سرچشمہ مقاصد ہیں اور مقاصد اجتماعی، فطری اور تاریخی عوامل سے وجود میں آتے ہیں ممکن ہے بعض لوگ یہ خیال کریں کہ آداب و اخلاق ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن ایسا نہیں ہے اس لئے کہ روح کے راسخ ملکہ کا نام اخلاق ہے در حقیقت روح کے اوصاف کا نام اخلاق ہے لیکن ادب وہ بہترین اور حسین صورتیں ہیں کہ جس سے انسان کے انجام پانے والے اعمال متصف ہوتے ہیں۔ [2]

ادب اور اخلاق کے درمیان اس فرق پر غور کرنے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ خلق میں اچھی اور بری صفت ہوتی ہے لیکن ادب میں فعل و عمل کی خوبی کی علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اخلاق اچھا یا برا ہو سکتا ہے لیکن ادب اچھا یا برا نہیں

---

[1] اصول کافی جلد 2 ص 2 ترجمہ سید جواد مصطفوی

[2] المیزان جلد 12 ص 106۔

ہوسکتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کی خصوصیت

روزمرہ کی زندگی کے اعمال میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن آداب سے کام لیا ہے ان سے آپ نے اعمال کو خوبصورت ولطیف اور خوشنما بنادیا اور ان کو اخلاقی قدر و قیمت بخش دی۔

آپ کی سیرت کا یہ حسن وزیبائی آپ کی روح لطیف، قلب نازک اور طبع ظریف کی دین تھی جن کو بیان کرنے سے ذوق سلیم اور حسن پرست روح کو نشاط حاصل ہوتی ہے اور اس بیان کو سن کر طبع عالی کو مزید بلندی ملتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مجموعہ میں مندرجہ ذیل اوصاف نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

الف: حسن وزیبائی

ب: نرمی ولطافت

ج: وقار ومتانت

ان آداب اور پسندیدہ اوصاف کے سبب آپؐ نے جاہل عرب کی بدخوئی، سخت کلامی وبدزبانی اور سنگدلی کو نرمی، حسن اور عطوفت ومہربانی میں بدل دیا، آپؐ نے ان کے دل میں برادری کا بیج بویا اور امت مسلمہ کے درمیان آپؐ نے اتحاد کی داغ بیل ڈالی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب

اپنے مدمقابل کے ساتھ آپ کا جو سلوک تھا اس کے اعتبار سے آپؐ کے آداب تین حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

1۔ خداوند عالم کے روبرو آپؐ کے آداب

2۔لوگوں کے ساتھ معاشرت کے آداب

3۔انفرادی اور ذاتی آداب

انہیں سے ہر ایک کی مختلف قسمیں ہیں جن کو آئندہ بیان کیا جائے گا۔

خدا کے حضور میں

بارگاہ خداوندی میں رسول خدا ﷺ کی دعائیں بڑے ہی مخصوص آداب کے ساتھ ہوتی تھیں یہ دُعائیں خدا سے آپؐ کے عمیق ربط کا پتہ دیتی ہیں۔

وقت نماز

نماز آپؐ کی آنکھوں کا نور تھی، آپ نماز کو بہت عزیز رکھتے تھے چنانچہ آپؐ ہر نماز کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرتے تھے، بہت زیادہ نمازیں پڑھتے اور نماز کے وقت اپنے آپؐ کو مکمل طور پر خدا کے سامنے محسوس کرتے تھے۔

نماز کے وقت آنحضرت ﷺ کے اہتمام کے متعلق آپؐ کی ایک زوجہ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ ہم سے باتیں کرتے اور ہم ان سے محو گفتگو ہوتے، لیکن جب نماز کا وقت آتا تو آپؐ کی ایسی حالت ہو جاتی تھی گویا کہ آپؐ نہ ہم کو پہچان رہے ہیں اور نہ ہم آپؐ کو پہچان رہے ہیں۔[1]

منقول ہے کہ آپ پورے اشتیاق کے ساتھ نماز کے وقت کا انتظار کرتے اور اسی کی طرف متوجہ رہتے تھے اور جیسے ہی نماز کا وقت آجاتا آپؐ مؤذن سے فرماتے: اے بلال مجھے

---

[1] سنن النبی ص 251۔

اذان نماز کے ذریعہ شاد کردو۔ [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے نماز مغرب کے وقت آپ کسی بھی کام کو نماز پر مقدم نہیں کرتے تھے اور اول وقت، نماز مغرب ادا کرتے تھے. [2] منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز واجب سے دوگنا زیادہ مستحب نمازیں پڑھا کرتے تھے اور واجب روزے سے دوگنے مستحب روزے رکھتے تھے۔ [3]

روحانی عروج میں آپ کو ایسا حضور قلب حاصل تھا کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا، منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو خوف خدا سے آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور آپ کی بڑی دردناک آواز سنی جاتی تھی۔ [4]

جب آپ نماز پڑھتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے کوئی کپڑا ہے جو زمین پر پڑا ہوا ہے [5] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز شب کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

رات کو جب آپ سونا چاہتے تھے تو، ایک برتن میں اپنے سرہانے پانی رکھ دیتے تھے آپ مسواک بھی تکیے کے نیچے رکھ کر سوتے تھے، آپ اتنا سوتے تھے جتنا خدا چاہتا تھا، جب بیدار ہوتے تو بیٹھ جاتے اور آسمان کی طرف نظر کر کے سورۂ آل عمران کی آیات "ان فی خلق السموات والارض الخ" پڑھتے اس کے بعد مسواک کرتے، وضو فرماتے اور مقام نماز پر پہنچ کر نماز شب میں سے چار رکعت نماز ادا کرتے، ہر رکعت میں قرائت کے بقدر، رکوع

---

[1] سنن النبی ص268۔

[2] سنن النبی ص۔

[3] سنن النبی ص234۔

[4] سنن النبی ص251۔

[5] سنن النبی ص268۔

ررکوع کے بقدر، سجدہ فرماتے تھے اس قدر رکوع طولانی کرتے کہ کہا جاتا کہ کب رکوع کو تمام کریں گے اور سجدہ میں جائیں گے اسی طرح ان کا سجدہ اتنا طویل ہوتا کہ کہا جاتا کب سر اٹھائیں گے اس کے بعد آپؐ پھر بستر پر تشریف لے جاتے اور اتنا ہی سوتے تھے جتنا خدا چاہتا تھا۔ اس کے بعد پھر بیدار ہوتے اور بیٹھ جاتے، نگاہیں اسمان کی طرف اٹھا کر انہیں آیتوں کی تلاوت فرماتے پھر مسواک کرتے، وضو فرماتے، مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز شب میں سے پھر چار رکعت نماز پڑھتے یہ نماز بھی اسی انداز سے ادا ہوتی جس انداز سے اس سے پہلے چار رکعت ادا ہوئی تھی، پھر تھوڑی دیر سونے کے بعد بیدار ہوتے اور آسمان کی طرف نگاہ کرکے نہیں آیتوں کی تلاوت فرماتے، مسواک اور وضو سے فارغ ہوکر تین رکعت نماز شفع و وتر اور دو رکعت نماز نافلہ صبح پڑھتے پھر نماز صبح ادا کرنے کیلئے مسجد میں تشریف لے جاتے [1]

آنحضرتؐ نے ابوذرؓ سے ایک گفتگو کے ذیل میں نماز کی اس کوشش اور ادائگی کے فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوذرؓ میری آنکھوں کا نور خدا نے نماز میں رکھا ہے اور اس نے جس طرح کھانے کو بھوکے کیلئے اور پانی کو پیاسے کیلئے محبوب قرار دیا ہے اسی طرح نماز کو میرے لئے محبوب قرار دیا ہے، بھوکا کھانا کھانے کے بعد سیر اور پیاسا پانی پینے کے بعد سیراب ہوجاتا ہے لیکن میں نماز پڑھنے سے سیراب نہیں ہوتا [2]

دعا کے وقت تسبیح و تقدیس

آپ کے شب و روز کا زیادہ تر حصہ دعا و مناجات میں گذر جاتا تھا آپ سے بہت ساری دعائیں نقل ہوئی ہیں آپ کی دعائیں خداوند عالم کی تسبیح و تقدیس سے مزین ہیں، آپ

---

[1] سنن النبی ص 241۔

[2] سنن النبی ص 269

نے توحید کا سبق، معارف الٰہی کی گہرائی، خود شناسی اور خود سازی کے تعمیری اور تخلیقی علوم ان دعاؤں میں بیان فرمادیے ہیں ان دعاؤں میں سے ایک دعا وہ بھی ہے کہ جب آپؐ کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تھا تو آپؐ پڑھا کرتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ مَا أَحْسَنَ مَا تَبْتَلِينَا سُبْحَانَكَ. اللّٰهُمَّ مَا أَكْثَرَ مَا تُعْطِينَا. سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ مَا أَكْثَرَ مَا تُعَافِينَا. اللّٰهُمَّ أَوْسِعْ عَلَيْنَا وَ عَلَى فُقَرَاءِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ. [1]

خدایا تو منزہ ہے تو کتنی اچھی طرح ہم کو آزماتا ہے، خدایا تو پاکیزہ ہے تو ہم پر کتنی زیادہ بخشش کرتا ہے، خدایا تو پاکیزہ ہے تو ہم سے کس قدر درگذر کرتا ہے، پالنے والے ہم کو اور حاجتمند مومنین کو فراخی عطا فرما۔

بارگاہ الٰہی میں تضرع اور نیازمندی کا اظہار

آنحضرت ﷺ خدا کی عظمت وجلالت سے واقف تھے لہٰذا جب تک دعا کرتے رہتے تھے اس وقت تک اپنے اوپر تضرع اور نیازمندی کی حالت طاری رکھتے تھے، سید الشہدا امام حسین علیہ السلام رسول خدا ﷺ کی دعا کے آداب کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا ابْتَهَلَ وَ دَعَا كَمَا يَسْتَطْعِمُ الْمِسْكِينُ [2]

رسول ﷺ بارگاہ خدا میں تضرع اور دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اس طرح بلند کرتے تھے جیسے کوئی نادار کھانا مانگ رہا ہو۔

---

[1] اعیان الشیعہ ج 1 ص 306۔

[2] سنن النبی ص 315۔

لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت

رسول اکرم ﷺ کی نمایاں خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت ہے، آپ تربیت الٰہی سے مالا مال تھے اس بنا پر معاشرت، نشست و برخاست میں لوگوں کے ساتھ ایسے ادب سے پیش آتے تھے کہ سخت مخالف کو بھی شرمندہ کر دیتے تھے اور نصیحت حاصل کرنے والے مؤمنین کی فضیلت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

آپ کی معاشرت کے آداب، اخلاق کی کتابوں میں تفصیلی طور پر مرقوم ہیں۔ ہم اس مختصر وقت میں چند آداب کو بیان کر رہے ہیں امید ہے کہ ہمارے لئے رسول خدا ﷺ کے ادب سے آراستہ ہونے کا باعث ہو:

گفتگو

بات کرتے وقت کشادہ روئی اور مہربانی کو ظاہر کرنے والا تبسم آپ کے کلام کو شیریں اور دل نشیں بنا دیتا تھا روایت میں ہے کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا حَدَّثَ بِحَدِيثٍ تَبَسَّمَ فِي حَدِيثِهِ. [1]

بات کرتے وقت رسول اکرم ﷺ تبسم فرماتے تھے۔

ظاہر ہے کہ کشادہ روئی سے باتیں کرنے سے ہر ایک کو اس بات کا موقع ملتا تھا کہ وہ آپ کی عظمت و منزلت سے مرعوب ہوئے بغیر نہایت اطمینان کے ساتھ آپؐ سے گفتگو کرے، اپنے ضمیر کی آواز کو کھل کر بیان کرے اور اپنی حاجت و دل کی بات آپؐ کے سامنے پیش کرے۔

---

[1] سنن النبی ص 48، بحار ج 6 ص 298۔

سامنے والے کی بات کو آپ کبھی منقطع نہیں کرتے تھے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی آپؐ سے گفتگو کا آغاز کرے تو آپؐ پہلے ہی اس کو خاموش کردیں۔ [1]

مزاح

مؤمنین کا دل خوش کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، لیکن تحقیر و تمسخر آمیز، ناحق اور ناپسندیدہ بات آپؐ کی کلام میں نظر نہیں آتی تھی۔

عَنِ الصَّادِقِ علیہ السلام أَنَّهُ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَفِيهِ دُعَابَةٌ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُدَاعِبُ وَلَا يَقُولُ إِلَّا حَقًّا [2]

امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ کوئی مؤمن ایسا نہیں ہے جس میں حس مزاح نہ ہو، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاح فرماتے تھے اور حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتے تھے۔

آپ کے مزاح کے کچھ نمونے یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِأَحَدٍ لَا تَنْسَ يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ [3]

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: اے دو کان والے فراموش نہ کر۔

انصار کی ایک بوڑھی عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ میں بھی جنتی ہوجاؤں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔

وہ عورت رونے لگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں

---

[1] مکارم الاخلاق ص 23۔

[2] سنن النبی ص 49۔

[3] بحار الانوار ج 16 ص 294۔

سنا۔

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ [1]

ہم نے بہشتی عورتوں کو پیدا کیا اور ان کو باکرہ قرار دیا۔

کلام کی تکرار

رسول خدا ﷺ کی گفتگو کی خصوصیت یہ تھی کہ آپؐ بات کو اچھی طرح سمجھا دیتے تھے۔

ابن عباس سے منقول ہے: جب رسول خدا ﷺ کوئی بات کہتے یا آپؐ سے کوئی سوال ہوتا تھا تو تین مرتبہ تکرار فرماتے یہاں تک کہ سوال کرنے والا بخوبی سمجھ جائے اور دوسرے افراد آنحضرت ﷺ کے قول کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

انس و محبت

پیغمبر خدا ﷺ کو اپنے اصحاب و انصار سے بہت انس و محبت تھی ان کی نشستوں میں شرکت کرتے اور ان سے گفتگو فرماتے تھے آپؐ ان نشستوں میں مخصوص ادب کی رعایت فرماتے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام آپ کی شیرین بزم کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ پیغمبر خدا ﷺ کسی کے سامنے اپنے پاؤں پھیلاتے ہوں [2]

پیغمبر اکرم ﷺ کی بزم کے بارے میں آپ کے ایک صحابی بیان فرماتے ہیں

---

[1] سورہ واقعہ آیت 35و36۔

[2] مکارم الاخلاق ص22۔

جب ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے تو دائرہ کی صورت میں بیٹھتے تھے [1]

جلیل القدر صحابی جناب ابوذر بیان کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھتے تھے تو کسی انجانے آدمی کو یہ نہیں معلوم ہوسکتا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں آخر کار اسے پوچھنا پڑتا تھا ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ ایسی جگہ بیٹھیں کہ اگر کوئی اجنبی آدمی آجائے تو آپ کو پہچان لے، اس کے بعد ہم لوگوں نے مٹی کا ایک چبوترہ بنایا آپؐ اس چبوترہ پر تشریف فرما ہوتے تھے اور ہم لوگ آپؐ کے پاس بیٹھتے تھے۔ [2]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے ساتھ بیٹھتے تو جب تک وہ موجود رہتا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لباس اور زینت والی چیزوں کو جسم سے جدا نہیں کرتے تھے۔ [3]

مجموعہ ورام میں روایت کی گئی ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ جب لوگوں کے مجمع میں بات کرو تو ان میں سے ایک ہی فرد کو متوجہ نہ کرو بلکہ سارے افراد پر نظر رکھو۔ [4]

خلاصہ درس

1) علمائے علم لغت نے لفظ ادب کے جو معنی بیان کئے ہیں ان پر غور کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ درحقیقت ظرافت عمل اور ایسے نیک چال چلن کا نام ادب ہے کہ جس کا سرچشمہ لطافت روح اور طینت کی پاکیزگی ہے۔

---

[1] سنن النبی ص70۔

[2] سنن النبی ص63۔

[3] سنن النبی ص48۔

[4] سنن النبی ص47۔

2) آنحضرت ﷺ کے ادب کی قدر و قیمت اس عنوان سے ہے کہ آپ خدا کی بارگاہ کے تربیت یافتہ اور اس کے سکھائے ہوئے ادب سے آراستہ و پیراستہ تھے۔

3) اخلاق و آداب، میں فرق یہ ہے کہ اخلاق میں اچھائی اور برائی دونوں ہوتی ہیں مگر ادب میں حسن عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

4) رسول خدا ﷺ نے روزمرہ کی زندگی کے اعمال میں جن طریقوں اور آداب کو اپنایا، وہ ایسے تھے کہ جنہوں نے اعمال کو خوبصورتی لطافت اور حسن عطا کیا اور انہیں اخلاقی قدروں کا حامل بنادیا۔

5) رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں مندرجہ ذیل اوصاف نمایاں طور پر نظر آتے ہیں:

الف: حسن وزیبائی

ب: نرمی اور لطافت

ج: وقار و متانت

6) مدمقابل کے سامنے جو آپؐ کے آداب تھے ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ خدا کے بالمقابل آپؐ کے آداب

۲۔ لوگوں کی ساتھ معاشرت کے آداب

۳۔ فردی اور ذاتی آداب

سوالات

1۔ادب کے معنی لکھیے؟

2۔ادب اور اخلاق کا فرق تحریر کیجیے؟

3۔پیغمبر اکرم ﷺ کے آداب کے کتنے حصے ہیں؟

4۔نماز کے وقت آپؐ کے آداب کا اجمالی طور پر جائزہ لیجیے۔

5۔لوگوں سے معاشرت کے وقت آپؐ کے کیا آداب تھے؟ اجمالی طور پر بیان کیجیے۔

دوسرا سبق

لوگوں کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برتاؤ میں گرمجوشی کشش اور متانت موجود تھی چھوٹے، بڑے فقیر اور غنی ہر ایک سے آپ کے ملنے جلنے میں وہ ادب نظر آتا ہے جو آپ کی عظمت اور وسیع النظری کو اجاگر کرتا ہے۔

سلام

چھوٹے بڑے ہر ایک سے ملنے کا آغاز آپ سلام سے کرتے اور سبقت فرماتے تھے۔

قرآن کریم نے سلام کے جواب کے لئے جو آداب بیان کئے ہیں ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ سلام کا اچھے انداز سے جواب دیا جائے ارشاد ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۔ [1]

اور جب کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو تم بھی اس کے جواب میں بہتر طریقہ سے سلام کرو یا وہی لفظ جواب میں کہہ دو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کے جواب میں اس قرآنی ادب کی ایک خاص قسم کی ظرافت سے رعایت فرماتے تھے۔

جناب سلمان فارسی سے منقول ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

---

[1] سورہ نساء 86۔

پہنچا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ پیغمبر ﷺ نے جواب دیا وعلیک و رحمۃ اللہ، دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ آپؐ نے جواب میں فرمایا: و علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وعلیک اس شخص نے پیغمبر ﷺ سے کہا کہ فلاں آپؐ کے پاس آئے انہوں نے سلام کیا تو آپ نے ان کے جواب میں میرے جواب سے زیادہ کلمات ارشاد فرمائے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے ہمارے واسطے کوئی چیز چھوڑی ہی نہیں، خداوند نے فرمایا ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ [1]

اور جب کوئی شخص سلام کرے تو تم بھی اس کے جواب میں بہتر طریقہ سے سلام کیا کرو یا وہی لفظ جواب میں کہہ دیا کرو۔

مصافحہ

رسول خدا ﷺ کی یادگار ایک اسلامی طریقہ مصافحہ کرنا بھی ہے۔ آپ کے مصافحہ کے آداب کو امیر المومنین بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول خدا ﷺ نے کسی سے مصافحہ کیا ہو اور اس شخص سے پہلے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہو [2]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا جب لوگوں نے اس بات کو سمجھ لیا تو حضرت سے مصافحہ کرنے میں جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتے تھے [3]

---

[1] تفسیر در المنثور ج2 ص188۔

[2] مکارم الاخلاق ص23۔

[3] سنن النبی ص48۔

رخصت کے وقت

مؤمنین کو رخصت کرتے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے دعائے خیر کیا کرتے تھے۔ان کو خیر ونیکی کے مرکب پر بٹھاتے اور تقوی کا توشہ ان کے ساتھ کرتے تھے۔

ایک صحابی کو رخصت کرتے وقت فرمایا:

زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوىٰ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَلَقَّاكَ الْخَيْرَ حَيْثُ كُنْتَ.[1]

خداوند عالم خداوند عالم تمہارا توشہ سفر تقوی قرار دے، تمہارے گناہ معاف کردے اور تم جہاں کہیں بھی رہو تم تک خیر پہنچاتا رہے۔

پکارتے وقت

اصحاب کو پکارنے میں آپ کا انداز نہایت محترمانہ ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے احترام اور ان کے قلبی لگاؤ کیلئے ان کو کنیت سے پکارتے تھے اور اگر کسی کی کوئی کنیت نہیں ہوتی تھی تو اس کیلئے معین کردیتے تھے پھر تو دوسرے لوگ بھی اسی کنیت سے ان کو پکارنے لگتے تھے اس طرح آپ صاحب اولاد اور بے اولاد عورتوں، یہاں تک کہ بچوں کیلئے کنیت معین فرماتے تھے اور اس طرح سب کا دل موہ لیتے تھے[2]۔

پکار کا جواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح کسی کو پکارنے میں احترام ملحوظ نظر رکھتے تھے ویسے ہی

---

[1] مکارم الاخلاق ص249۔

[2] سنن النبی ص53۔

آپؐ کے کسی کی آواز پر لبیک کہنے میں بھی کسر نفسی اور احترام کے جذبات ملے جلے ہوتے تھے۔ روایت ہوئی ہے کہ

لَا یَدْعُوْهُ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهٖ وَ غَیْرِهِمْ اِلَّا قَالَ لَبَّیْكَ۔ [1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی ان کے اصحاب میں سے کسی نے یا کسی غیر نے پکارا تو آپ نے اس کے جواب میں لبیک کہا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی شخص کسی چیز کی خواہش کرتا تھا اور آپ بھی اسے انجام دینا چاہتے تھے تو فرماتے تھے کہ ہاں اور اگر اس کو انجام دینا نہیں چاہتے تھے تو خاموش رہ جاتے تھے اور ہرگز نہیں زبان پر جاری نہیں کرتے تھے۔ [2]

ظاہری آرائش

کچھ لوگ مردوں کا فقط گھر کے باہر اور نا آشنا لوگوں سے ملاقات کرتے وقت آراستہ رہنا ضروری سمجھتے ہیں ان کے برخلاف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں اور گھر کے باہر دونوں جگہ نہایت آراستہ رہتے تھے، نہ صرف اپنے خاندان والوں کیلئے بلکہ اپنے اصحاب کیلئے بھی اپنے کو آراستہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدا اپنے اس بندہ کو دوست رکھتا ہے جو اپنے بھائیوں سے ملاقات کیلئے گھر سے نکلتے وقت آمادگی اور آراستگی سے نکلے۔ [3]

---

[1] سنن النبی ص 53۔

[2] سنن النبی ص 70۔

[3] سنن النبی ص 22۔

مہمانوازی کے کچھ آداب

رسول اکرم ﷺ جو کہ عالی مزاج اور آزاد منش تھے وہ اپنے مہمانوں کا نہایت احترام واکرام کرتے تھے۔

منقول ہے کہ جب بھی کوئی آپ کے پاس آتا تھا تو جس تو شک پر آپ تشریف فرما ہوتے تھے آنے والے شخص کو دے دیتے تھے اور اگر وہ مہمان اسے قبول نہیں کرتا تو آپ اصرار فرماتے تھے یہاں تک وہ قبول کرلے۔[1]

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: جب رسول خدا ﷺ کے یہاں کوئی مہمان آتا تھا تو آپ اس کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور جب تک مہمان کھانے سے اپنا ہاتھ روک نہیں لیتا تھا آپ کھانے میں اس کے شریک رہتے تھے۔[2]

عیادت کے آداب

آپ اپنے اصحاب سے صحت وتندرستی ہی کے زمانہ میں ملاقات نہیں کرتے تھے بلکہ اگر کوئی مومن اتفاقاً بیمار پڑ جاتا تو آپ اس کی عیادت کرتے اور یہ عمل خاص آداب کے ساتھ انجام پاتا۔

عیادت کے آداب سے متعلق آپ خود بیان فرماتے ہیں:

تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ أَنْ يَضَعَ أَحَدُكُمْ يَدَهُ عَلَيْهِ وَيَسْأَلَهُ كَيْفَ هُوَ

---

[1] سنن النبی ص 53۔

[2] سنن النبی ص 67۔

كَيْفَ أَصْبَحْتَ وَ كَيْفَ أَمْسَيْتَ وَ تَمَامُ تَحِيَّتِكُمُ الْمُصَافَحَةُ. [1]

کمال عیادت مریض یہ ہے کہ تم اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھو اس سے پوچھو کہ تم کیسے ہو؟ رات کیسے گذاری؟ تمہارا دن کیسے گذرا؟ اور تمہارا اکمل سلام مصافحہ کرنا ہے۔

مریض کی عیادت کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آپ اس کے لئے دعا فرماتے تھے۔ روایت ہے کہ جب سلمان فارسی بیمار ہوئے اور آپ نے ان کی عیادت کی، تو اٹھتے وقت فرمایا:

يَا سَلْمَانُ كَشَفَ اللهُ ضُرَّكَ وَ غَفَرَ ذَنْبَكَ وَ حَفِظَكَ فِي دِينِكَ وَ بَدَنِكَ إِلَى مُنْتَهَى أَجَلِكَ. [2]

اے سلمان اللہ تمہاری پریشانی کو دور کرے تمہارے گناہ کو بخش دے اور موت آنے تک تمہارے دین اور بدن کو صحیح و سالم رکھے۔

حاصل کلام

کلی طور پر جاودانی، شائستگی اور خردمندی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برتاؤ کے آداب کی خصوصیات میں سے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلوک کا اثر آپ کے زمانہ کے افراد پر ایسا گہرا تھا کہ بہت ہی کم مدت میں ان کی روح وفکر میں عظیم تبدیلی آگئی اور ان کو آپ نے اخلاق اسلامی کے زیور سے آراستہ کر دیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو نمونہ عمل بنانا فقط آپ کے زمانہ کے افراد سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جب تک دنیا قائم ہے اور اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو چاہئے کہ آپ کے اخلاق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آداب اور سیرت کو

---

[1] مکارم الاخلاق 359۔

[2] مکارم الاخلاق ص 361۔

آئیڈیل بنائیں۔

کچھ اپنی ذات کے حوالے سے آداب

انفرادی اعمال کی انجام دہی میں آپ کا طریقہ اس حد تک دلپذیر اور پسندیدہ تھا کہ لوگوں کیلئے ہمیشہ کیلئے نمونہ عمل بن گئے، آپ پر ایمان لانے والے آج سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر ان اعمال کو بجالاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی تاریخ میں کوئی ایسی چھوٹی سی بات بھی ناپسندیدہ نظر نہیں آتی، صرف بڑے کاموں میں ہی آپ کی سیرت سبق آموز اور آئیڈیل نہیں ہے بلکہ آپ کی زندگی کے معمولی اور جزئی امور بھی اخلاق کے دقیق اور لطیف ترین درس دیتے نظر آتے ہیں۔

اس تحریر میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ذاتی آداب کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔ آداب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متلاشی افراد کیلئے بہتر ہے کہ وہ ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں جو اس سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ [1]

آرائش

دنیاوی زروزیور کی نسبت آپؑ نظافت، صفائی اور پاکیزگی کو خاص اہمیت دیتے تھے اچھی خوشبو استعمال کرتے تھے، بالوں میں کنگھی کرتے تھے اور آپ کا لباس ہمیشہ صاف ستھرا اور پاکیزہ رہتا تھا، گھر سے نکلتے وقت آئینہ دیکھتے، ہمیشہ باوضو رہتے اور مسواک کرتے تھے آپؑ کے لباس اور نعلین کا ایک رنگ ہوتا تھا جب آپ سر پر عمامہ رکھتے تو اس وقت آپ کا قد نمایاں ہوکر آپ کے وقار میں اضافہ کردیتا تھا چونکہ اس موضوع پر مفصل گفتگو ہوگی اس لئے

---

[1] سنن النبی علامہ طباطبائی، مکارم الاخلاق طبرسی، بحار الانوار مجلسی و...

یہاں فقط اشارہ پر ہم اکتفا کر رہے ہیں۔

کھانے کے آداب

رسول خدا ﷺ مخصوص آداب سے کھانا تناول فرماتے تھے لیکن کوئی مخصوص غذا نہیں کھاتے تھے۔

آپؐ ہر طرح کی غذا نوش فرماتے تھے اور جس کھانے کو خدا نے حلال کیا ہے اس کو اپنے گھر والوں اور خدمتگاروں کے ساتھ کھاتے تھے، اسی طرح اگر کوئی شخص آپؐ کی دعوت کرتا تو آپؐ زمین یا فرش پر بیٹھ جاتے اور جو کچھ پکا ہوتا تھا تناول فرما لیتے تھے۔

لیکن جب آپؐ کے یہاں کوئی مہمان آجاتا تو آپ اس کے ساتھ غذا تناول فرماتے اور اس غذا کو بہترین تصور فرماتے تھے جس میں آپؐ کے ساتھ زیادہ لوگ شریک ہوتے تھے۔ [1]

کسی کھانے کی مذمت نہیں کرتے تھے، پسند آتا تو کھا لیتے اور اگر ناپسند ہوتا تو نہیں کھاتے تھے لیکن اسے دوسروں کیلئے حرام نہیں کرتے تھے۔ [2]

کم خوری

دن بھر کی انتھک محنت اور ہمیشہ نماز شب کی ادائیگی کے باوجود کم غذا تناول فرماتے اور پرخوری سے پرہیز کرتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا ﷺ کے نزدیک اس سے زیادہ اور کوئی

---

[1] مکارم الاخلاق ص 26۔

[2] سنن النبی ص 177۔

چیز محبوب نہ تھی کہ ہمیشہ بھوک رہے اور خوف خدا دل میں رکھا جائے [1] کم خوری کی بنا پر آپ کا جسم لاغر اور اعضاء کمزور ہے۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے: ساری دنیا سے شکم کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ لاغر اور کھانے کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ بھوک میں رہتے تھے ...بھوکے شکم کے ساتھ آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور منزل آخرت میں صحیح وسالم پہنچے [2]۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے زیادہ کھانا کھا کر شکم پر کیا ہو [3] چنانچہ کم خوری کے بارے میں آپ خود ارشاد فرماتے تھے: ہم وہ ہیں کہ جو بھوک کے بغیر کھانا نہیں کھاتا اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے [4] کم خوری کی وجہ سے آپ کا جسم صحیح وسالم تھا اور اس کی بنیاد مضبوط تھی۔

آداب نشست

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے مخلص بندے تھے حق تعالیٰ کی بندگی کی رعایت ہر حال میں کرتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کی طرح کھانا کھاتے تھے غلاموں کی طرح زمین پر بیٹھتے اور زمین ہی پر سوتے تھے۔ [5]

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دستر خوان پر بیٹھتے تو غلاموں

---

[1] مکارم الاخلاق ص160۔

[2] نہج البلاغہ ص159۔

[3] سنن النبی ص182۔

[4] سنن النبی ص181۔

[5] سنن النبی ص163۔

کی طرح بیٹھتے تھے اور بائیں ران پر تکیہ کرتے تھے [1]

ہاتھ سے غذا کھانا

رسول خدا ﷺ کے کھانے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کھانا ہاتھ سے کھاتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: رسول خدا ﷺ غلاموں کی طرح بیٹھتے۔ ہاتھوں کو زمین پر رکھتے اور تین انگلیوں سے غذا نوش فرماتے تھے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: یہ تھا آپؐ کے کھانا کھانے کا انداز اس طرح نہیں کھاتے تھے جیسے اہل نخوت کھانا کھاتے ہیں۔ [2]

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: رسول خدا ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی انگلیوں کو چوستے تھے۔ [3]

کھانا کھانے کی مدت

تھوڑی سی غذا پر قناعت فرمانے کے باوجود جو افراد آپ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔

آپ شروع سے آخر تک ان کا ساتھ دیتے تھے تا کہ وہ لوگ آپ کی خاطر کھانے سے ہاتھ نہ کھینچ لیں اور بھوکے ہی رہ جائیں۔

صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول خدا ﷺ جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے کیلئے بیٹھتے تو سب سے پہلے شروع کرتے اور سارے لوگوں کے بعد کھانے سے ہاتھ

---

[1] سنن النبی ص164۔

[2] سنن النبی ص145۔

[3] سنن النبی ص165۔

روکتے تا کہ لوگ کھانے سے فارغ ہو جائیں ۔ [1]

ہر لقمہ کے ساتھ حمد خدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ کسی بھی لمحہ یاد خدا سے غافل نہیں رہتے تھے اس لئے کھانا کھاتے وقت بھی خدا کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔

منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو لقمہ کے درمیان حمد خدا کیا کرتے تھے [2]

پانی پینے کا انداز

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانی پینے وقت بھی ایک خاص ادب کا خیال رکھتے تھے روایت میں ہے کہ

جب پانی پیتے تو بسم اللہ کہتے ... پانی کو چوس کر پیتے اور ایک سانس میں نہیں پیتے تھے، فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینے سے تلی میں درد پیدا ہوتا ہے [3]

روایت میں یہ بھی ہے کہ

آپ پانی پیتے وقت پانی کے برتن ہی میں سانس نہیں لیتے تھے بلکہ سانس لینا چاہتے تو برتن کو منہ سے الگ کر لیتے تھے [4]

---

[1] سنن النبی ص164۔

[2] سنن النبی ص168۔

[3] سنن النبی ص169۔

[4] سنن النبی ص170۔

سفر کے آداب

جنگ اور جنگ کے علاوہ آپؐ کے دونوں سفر مخصوص آداب کے ساتھ انجام پاتے تھے اور آپ تمام ضروری باتوں کا خیال رکھتے تھے۔

زادراہ

سفر کے موقع پر آپ ضروری سامان اپنے ساتھ لے لیتے تھے، زادراہ سفر لینے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: یہ سنت ہے کہ جب کوئی سفر کیلئے نکلے تو اپنا خرچ اور اپنی غذا اپنے ساتھ رکھے اس لئے کہ یہ عمل پاکیزگی نفس اور اخلاق کے اچھے ہونے کا باعث ہے۔

ذاتی ضروریات کے سامان

زادراہ کے علاوہ آپ اپنی ذاتی ضروریات کا سامان بھی اپنے ساتھ لے لیتے تھے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں چیزوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور وہ چند چیزیں یہ ہیں آئینہ، جسم پر ملنے والا تیل، سرمہ دانی، قینچی مسواک اور کنگھی۔

دوسری حدیث میں ہے سوئی اور دھاگہ نعلین سینے والی سوئی اور پیوند لگانے کی چیزیں بھی آپ اپنے ساتھ رکھتے تاکہ لباس کو اپنے ہاتھوں سے سی لیں اور جوتے میں پیوند لگالیں۔ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کے آداب میں ایک دوسری چیز کا بھی ذکر آیا ہے اور وہ یہ کہ آپ جس راستے سے جاتے تھے اس راستے سے واپس نہیں آتے تھے بلکہ دوسرا راستہ اختیار

---

[1] مکارم الاخلاق ص63۔

کرتے تھے [1]

قدم تیز اٹھاتے اور راستہ جلد طے کرتے اور جب وسیع و عریض بیابان میں پہنچتے تو اپنی رفتار مزید تیز کر دیتے تھے [2]

آپ ہمیشہ سفر سے ظہر کے وقت واپس پلٹتے، [3] جب رسول خدا ﷺ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد جاتے دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے تھے۔ [4]

سونے کے آداب

رسول اکرم ﷺ خدا کے حکم کے مطابق راتوں کو بیدار اور دعا و عبادت میں مصروف رہتے تھے، فقط تھوڑی دیر سوتے وہ بھی مخصوص آداب کے ساتھ۔ [5]

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول خدا ﷺ جب بھی خواب سے بیدار ہوتے تو اسی وقت زمین پر خدا کا سجدہ بجالاتے تھے [6]

نیچے بچھانے کیلئے ایک عبا اور ایک کھال کا تکیہ تھا کہ جس میں خرمہ کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک رات اسی بستر کو دہرا کر کے لوگوں نے بچھا دیا جب آپ صبح کو بیدار ہوئے تو فرمایا کہ یہ بستر نماز شب سے روکتا ہے اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس کو اکہرا بچھایا جائے۔

---

[1] سنن النبی ص110۔

[2] سنن النبی 4 ص114۔

[3] سنن النبی ص117۔

[4] سنن النبی ص119۔

[5] سنن النبی ص140

[6] سنن النبی ص154۔

خلاصہ درس

1) پیغمبر اکرم ﷺ انتہائی پر کشش، قاطع اور بھر پور متانت کے حامل تھے ان کا وہ ادب جو کہ ان کے بزرگ منش ہونے اور وسعت نظر رکھنے کی عکاسی کرتا تھا ہر چھوٹے ، بڑے، فقیر اور غنی اور تمام لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے میں نظر آتا ہے۔

الف: آپ سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے۔

ب: مصافحہ کرنے والے سے پہلے اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے۔

ج: اپنے اصحاب کو نہایت محترمانہ انداز میں پکارتے تھے۔

د: ہر ایک کی پکار کا نہایت ہی احترام و ادب سے جواب دیتے تھے۔

ہ: اپنے مہمانوں کیلئے آپ نہایت ادب واحترام کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

2) رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا ان کے زمانہ کے افراد پر ایسا گہرا اثر پڑا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ان کی روح میں عظیم تبدیلی پیدا ہوگئی اور اس سیرت نے ان کو زیور اسلامی سے آراستہ کردیا۔

3) ذاتی اعمال میں آپ کا انداز ایسا دل پذیر تھا کہ آپ نے ان اعمال کو جاودانی عطا کردی تھی اور آج آپ پر ایمان لانے والے ان کو سنت پیغمبر ﷺ سمجھ کر بجالاتے ہیں۔

4) رسول اکرم ﷺ کا سفر چاہے وہ جنگی ہو یا غیر جنگی مخصوص آداب کا حامل ہوتا تھا اور اس میں آپ ضرورت کی ان تمام چیزوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے جن کی سفر میں ضرورت ہوتی ہے۔

سوالات

1۔لوگوں سے ملنے جلنے میں آپؐ کی کیا سیرت تھی اختصار کے ساتھ بیان فرمائیے

2۔مریض کی عیادت کے سلسلہ میں آپؐ کے کیا آداب تھی؟

3۔لوگوں کے درمیان آپ کی سیرت کا کیا اثر تھا؟

4۔ذاتی حالات مثلاً اپنے کو آراستہ کرنے، کھانے پینے میں آپ کے کیا آداب تھے؟ ان میں سے کچھ بیان فرمائیے

5۔سفر کے وقت آپ کا کیا طریقہ ہوتا تھا تحریر فرمائیے

يَا سَلْمَانُ كَشَفَ اللهُ ضُرَّكَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَحَفِظَكَ فِي دِينِكَ وَبَدَنِكَ إِلَى مُنْتَهَى أَجَلِكَ.[1]

اے سلمان اللہ تمہاری پریشانی کو دور کرے تمہارے گناہ کو بخش دے اور موت آنے تک تمہارے دین اور بدن کو صحیح وسالم رکھے۔

[1] مکارم الاخلاق ص361۔

تیسرا سبق:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز معاشرت

رسول اکرم ﷺ ملت اسلامیہ کے رہبر اور خدا کا پیغام پہنچانے پر مامور تھے اس لئے آپؐ کو مختلف طبقات کے افراد اور اقوام سے ملنا پڑتا تھا ان کو توحید کی طرف مائل کرنے کا سب سے بڑا سبب ان کے ساتھ آپ کا نیک برتاو تھا۔

لوگوں کے ساتھ معاشرت اور ملنے جلنے کی کیفیت کے بارے میں آپؐ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں لیکن سب سے زیادہ جو چیز آپؐ کی معنوی عظمت کی طرف انسان کی راہنمائی کرتی ہے وہ لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے میں نیک اخلاق اور آپؐ کی پاکیزہ سیرت ہے۔

وہ سیرت جس کا سرچشمہ وحی اور رحمت الٰہی ہے جو کہ حقیقت تلاش کرنے والے افراد کی روح کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے وہ سیرت جو اخلاق کے مسلم اخلاقی اصولوں [1] کے ایک سلسلہ سے ابھرتی ہے جو آپؐ کی روح میں راسخ تھی اور آپؐ کی ساری زندگی میں منظر عام پر آتی رہی۔

اس مختصری بحث میں جو بیان کیا جائے گا وہ عام لوگوں کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے سلوک کی طرف اشارہ ہوگا امید ہے کہ...

لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [2]

تمہارے لئے پیغمبر خدا ﷺ کے اندر اسوہ حسنہ موجود ہے اس کے مطابق آپ

---

[1] سیرت نبوی، استاد مطہری 34، 22۔

[2] احزاب، 21۔

کے کریمانہ اخلاق ہمارے لئے نمونہ بنیں گے۔

صاحبان فضیلت کا اکرام

بعثت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مقصد انسانی فضائل اور اخلاق کی قدروں کو زندہ کرنا ہے، آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

أَنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ أَخْلَاقِ [1]

یعنی ہماری بعثت کا مقصد انسانی معاشرہ کو معنوی کمالات اور مکارم اخلاق کی بلندی کی طرف لے جانا ہے۔

اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبان فضیلت سے اگر چہ وہ مسلمان نہ بھی ہوں، اچھے اخلاق سے ملتے اور ان کی عزت واحترام کرتے تھے

يُكْرِمُ أَهْلَ الْفَضْلِ فِي أَخْلَاقِهِمْ وَيَتَأَلَّفُ أَهْلَ الشَّرَفِ بِالْبِرِّ لَهُمْ. [2]

نیک اخلاق کی بنا پر آپ اہل فضل کی عزت کرتے اور اہل شرف کی نیکی کی وجہ سے ان پر مہربانی فرماتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلوک کے ایسے بہت سارے نمونے تاریخ میں موجود ہیں ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

حاتم کی بیٹی

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں جب قبیلہ طے کے اسیروں کو لایا گیا تو ان اسیروں میں سے ایک عورت نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ لوگوں سے کہدیں کہ وہ ہم کو پریشان نہ

---

[1] میزان الحکمہ ج 3 ص 149۔

[2] محجۃ البیضاء ج 4 ص 126۔

کریں اور ہمارے ساتھ نیک سلوک کریں اس لئے کہ میں اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں اور میرا باپ وہ ہے جو عہد و پیمان میں وفاداری سے کام لیتا ہے اسیروں کو آزاد اور بھوکوں کو سیر کرتا ہے سلام میں پہل کرتا ہے اور کسی ضرورتمند کو اپنے دروازے سے کبھی واپس نہیں کرتا ہیں حاتم طائی کی بیٹی ہوں پیغمبرؐ نے فرمایا: یہ صفات جو تم نے بیان کئے ہیں یہ حقیقی مؤمن کی نشانی ہیں اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو میں اس کے لئے دعائے رحمت کرتا، پھر آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دیا جائے اور کوئی اس کو پریشان نہ کرے اس لئے کہ اس کا باپ وہ شخص تھا جو مکارم الاخلاق کا دلدادہ تھا اور خدا مکارم الاخلاق کو پسند کرتا ہے۔[1]

حاتم کی بیٹی کے ساتھ اس سلوک کا یہ اثر ہوا کہ اپنے قبیلے میں واپس پہنچنے کے بعد اس نے اپنے بھائی عدی بن حاتم کو تیار کیا کہ وہ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے، عدی اپنی بہن کے سمجھانے پر پیغمبرؐ کے پاس پہنچا اور اسلام قبول کرلیا اور پھر صدر اسلام کے نمایاں مسلمانوں، حضرت علیؑ کے جان نثاروں اور ان کے پیروکاروں میں شامل ہو گیا۔[2]

باففیلت اسیر

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ پیغمبرؐ کے پاس کچھ اسیر لائے گئے آپ نے ایک کے علاوہ سارے اسیروں کو قتل کرنے کا حکم دیدیا اس شخص نے کہا: کہ ان لوگوں میں سے صرف مجھ کو آپ نے کیوں آزاد کر دیا؟

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مجھ کو جبرئیل نے خدا کی طرف سے خبر دی کہ تیرے اندر

---

[1] محجۃ البیضاء ج 4 ص 132۔

[2] سیرہ ابن ہشام ج 4 ص 227۔

پانچ خصلتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتا ہے:

1۔ اپنی بیوی اور محرم عورتوں کے بارے میں تیرے اندر بہت زیادہ غیرت ہے

2۔ سخاوت

3۔ حسن اخلاق

4۔ راست گوئی

5۔ شجاعت یہ سنتے ہی وہ شخص مسلمان ہو گیا کیسا بہتر اسلام۔ [1]

نیک اقدار کو زندہ کرنا اور وجود میں لانا

اسلام سے پہلے عرب کا معاشرہ قومی تعصب اور جاہلی افکار کا شکار تھا، مادی اقدار جیسے دولت، نسل، زبان، رنگ، قومیت یہ ساری چیزیں برتری کا معیار شمار کی جاتی رہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی وجہ سے یہ قدریں بدل گئیں اور معنوی فضائل کے احیاء کا زمانہ آگیا، قرآن نے متعدد آیتوں میں تقوی، جہاد، شہادت، ہجرت اور علم کو معیار فضیلت قرار دیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ. [2]

جو لوگ ایمان لائے، وطن سے ہجرت کی اور راہ خدا میں جان و مال سے جہاد کیا وہ خدا کے نزدیک بلند درجہ رکھتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ [3]

---

[1] بحار الانوار ج 18 ص 108

[2] سورہ توبہ 20

[3] حجرات 13

تم میں جو سب سے زیادہ تقوی والا ہے وہی خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ انسان ساز مکتب کے مبلغ ہیں آپؐ امت اسلامی کے اسوہ کے عنوان سے ایسے اخلاقی فضائل اور معنوی قدرو قیمت رکھنے والوں کی بہت عزت کرتے تھے اور جو لوگ ایمان، ہجرت اور جہاد میں زیادہ سابقہ رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک وہ مخصوص احترام کے مالک تھے۔

رخصت اور استقبال

مشرکین کی ایذا اور رسانی کی بنا پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ مکہ سے ہجرت کر جائیں جب جعفر بن ابی طالب حبشہ کی طرف روانہ ہوئے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دور تک ان کے ساتھ ساتھ گئے اور آپؐ نے دعا فرمائی اور جب چند سال بعد وہ اس سرزمین سے واپس پلٹے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ قدم تک ان کے استقبال کیلئے آگے بڑھے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور چونکہ ان کی حبشہ سے واپسی فتح خیبر کے بعد ہوئی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

............نہیں معلوم کہ میں فتح خیبر کیلئے خوشی مناؤں یا جعفر کے واپس آجانے کی خوشی مناؤں [1]

انصار کی دلجوئی

فتح مکہ کے بعد کفار سے مسلمانوں کی ایک جنگ ہوئی جس کا نام حنین تھا اس جنگ

---

[1] مکارم الاخلاق ص239

میں مسلمانوں کو فتح ملی تھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ حنین کے بعد مال غنیمت تقسیم کرتے وقت مہاجر و انصار میں سے کچھ لوگوں کو کچھ کم حصہ دیا اور مؤلفۃ القلوبکو کہ جو ابھی نئے مسلمان تھے زیادہ حصہ دیا۔

انصار میں سے بعض نوجوان ناراض ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچازاد بھائیوں اور اپنے عزیزوں کو زیادہ چاہتے ہیں اس لئے ان کو زیادہ مال دے رہے ہیں حالانکہ ابھی ہماری تلواروں سے مشرکین کا خون ٹپک رہا ہے اور ہمارے ہاتھوں سے سخت کام آسان ہو رہے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق سعد بن عبادہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور بولے جو بخشش و عنایت آپؐ نے قبائل عرب اور قریش پر کئے ہیں، انصار کے اوپر وہ عنایت نہیں ہوئی ہیں اس لئے انصار اس بات پر ناراض ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ لگانے کا حکم دیا، خیمہ لگایا گیا پھر آپؐ نے فرمایا: فقط انصار خیمہ میں آئیں،

آپؐ خود علی علیہ السلام کے ساتھ تشریف فرما ہوئے، جب انصار جمع ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا: میں تم لوگوں سے کیا سن رہا ہوں کیا یہ باتیں تمہارے لئے مناسب ہیں؟

ان لوگوں نے کہا کہ یہ باتیں ناتجربہ کار نوجوانوں نے کہی ہیں انصار کے بزرگوں نے یہ باتیں نہیں کہی ہیں، پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نعمتوں کو شمار کرایا جو خداوند عالم نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کے سایہ میں ان کو عطا کی تھیں اس پر انصار نے گریہ کیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دے کر کہا: ہم آپؐ کی اطاعت کو دوست رکھتے ہیں مال کو دوست نہیں رکھتے ہم آپؐ کے دنیا سے چلے جانے اور آپؐ کی جدائی سے ڈرتے ہیں، نہ کہ کم سرمایہ سے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمانہ جاہلیت سے ابھی قریش کا فاصلہ کم ہے، مقتولین کی مصیبت برداشت کئے ہوئے ابھی تھوڑی دن گذرے ہیں میں نے چاہا کہ ان کی مصیبت

ختم کردوں اور ان کے دلوں میں ایمان بھر دوں۔

اے انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور گوسفند لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے گھر واپس جاؤ،

بیشک! انصار ہمارے راز کے امین ہیں، اگر تمام لوگ ایک راستے سے جائیں اور انصار دوسرے راستے سے گذریں تو میں اس راستے سے جاؤں گا جس سے انصار جارہے ہیں۔ اس لئے کہ انصار ہمارے اندرونی اور ہمارے جسم سے لپٹے ہوئے لباس ہیں اور دوسرے افراد ظاہری لباس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ [1]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی عزت وتکریم کی اور چونکہ انہوں نے اسلام کیلئے گذشتہ زمانہ میں جد و جہد کی تھی اور اسلام کی نشر و اشاعت کے راستہ میں فداکاری کا ثبوت دیا تھا اس بنا پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے سے قریب سمجھا اور اس طرح ان کی دلجوئی کی۔

جانبازوں کا بدرقہ اور استقبال

سنہ 8 ھ میں واقع ہونے والی جنگ موتہ میں لشکر بھیجتے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر تیار کر لینے کے بعد لشکر کے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر بدرقہ کیلئے مدینہ سے ایک فرسخ تک تشریف لے گئے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر ان کے ساتھ ادا کی اور لشکر کا سپہ سالار معین فرمایا، سپاہیوں کیلئے دعا کی اس کے بعد ثنیۃ الوداع نامی جگہ تک جو مکہ کے قریب ہے ان کے ساتھ ساتھ تشریف لے گئے اور ان کے لئے جنگی احکام صادر فرمائے۔ [2]

---

[1] ناسخ التواریخ ج3 ص132، 134۔

[2] السیرۃ الحلبی ج3 ص68۔

سنہ 8 ھ میں واقع ہونے والے غزوہ ذات السلاسل کے بعد جب علی علیہ السلام جانبازان اسلام کے ساتھ فتح پا کر واپس پلٹے تو اس موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو فتح کی خبر دی اور مدینہ والوں کے ساتھ مدینہ سے تین میل دور جا کر ان کا استقبال کیا، جب علی علیہ السلام نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑے آنحضرت ﷺ بھی گھوڑے سے اتر پڑے علی علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا ان کے چہرہ سے گرد وغبار صاف کیا اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ يَا عَلِيُّ الَّذِي شَدَّ بِكَ أَزْرِي وَقَوّٰى بِكَ ظَهْرِي.[1]

اے علی خدا کی حمد ہے کہ اس نے تمہارے ذریعہ سے ہماری کمر مضبوط کی اور تمہارے وسیلہ سے اس نے دشمنوں پر ہمیں قوت بخشی اور مدد کی۔[2]

جب رسول خدا ﷺ کو فتح خیبر کی خبر دی گئی تو آپ بہت خوش ہوئے اور حضرت علی کے استقبال کو آگے بڑھے ان کو گلے سے لگایا پیشانی کا بوسہ دیا اور فرمایا: خدا تم سے راضی ہے تمہاری کوشش اور جد وجہد کی خبریں ہم تک پہنچیں، میں بھی تم سے راضی ہوں،

حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں بھر آئیں۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اے علی! یہ خوشی کے آنسو ہیں یا غم کے؟

آپ نے کہا: خوشی کے اور میں کیوں نہ خوش ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہیں؟

پیغمبر ﷺ نے فرمایا: صرف میں ہی تم سے راضی نہیں ہوں بلکہ خدا، ملائکہ، جبرئیل اور میکائیل سب تم سے راضی ہیں۔[3]

---

[1] تفسیر فرات الکوفی/598 / [سورۃ العادیات(100): الآیات 1 الی 11] ..... ص: 591

[2] ناسخ التواریخ ج2 ص 357

[3] ناسخ التواریخ ج2 ص289

جہاد میں پیش قدمی کرنے والوں کا اکرام

مسلمانوں اور کفار کے درمیان جو پہلی جنگ ہوئی وہ۔ جنگ بدر تھی جن لوگوں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کی تھی وہ اہل بدر کے عنوان سے پیغمبر اکرم ﷺ اور صدر اسلام کے مسلمانوں کے نزدیک خصوصیت کے حامل تھے۔

حضرت پیغمبر اعظم ﷺ جمعہ کے دن صفہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ کم تھی (رسول خدا ﷺ مہاجرین و انصار میں سے اہل بدر کی تکریم کر رہے تھے) اسی حال میں اہل بدر میں سے کچھ لوگ منجملہ ان کے ثابت ابن قیس بزم میں وارد ہوئے اور پیغمبر ﷺ کے روبرو کھڑے ہو کر فرمایا:

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اس کے بعد ثابت نے مسلمانوں کو سلام کیا مسلمانوں نے بھی جواب سلام دیا وہ اسی طرح کھڑے رہے اور رسول خدا ﷺ کے پاس جمع ہونے والی بھیڑ کی طرف دیکھتے رہے لیکن ان کو کسی نے جگہ نہیں دی پیغمبر ﷺ پر یہ بات بہت گراں گذری۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے مہاجرین و انصار میں سے چند افراد سے کہ جو اہل بدر میں سے نہیں تھے کہا: فلاں فلاں تم اٹھو۔

پھر اہل بدر میں سے جتنے لوگ وہاں موجود تھے اتنے ہی دوسرے افراد کو اٹھا کر اہل بدر کو بٹھایا یہ بات ان لوگوں کو بری لگی جن کو پیغمبر ﷺ نے اٹھایا تھا ان کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دکھائی دینے لگے، منافقین میں سے کچھ لوگوں نے مسلمانوں سے کہا کہ کیا تم یہ تصور کرتے ہو کہ تمہارا پیغمبر ﷺ عدالت سے کام لیتا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر اس جگہ انہوں نے عدالت سے کیوں نہیں کام لیا؟ پیغمبر ﷺ نے ان کو اپنی جگہ سے کیوں اٹھا دیا جو پہلے

سے بیٹھے ہوئے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب رہیں؟ اور ان افراد کو ان کی جگہ پر کیوں بٹھا دیا جو بعد میں آئے تھے؟ اس وقت آیہ کریمہ نازل ہوئی:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا [1]

اے اہل ایمان جب تم سے کہا جائے کہ اپنی اپنی مجلس میں ایک دوسرے کیلئے جگہ کشادہ کردو تو خدا کا حکم سنو اور جگہ چھوڑ دو تا کہ خدا تمہارے (مکان ومنزلت) میں وسعت دے اور جب یہ کہا جائے کہ اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ تب بھی حکم خدا کی اطاعت کرو۔ [2]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل بدر کا احترام کرنا اسلامی معاشرہ میں بلند معنوی قدروں کی احیاء اور راہ خدا میں جہاد کے سلسلہ میں پیش قدمی کرنے والوں کے بلند مقام کا پتہ دیتا ہے اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق صدر اسلام کے مسلمانوں کے درمیان اہل بدر خاص احترام اور امتیاز کے حامل تھے۔

شہداء اور ان کے خاندان کا اکرام

سنہ 8 ھ میں جنگ موتہ میں لشکر اسلام کی سپہ سالاری کرتے ہوئے جعفر ابن ابی طالب نے گھمسان کی جنگ میں اپنے دونوں ہاتھ راہ خدا میں دے دیئے اور زخموں سے چور ہوکر درجہ شہادت پر فائز ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بلند مرتبہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] مجادلہ 11۔

[2] بحار ج 17 ص 24

إن الله قد أبدله بيديه، جناحين يطير بهما في الجنة حيث يشاء. [1]

خداوند عالم نے جعفر کو ان کے دونوں بازوں کے بدلے دو پر عنایت کئے ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں ان کے سہارے پرواز کرتے چلے جاتے ہیں۔

اسی جنگ کے بعد جب لشکر اسلام مدینہ واپس آیا تو رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کے ساتھ ان کے استقبال کو تشریف لے گئے، ترانہ پڑھنے والے بچوں کا ایک گروہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھا، رسول خدا ﷺ مرکب پر سوار چلے جارہے تھے آپؐ نے فرمایا: بچوں کو بھی سوار کرلو اور جعفر کے بچوں کو مجھے دیدو پھر آپؐ نے۔۔ عبداللہ بن جعفر کو جن کے باپ شہید ہو چکے تھے اپنی سواری پر اپنے آگے بٹھایا۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ میں تم کو تعزیت و مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ تمہارے والد ملائکہ کے ساتھ آسمان میں پرواز کر رہے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نقل کرتے ہیں کہ جعفر ابن ابی طالب کی شہادت کے بعد رسول خدا ﷺ ان کے بیٹے اور بیوی اسماء بنت عمیس کے پاس پہنچے، اسماء بیان فرماتی ہیں کہ جب پیغمبر ﷺ ہمارے گھر میں وارد ہوئے تو اس وقت میں آٹا گوندھ رہی تھی۔

حضرت ﷺ نے مجھ سے پوچھا تمہارے بچے کہاں ہیں؟ میں اپنے تینوں بیٹوں عبداللہ، محمد اور عون کو لے آئی، آپؐ نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا اور سینہ سے لگایا آپ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسوں جاری تھے۔

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ پر ہمارے ماں باپ فدا ہو جائیں آپؐ ہمارے بچوں کے ساتھ یتیموں کا سا سلوک کیوں کر رہے ہیں کیا جعفر شہید ہو گئے ہیں؟

آنحضرت ﷺ کے گریہ میں اضافہ ہو گیا ارشاد فرمایا: خدا جعفر پر اپنی رحمت

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ ج2 ص68

نازل کرے یہ سنتے ہی صدائے نالہ وشیون بلند ہوئی بنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ علیہا السلام نے ہمارے رونے کی آواز سنی تو انہوں نے بھی گریہ فرمایا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکلے حالت یہ تھی کہ آپؐ اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پا رہے تھے اور یہ فرمایا کہ گریہ کرنے والے جعفر پر گریہ کریں۔ [1]

اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے آپؐ نے ارشاد فرمایا: جعفر کے اہل و عیال کیلئے کھانا تیار کرو اور ان کے پاس لے جاؤ اس لئے کہ وہ لوگ آہ وفغان میں مشغول سنہ 8 ھ میں واقع ہونے والے غزوہ ذات السلاسل کے بعد جب علی علیہ السلام جانبازان اسلام کے ساتھ فتح بات سنت قرار پائی خود عبداللہ بن جعفر کے قول کے مطابق وہ لوگ تین دن تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مہمان رہے۔

ہمارے معاشرہ میں آج جو رواج ہے وہ سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برعکس ہے ہم آج دیکھتے ہیں کہ مصیبت زدہ کنبہ کے اقرباء اور رشتہ دار چند دنوں تک عزادار کے گھر مہمان رہتے ہیں، جبکہ سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

ایمان یا دولت

تاریخ میں ہمیشہ یہ دیکھا گیا ہے کہ پیغمبروں کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے اور کان دھرنے والے زیادہ تر محروم اور مصیبت زدہ افراد ہی ہوتے تھے دولت مندوں اور مستکبرین نے خدا کے پیغمبروں سے ہمیشہ مقابلہ کیا اور حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کرتے رہے اگر انہوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ظاہراً ایمان قبول کر لیا تو اسی برتری کے جذبہ کی بنا پر دوسروں سے زیادہ امتیاز کے طلبگار رہے اشراف و قبائل عرب کے رئیسوں کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ آپؐ ان سے اور فقیر اور محروم مومنین

---

[1] تاریخ یعقوبی ج 2 ص 289

سے مساوی سلوک کیا کرتے تھے بلکہ غلاموں اور ستائے ہوئے محروم افراد پر آپؐ زیادہ توجہ فرماتے تھے اس لئے کہ ان کے پاس خالص ایمان تھا اور راہ اسلام میں دوسروں سے زیادہ یہ افراد فدا کاری کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ایک دن، سلمان، بلال، عمار اور غلاموں اور نادار مسلمانوں کی ایک جماعت رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی بزرگان قریش اور نئے مسلمان ہونے والوں میں سے چند افراد آپؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کاش ناداروں اور غلاموں کی اس جماعت کو آپ الگ ہی رکھتے یا ان کو اور ہم لوگوں کو ایک ہی نشست میں جگہ نہ دیتے آخر اس میں حرج ہی کیا ہے جب ہم یہاں سے چلے جاتے تب یہ لوگ آتے، اس لئے کہ دور و نزدیک کے اشراف عرب آپؐ کے پاس آتے ہیں ہم یہ نہیں چاہتے کہ وہ ہم کو اور ان لوگوں کو ایک ہی نشست میں دیکھیں۔

فرشتہ وحی ان کے جواب میں آیت لے کر نازل ہوا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ [1]

جو لوگ صبح و شام خدا کو پکارتے ہیں اور جنکا مقصود خدا ہے ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹاؤ اس لئے کہ نہ تو آپ کے ذمہ ان کا حساب اور نہ ان کے ذمہ آپ کا حساب ہے لہٰذا تم اگر ان خدا پرستوں کو اپنے پاس سے بھگا دو گے تو ظالمین میں سے ہو جاؤ گے [2]

اسی آیت کے نازل ہونے کے بعد فقراء مؤمنین پر رسول خدا ﷺ کی عنایت اور

---

[1] انعام 25

[2] ناسخ التواریخ ج 4 ص 83

زیادہ ہوگئی۔

ثروت مند شرفاء یا غریب مومن

سہل بن سعد سے منقول ہے کہ ایک شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گذرا حضرتؐ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا: اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

لوگوں نے کہا کہ وہ شرفاء میں سے ہے کسی شائستہ انسان کے یہاں یہ پیغام عقد دے تو لوگ اس کو لڑکی دے دیں گے، اگر کسی کی سفارش کردے تو لوگ اسے قبول کریں گے، اگر یہ کوئی بات کہے تو لوگ اس کو سنیں گے،

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہوگئے تھوڑی دیر بعد ایک غریب مسلمان کا ادھر سے گذر ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

لوگوں نے کہا بہتر یہی ہے کہ اگر یہ لڑکی مانگے تو لوگ اس کو لڑکی نہ دیں، اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش نہیں سنی جائے، اگر یہ کوئی بات کہے تو اس پر کان نہیں دھرے جائیں گے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اس مالدار شخص اور اسی جیسی بھری ہوئی دنیا سے تنہا بہتر ہے۔[1]

خلاصہ درس

1) امت اسلام کی رہبری اور الٰہی پیغام پہنچانے کا منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد تھا اس وجہ سے آپؐ کو مختلف طبقات کے افراد و اقوام سے ملنا پڑتا تھا ان

---

[1] پیامبر رحمت صدر بلاغی ص 61

لوگوں کے ساتھ آپ کا کردار ساز سلوک توحید کی طرف دعوت کا سبب تھا۔

2) صاحبان فضیلت وکرامت کے ساتھ چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھے اخلاق اور احترام سے پیش آتے تھے۔

3) جن لوگوں کو اسلام میں سبقت حاصل ہے اور اسلام کی نشرو اشاعت میں جاں نثاری اور کوشش کی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کا احترام کیا اور ان کو اپنے سے بہت نزدیک جانا۔

4) اسلامی معاشرہ میں معنویت کی اعلی قدروں کے احیاء کیلئے پیش قدمی کرنے والوں اور راہ خدا میں جہاد کرنے والوں اہل بدر کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزت سے پیش آتے اور ان لوگوں کیلئے خاص امتیاز و احترام کے قائل رہے۔

5) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دولت مندوں سے زیادہ غریب مؤمنین پر لطف و عنایت کی اس لئے کہ یہ خالص ایمان کے حامل تھے اور اسلام کی راہ میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاں نثاری کا ثبوت دیتے تھے۔

6) مؤلفۃ القلوب ایک وسیع المعنی لفظ ہے جو کہ ضعیف الایمان مسلمانوں کیلئے بھی بولا جاتا ہے اور ان کفار کیلئے بھی جن کو اسلام کی طرف بلانا مقصود ہوتا کہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کی ترغیب دی جائے۔[1]

سوالات

1۔ مقصد بعثت کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول پیش کیجئے؟

2۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلوک اور برتاو کا معاشرہ پر کیا اثر پڑا؟ ایک مثال کے

---

[1] جواہر الکلام ج 1 ص 341 طبع۔

ذریعہ اختصار سے لکھیے؟

3۔ مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا سلوک کیا؟ اس کے دو نمونے پیش کیجیے؟

4۔ شہداء کے گھر والوں کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا سلوک کرتے تھے تحریر فرمایئے اور یہ بھی بیان کیجیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس عمل کو اپنی سنت قرار دیا ہے؟

5۔ امیروں کے مقابل غریبوں کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلوک کو بیان کرتے ہوئے ایک مثال پیش کیجیے۔

چوتھا سبق

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانیاں

محبت اور مہربانی پیغمبر اکرم ﷺ کا وہ اخلاقی اصول تھا جو آپؐ کے معاشرتی معاملات میں ظاہر ہوتا تھا۔ آپؐ کے رحم و عطوفت کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ تمام لوگوں کو اس سے فیض پہنچتا رہتا تھا گھر کے نزدیک ترین افراد سے لے کر اصحاب باوفا تک نیز بچے۔ یتیم۔ گناہگار۔ گمراہ اور دشمنوں کے قیدی افراد تک آپؐ کی رحمت کے سایہ میں آجاتے تھے یہ رحمت الٰہی کا پرتو تھا جو آپؐ کے وجود مقدس میں تجلی کیے ہوئے تھا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ [1]

رحمت خدا نے آپ کو مہربان بنا دیا۔

گھر والوں سے محبت و مہربانی

جب گھر کا ماحول پیار و محبت اور لطف و عطوفت سے سرشار ہوتا ہے تو وہ مستحکم ہو کر بافضیلت نسل کے ارتقاء کا مرکز بن جاتا ہے۔ رسول خدا ﷺ گھر کے اندر محبت و مہربانی کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ گھر کے اندر آپؐ اپنے ہاتھوں سے کپڑے سیتے۔ دروازہ کھولتے بھیڑ اور اونٹنی کا دودھ دوہتے جب کبھی آپ کا خادم تھک جاتا تو خود ہی جو یا گیہوں سے آٹا تیار کر لیتے۔ رات کو سوتے وقت وضو کا پانی اپنے پاس رکھ کر سوتے۔ گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے

---

[1] آل عمران 159

کا کام خود انجام دیتے اور اپنے خاندان کی مشکلوں میں ان کی مدد کرتے۔ [1]

اسی وجہ سے آپؐ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي. [2]

يَاخِيَارُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ النِّسَائِي. [3]

یعنی تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں تم سے اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہوں یا یہ کہ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرے اور میں تم سے اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہوں۔

خدمتگار کے ساتھ مہربانی

اپنے ماتحت افراد اور خدمتگاروں کے ساتھ آپؐ کا محبت آمیز سلوک آپؐ کی مہربانی کا ایک دوسرا رخ ہے انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے دس سال تک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی لیکن آپؐ نے مجھ سے کلمہ اف تک نہیں فرمایا۔ اور یہ بھی کبھی نہیں کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا یا فلاں کام کیوں نہیں کیا۔

انس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شربت سے افطار فرماتے تھے اور سحر میں دوسرا شربت نوش فرماتے تھے اور کبھی تو ایسا ہوتا کہ افطار اور سحر کیلئے ایک مشروب سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی وہ مشروب یا تو دودھ ہوتا تھا یا پھر پانی میں بھیگی ہوئی روٹی۔

---

[1] سنن النبی ص73

[2] مکارم الاخلاق ص216

[3] محجۃ البیضاء ج3 ص98

ایک رات میں نے مشروب تیار کرلیا حضرت ﷺ کے آنے میں دیر ہوئی تو میں نے سوچا کہ اصحاب میں سے کسی نے آپؐ کی دعوت کردی ہوگی۔ یہ سوچ کر میں وہ مشروب پی گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول خدا ﷺ تشریف لائے میں نے ایک صحابی سے پوچھا حضور ﷺ نے افطار کرلیا؟ کیا کسی نے آپؐ کی دعوت کی تھی؟

انہوں نے فرمایا: نہیں۔

اس رات میں صبح تک غم واندوہ میں ایسا مبتلا رہا کہ خدا ہی جانتا ہے اس لئے کہ ہر آن میں مجھے یہ کھٹکا لگا رہا کہ کہیں حضرت ﷺ وہ مشروب مانگ نہ لیں اگر آپؐ مانگ لیں گے تو میں کہاں سے لاوں گا یہاں تک کہ صبح ہوگئی حضرت نے روزہ رکھ لیا لیکن اس کے بعد آپؐ نے اس مشروب کے بارے میں مجھ سے کبھی کچھ نہیں پوچھا اور اس کا کبھی کوئی ذکر نہیں فرمایا: [1]

امام زین العابدین علیہ السلام کا خادم

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے غلام کو دو مرتبہ آواز دی لیکن اس نے جواب نہیں دیا، تیسری بار امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم میری آواز نہیں سن رہے ہو؟

اس نے کہا کیوں نہیں،

آپ نے فرمایا: پھر جواب کیوں نہیں دیتے؟

اس نے کہا کہ چونکہ کوئی خوف نہیں تھا اس لئے میں نے اپنے کو محفوظ سمجھا،

امام نے فرمایا: خدا کی حمد ہے کہ میرے غلام اور نوکر مجھ کو ایسا سمجھتے ہیں اور اپنے کو

---

[1] منتھی الآمال ج ص 18، مطبوعہ کتابفروشی علمیہ اسلامیہ

محفوظ محسوس کرتے ہیں اور اپنے دل میں میری طرف سے کوئی خوف محسوس نہیں کرتے [1]

اصحاب سے محبت

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملت اسلامیہ کے قائد ہونے کے ناتے توحید پر ایمان لانے والوں اور رسالت کے پروانوں پر خلوص ومحبت کی خاص بارش کیا کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے اصحاب کے حالات معلوم کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی کیا کرتے اور ان اگر تین دن گزرے میں کسی ایک صحابی کو نہ دیکھتے تو اس کے حالات معلوم کرتے اور اگر یہ خبر ملتی تھی کہ کوئی سفر میں گیا ہوا ہے تو اس کے لئے دعا کرتے تھے اور اگر وہ وطن میں ہو تو ان سے ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے۔ اگر وہ بیمار ہوتے تو ان کی عیادت کرتے تھے۔ [2]

جابر پر مہربانی

جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں انیس جنگوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، ایک جنگ میں جاتے وقت میرا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں کے پیچھے تھے، کمزور افراد کو قافلہ تک پہنچاتے اور ان کے لئے دعا فرماتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک آئے اور پوچھا: تم کون ہو؟

میں نے کہا میں جابر ہوں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔

آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟

میں نے کہا: میرا اونٹ تھک گیا ہے۔

---

[1] بحار الانوار ج 46 ص 56

[2] سنن النبی ص 51

آپؐ نے مجھ سے پوچھا: تمہارے پاس عصا ہے؟

میں نے عرض کی: جی ہاں!

آپؐ نے عصا لے کر اونٹ کی پیٹھ پر مارا اور اٹھا کر چلتا کر دیا پھر مجھ سے فرمایا: سوار ہو جاؤ جب میں سوار ہوا تو حضرت ﷺ کے اعجاز سے میرا اونٹ آپؐ کے اونٹ سے آگے چل رہا تھا، اس رات پیغمبر ﷺ نے 25 مرتبہ میرے لئے استغفار فرمایا[1]

بچوں اور یتیموں پر مہربانی

بچہ پاک فطرت اور شفاف دل کا مالک ہوتا ہے اس کے دل میں ہر طرح کے بیج کے پھولنے پھلنے کی صلاحیت ہوتی ہے بچہ پر لطف و مہربانی اور اس کی صحیح تربیت اس کے اخلاقی نمو اور اندرونی استعداد کے پھلنے پھولنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے یہ بات ان یتیموں کیلئے اور بھی زیادہ موثر ہے جو بہت زیادہ محبت اور عطوفت کے محتاج ہیں اور یہ چیز اندرونی پیچیدگیوں کے سلجھانے کیلئے اور احساس کمتری کو دور کرنے میں بہت مہم اثر رکھتی ہے۔

رسول اعظم ﷺ کی زندگی میں رحمت نے اتنی وسعت حاصل کی کہ آپؐ کی محبت کی گرمی نے تمام افسردہ اور بے مہری کی ٹھنڈک میں ٹھٹھری والوں کو اپنے دامن میں چھپا لیا تھا بچوں اور یتیموں سے آپ کا سلوک آپ کی زندگی کا درخشان پہلو ہے۔

رسول مقبول ﷺ کے پاس لوگ بچوں کو لاتے تھے تاکہ آپ ان کے لئے دعا کریں اور ان کا نام رکھدیں پیغمبر ﷺ بچے کو اپنی گود میں بٹھاتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ بچہ گود نجس کر دیتا تھا، جو لوگ حضرت ﷺ کے پاس ہوتے تھے وہ یہ دیکھ کر چلانے لگتے تھے لیکن نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ بچے کو ڈانٹ کر پیشاب کرنے سے نہ روکو اسے

---

[1] حیواۃ القلوب ج 2 ص 127

پیشاب کرنے دو تا کہ وہ پیشاب کرلے جب دعا اور نام رکھنے کا کام ختم ہو جاتا تھا تو بچے کے وارث نہایت خوشی کے ساتھ بچے کو لے لیتے تھے ایسے موقع پر پیغمبر ﷺ کے چہرہ پر کبھی ناراضگی نہیں نظر آتی تھی رسول اکرم ﷺ اس کے بعد اپنا لباس پاک کر لیتے تھے۔ [1]

امام علیہ السلام یتیموں کے باپ

حبیب ابن ثابت سے منقول ہے کہ کچھ انجیر اور شہد ہمدان و حلوان سے حضرت علی علیہ السلام کیلئے لائے گئے (ہمدان و حلوان میں انجیر کے درخت بہت ہیں اور وہاں کا انجیر مشہور بھی ہے) امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ یتیم بچوں کو بلایا جائے بچے آ گئے تو آپ نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ خود بڑھ کر شہد کے مشک سے شہد لے کر کھالیں اور اپنی انگلیوں سے چاٹ لیں لیکن دوسرے افراد کو آپ نے برتن میں رکھ کر اپنے ہاتھوں سے بانٹا، لوگوں نے حضرت پر اعتراض کیا کہ آپ نے یتیموں کو کیوں اجازت دے دی کہ وہ اپنی انگلیوں سے مشک میں سے چاٹ لیں اور خود کھائیں؟ آپ نے فرمایا: امام یتیموں کا باپ ہوتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے بچوں کی طرح ان کو بھی اجازت دے تا کہ وہ احساس یتیمی نہ کریں۔ [2]

گناہگاروں پر مہربانی

حضرت محمد مصطفی ﷺ باوجودی کہ ایک اہم فریضہ اور رسالت کی بڑی ذمہ داری کے حامل تھے مگر آپؐ نے گنہگاروں کے ساتھ کبھی کسی متکبرانہ جابروں جیسا برتاؤ نہیں کیا بلکہ آپؐ

---

[1] سنن النبی ص 50

[2] بحار الانوار ج/41 ص 123

نے ہمیشہ ان کے ساتھ لطف و رحمت کا ہی سلوک کیا، ان کی گمراہی پر ایک شفیق باپ کی طرح رنجیدہ رہے اور ان کی نجات کیلئے آخری حد تک کوشش کرتے رہے اکثر ایسا ہوتا کہ گناہگار آپؐ کے پاس آتے اپنے گناہ کا اعتراف کرتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوشش یہی رہتی کہ لوگ اعتراف کرنے سے باز آجائیں تاکہ حضور ان پر حد الٰہی جاری کرنے کیلئے مجبور نہ ہوں اور ان کا کام خدا کی وسیع رحمت کے حوالہ ہو جائے۔ [1]

سنہ 8ھ میں قبیلہ غامد کی ایک عورت جس کا نام سبیعہ تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نے زنا کیا ہے آپ مجھ پر حد جاری کریں تاکہ میں پاک ہو جاؤں۔

آپ نے فرمایا: جاؤ توبہ کرو اور خدا سے معافی مانگ لو اس نے کہا کہ کیا آپ مجھ کو ماعز ابن مالک (ماعز بن مالک وہ شخص تھا جو زنا کے اقرار کیلئے چند مرتبہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپؐ نے اسے ہر دفعہ لوٹا دیا کہ وہ اقرار سے ہاتھ کھینچ لے۔ [2]) کی طرح واپس کر دینا چاہتے ہیں؟

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا زنا سے حمل بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے آپ نے فرمایا: وضع حمل ہو جانے دو پھر اس کو انصار میں سے ایک شخص کے سپرد کیا تاکہ وہ اس کی سرپرستی کرے جب بچہ پیدا ہو گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرے بچہ کو دودھ کون پلائیگا؟ تو جا اور جا کر اسے دودھ پلا کچھ مدت کے بعد جب اس کی دودھ بڑھائی ہو گئی تو وہ عورت اس بچہ کو گود میں لئے ہوئے پھر آئی بچہ کے ہاتھ میں روٹی تھی اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر حد جاری کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

---

[1] صدر بلاغی کی کتاب پیامبر رحمت ص 55،51 سے مستفادہ ہے

[2] فروع کافی ج 7 ص 185۔

آپؐ نے بچہ اس سے لے کر ایک مسلمان کے حوالہ کیا اور پھر حکم دیا اس کو سنگسار کردیا جائے ،لوگ ابھی پتھر مار ہی رہے تھے کہ خالد ابن ولید نے آگے بڑھ کر اس عورت کے سر پر ایک پتھر مارا پتھر کا لگنا تھا کہ خون اچھل کر خالد کے منہ پر پڑا۔ خالد نے غصہ کے عالم میں اس عورت کو برا بھلا کہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے خالد تم اس کو برے الفاظ سے یاد نہ کرو خدا کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے سبیعہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر عشار ایسے توبہ کرے تو خدا اس کے جرم کو بھی معاف کردے۔ پھر آپؐ کے حکم سے لوگ اس عورت کا جسم باہر لائے اور نماز کے بعد اس کو سپرد لحد کردیا گیا۔ [1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت اور مہربانی کا ایک یہ بھی نمونہ ہے کہ آپؐ نے شروع میں اس عورت کو اقرار کرنے سے روکا اس لئے کہ چار مرتبہ اقرار کرنا اجراء حد کا موجب بنتا ہے اور آخر میں حد جاری کرتے وقت اس گنہ گار مجرم کو برا بھلا کہنے سے روکا۔

اسیروں پر مہربانی

اسیر ایک شکست خوردہ دشمن ہے جس کے دل کو محبت کے ذریعہ رام کیا جاسکتا ہے فتح مند رقیب کیلئے اس کے دل میں جو احساس انتقام ہے اس کو ختم کرکے اس کی ہدایت کیلئے زمین ہموار کی جاسکتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف و مہربانی کا ایک مظہر اسیروں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔

ثمامہ ابن اثال کی اسیری

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی سریہ میں ثمامہ ابن اثال کو گرفتار کرکے حضرت

---

[1] ناسخ التواریخ ج3 ص179

رسول اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا ثمامہ اہل یمامہ کے رئیس تھے کہتے ہیں کہ ان کا فیصلہ اہل طئی اور یمن والوں کے درمیان میں بھی مانا جاتا تھا، رسول خدا ﷺ نے آپ کو پہچان لیا اور ان کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا آنحضرت ﷺ روزانہ اپنے گھر سے ان کے لئے کھانا بھیجتے، خود ان کے پاس جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے، ایک دن آپؐ نے ان سے فرمایا میں تم کو تین چیزوں کے منتخب کرنے کا اختیار دیتا ہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ تم کو قتل کر دوں، ثمامہ نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ ایک بہت بڑی شخصیت کو قتل کر ڈالیں گے۔

حضرت نے فرمایا دوسری بات یہ ہے کہ اپنے بدلے کچھ مال فدیہ کے طور پر تم ادا کر دو اور آزاد ہو جاؤ۔ ثمامہ نے کہا اگر ایسا ہوگا تو میرے لئے بہت زیادہ مال ادا کرنا پڑیگا اور میری قیمت بہت زیادہ ہوگی (یعنی میری قوم کو میری آزادی کیلئے بہت مال دینا پڑیگا) کیونکہ میں ایک بڑی شخصیت کا مالک ہوں،

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تیسری صورت یہ ہے میں تجھ پر احسان کروں اور تجھے آزاد کر دوں، ثمامہ نے کہا اگر آپؐ ایسا کریں گے تو مجھے شکر گزار پائیں گے پھر پیغمبر ﷺ کے حکم سے ثمامہ کو آزاد کر دیا گیا۔ ثمامہ نے ایمان لانے کے بعد کہا: خدا کی قسم جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو سمجھ تھا کہ آپ پیغمبر ﷺ ہیں اور اس وقت میں آپؐ سے زیادہ کسی کو دشمن نہیں رکھتا تھا اور اب آپؐ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ [1]

دوسروں کے حقوق کا احترام

کسی بھی معاشرہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ حقوق کی رعایت کی جائے اور ان کو پامال ہونے سے بچایا جائے پیغمبر اکرم ﷺ حق و عدالت قائم کرنے کیلئے اس دنیا میں تشریف

---

[1] سیرت رسول اللہ ﷺ رفیع الدین اسحٰق ابن محمد ہمدانی ج 2 ص 1092

لائے تھے آپؐ کے سماجی کردار میں ایک بات یہ بھی تھی کہ آپؐ دوسروں کے حقوق کا حد درجہ احترام کیا کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک یہودی کے چند دینار قرض تھے، ایک دن اس نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیسے نہیں ہیں لیکن اس نے یہ عذر قبول نہیں کیا، آپؐ نے فرمایا: ہم یہیں بیٹھ جاتے ہیں، پھر یہودی بھی وہیں بیٹھ گیا، یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز وہیں ادا کی اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی کو ڈانٹا کہ تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں بٹھا رکھا ہے؟ لیکن آپؐ نے منع کیا اور فرمایا: کہ خدا نے ہمیں اس لئے مبعوث کیا ہے کہ جو امن وامان میں ہے اس پر یا اس کے علاوہ اور کسی پر ستم کیا جائے، جب صبح ہوئی اور سورج ذرا بلند ہوا تو یہودی نے کہا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

پھر اس نے اپنا آدھا مال راہ خدا میں دے دیا اور کہا میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے جو صفتیں بیان ہوئی ہیں وہ آپؐ میں ہیں یا نہیں ہیں، توریت میں بیان ہوا ہے کہ ان کی جائے پیدائش مکہ، محل ہجرت مدینہ ہے، وہ تند خو نہیں ہوں گے بلند آواز سے اور چیخ کر باتیں نہیں کریں گے اپنی زبان پر فحش باتیں جاری نہیں کریں گے۔ میں نے دیکھا کہ یہ اوصاف آپؐ میں موجود ہیں اور اب یہ آدھا مال آپؐ کے اختیار میں ہے۔ [1]

بیت المال کی حفاظت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاکم اسلام ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے بیت المال کی حفاظت کی عظیم ذمہ داری کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اس لئے کہ بیت المال

---

[1] حیوۃ القلوب ج 2 ص 117

معاشرہ کے تمام افراد کے حقوق سے متعلق ہے۔ غیر مناسب مصرف سے روکنا لازمی ہے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ بھی بڑا سبق آموز ہے۔

سنہ ۹ ھ میں ابن اللبیثہ نامی ایک شخص مسلمانوں کی ایک جماعت میں زکوۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا گیا وہ زکوۃ وصول کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا: یہ زکواۃ ہے اور یہ ہدیہ جو مجھ کو دیا گیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور حمد خدا کے بعد آپؐ نے فرمایا:

ہم نے کچھ لوگوں کو اس کام کے انجام دینے کیلئے بھیجا جس کام کا خدا نے مجھ کو حاکم بنایا ہے، ان میں سے ایک شخص میرے پاس آکر کہتا ہے یہ زکوۃ ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں وہ اپنے گھر ہی میں کیوں نہیں بیٹھا رہتا تا کہ دیکھ لے کہ اس کیلئے کوئی ہدیہ آرہا ہے یا نہیں؟ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص زکوۃ کا مال لیگا تو وہ قیامت کے دن اس کی گردن میں ڈال دیا جائیگا۔ وہ مال اگر اونٹ ہے تو اس کی گردن میں اونٹ ہوگا اور اگر گائے یا گوسفند ہے تو یہی اس کی گردن میں ہوں گے پھر آپؐ نے دومرتبہ فرمایا خدایا میں نے پیغام پہنچادیا[1]۔

حضرت علی علیہ السلام اور بیت المال

جو حضرات عمومی اموال کو خرچ کرنے میں اسلامی اصولوں کی رعایت نہیں کرتے تھے ان کے ساتھ علی کا وہی برتاؤ تھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا اس سلسلہ کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے۔ عبداللہ (یا عبیداللہ) ابن عباس کو ایک خط میں حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ خدا سے ڈرو اور لوگوں کے اس مال کو جو تم نے لے لیا ہے واپس کردو اگر تم یہ کام نہیں کروگے تو خدا

---

[1] تاریخ التواریخ ج 2 ص 159

مجھ کو تم پر قوی بنائیگا اور میں تم پر دسترسی حاصل کر کے تم کو تمہارے کیفر کردار تک پہنچانے میں خدا کے نزدیک معذور ہونگا اور تم کو اس تلوار سے قتل کردوں گا جس سے میں نے جس کو بھی قتل کیا ہے وہ جہنم میں داخل ہوا ہے خدا کی قسم اگر حسن وحسین (علیہما السلام) بھی ایسا کام کرتے جیسا تم نے کیا ہے تو ان سے بھی صلح وموافقت نہیں کرسکتا تھا اور وہ میرے ذریعہ اپنی خواہش تک نہیں پہنچ سکتے تھا یہاں تک کہ میں ان سے حق نے لوں اور جو باطل ان کے ستم سے واقع ہوا ہو اس کو دور کردوں [1]

بے نیازی کا جذبہ پیدا کرنا

ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا اوران کی مشکلات حل کرنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی منصوبوں کا جزء اور اخلاقی خصوصیات کا حصہ تھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا [2] لیکن خاص موقع پر افراد کی عمومی مصلحت کے مطابق یا کبھی معاشرہ کی عمومی مصلحت کے تقاضہ کی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے ایسا رویہ اس لئے اختیار کیا تا لوگوں کے اندر بے نیازی کا حوصلہ پیدا ہوجائے۔

مدد کی درخواست

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی فقر و فاقہ سے عاجز آچکے تھے اپنی بیوی کی تجویز پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تا کہ مدد کی درخواست کریں ابھی وہ اپنی ضرورت کو بیان بھی نہیں کر پائے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی مجھ سے مدد مانگے تو میں اس کی مدد

[1] نہج البلاغہ فیض مکتوب نمبر 41 / ص 958

[2] سنن النبی ص 84

کروں گا لیکن اگر کوئی بے نیازی کا ثبوت دے تو خدا اس کو بے نیاز بنا دے گا، اس صحابی نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اشارہ میری ہی طرف ہے لہٰذا وہ واپس گھر لوٹ گئے اور اپنی بیوی سے ماجرا بیان کیا۔ دوسرے دن پھر غربت کی شدت کی بنا پر رسول ﷺ کی خدمت میں وہی مدعا لے کر حاضر ہوئے مگر دوسرے دن بھی وہی جملہ سنا اور گھر لوٹ آئے، جب تیسری بار رسول اکرم ﷺ سے پھر وہی جملہ سنا تو اپنی مشکل کو حل کرنے کا راستہ پا گئے، انہوں نے صحرا میں جا کر لکڑیاں جمع کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اس کو بیچ کر رزق حاصل کریں کسی سے عاریت ایک کلہاڑی مانگ لائے، پہاڑ پر چلے گئے اور وہاں سے کچھ لکڑیاں کاٹ کر فروخت کر دیں پھر روزانہ کا یہی معمول بن گیا، رفتہ رفتہ وہ اپنے لئے کلہاڑی، بار بردار جانور اور سارے ضروری سامان خرید لائے پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ دولت مند بن گئے بہت سے غلام خرید لئے، چنانچہ ایک روز پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اپنا سارا واقعہ بیان کیا۔

آپؐ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جو مجھ سے مانگے گا میں اس کی مدد کرونگا لیکن اگر بے نیازی اختیار کرے گا تو خدا اس کو بے نیاز کر دے گا۔ [1]

بے نیاز اور ہٹے کٹے آدمی کیلئے صدقہ حلال نہیں

ایک شخص پیغمبر ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا دو دن ہو گئے ہیں میں نے کھانا نہیں کھایا حضرت نے فرمایا: بازار جاؤ اور اپنے لئے روزی تلاش کرو دوسرے دن وہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کل میں بازار گیا تھا مگر وہاں کچھ نہیں ملا کل رات بھوکا ہی سو گیا

حضرت ﷺ نے فرمایا: علیک بالسوق بازار جاؤ تیسرے دن بھی جب اس نے

[1] اصول کافی ج 2 ص 112 باب القناعۃ

یہی جواب سنا تو اٹھ کر بازار کی طرف گیا، وہاں ایک قافلہ آیا ہوا تھا اس شخص نے سامان فروخت کرنے میں ان کی مدد کی آخر میں انہوں نے نفع میں سے کچھ حصہ اس کو دیدیا دوسری بار وہ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ بازار میں مجھے کچھ بھی نہیں ملا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فلاں قافلہ سے تجھ کچھ نہیں ملا؟ اس نے کہا نہیں

حضرت نے فرمایا: کیوں تم کو ان لوگوں نے کچھ نہیں دیا؟

اس شخص نے کہا ہاں دیا، آپؐ نے فرمایا پھر تو نے کیوں جھوٹ بولا؟

اس شخص نے کہا آپؐ سچ فرماتے ہیں میں دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ لوگوں کے اعمال سے باخبر ہیں یا نہیں؟ اور میں یہ چاہتا تھا کہ آپؐ سے بھی کچھ حاصل ہو جائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے ٹھیک کہا، جو شخص بے نیازی سے کام لیگا خدا اس کو بے نیاز کر دے گا اور جو اپنے اوپر سوال کا ایک دروازہ کھولیگا خدا فقر کے ستر (70) دروازے اس کے لئے کھول دے گا ایسے دروازے جو پھر بند ہونے کے قابل نہ ہوں گے،

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جو بے نیاز ہے اس کو صدقہ دینا حلال نہیں ہے اور اسے بھی صدقہ نہیں دینا چاہئے جو صحیح و سالم اعضاء کا مالک ہو اور اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ [1]

ایک دوسرے کی مدد کرنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے رہبر تھے جو خود انسان تھے، انہیں کے درمیان پیدا ہوئے تھے، آپؐ امت سے جدا نہیں تھے کہ اپنے پیروکاروں کو رنج والم میں چھوڑ دیں اور خود آرام و آسائش کی زندگی گزاریں بلکہ ہمیشہ آپؐ ہر میدان میں خود آگے رہے خوشی اور غم میں سب کے شریک اور سعی و کشش میں دوسروں کے دوش بدوش رہتے اور دشواریوں میں جان کی

---

[1] بحار الانوار ج 18 ص 115 طبیروت

بازی لگا دیتے تھے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جب آپ بستر علالت پر تھے، حضرت بلال کو بلایا، پھر مسجد میں تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: اے میرے اصحاب میں تمہارے واسطے کیسا پیغمبر تھا؟ کیا میں نے تمہارے ساتھ جہاد نہیں کیا؟ کیا میرے دانت نہیں ٹوٹے؟ کیا میرا چہرہ غبار آلود نہیں ہوا؟ کیا میرا چہرہ لہولہان نہیں ہوا یہاں تک کہ میری داڑھی خون سے رنگین ہو گئی؟ کیا میں نے اپنی قوم کے نادانوں کے ساتھ حد درجہ تحمل اور بردباری کا مظاہرہ نہیں کیا؟ کیا میں نے اپنے پیٹ پر پتھر نہیں باندھے؟

اصحاب نے کہا: بے شک یا رسول اللہ آپ بڑے صابر رہے اور برے کاموں سے منع کرتے رہے لہٰذا خدا آپ کو بہترین جزا دے،

حضرت ﷺ نے فرمایا: خدا تم کو بھی جزائے خیر عنایت فرمائے۔[1]

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے: میں خندق کھودنے میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کچھ روٹیاں لے کر آئیں، رسول خدا ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: کچھ روٹیاں میں نے حسنؑ و حسینؑ کیلئے پکائی تھیں ان میں سے کچھ آپ کیلئے لائی ہوں۔

حضرت ﷺ نے فرمایا: تین دن سے تیرے باپ نے کچھ نہیں کھایا ہے تین دن کے بعد آج پہلی بار میں کھانا کھا رہا ہوں۔

خندق کھودنے میں رسول اکرم ﷺ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں اور

---

[1] بحار الانوار ج 22/ ص 508

انہیں کی طرح بھوک کی سختی بھی برداشت کر رہے ہیں۔ [1]

دشمنوں کے ساتھ آپ کا برتاو

جنگ کے وقت آپ کی عملی سیرت اور سپاہیوں کو جنگ کیلئے روانہ کرتے وقت اور دشمن سے مقابلہ کے وقت کی ساری باتیں آپ کی بلندی روح اور وحی الٰہی سے ماخوذ ہونے کا پتہ دیتی تھیں نیز وہ باتیں بڑی سبق آموز ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چاہتے تھے کہ لشکر کو روانہ فرمائیں تو سپاہیوں کو اپنے پاس بلا کر نصیحت کرتے اور فرماتے تھے: خدا کا نام لے کر روانہ ہو اور اس سے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اللہ کیلئے جہاد کرو اے لوگو امت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکر نہ کرنا، مال غنیمت میں چوری نہ کرنا، کفار کو مثلہ نہ کرنا، (ان کو قتل کرنے کے بعد ان کے کان ناک اور دوسرے اعضاء کو نہ کاٹنا) بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، جب راہب اپنے غاروں یا عبادت گاہوں میں ہیں ان کو قتل نہ کرنا، درختوں کو جڑ سے نہ اکھاڑنا، مگر مجبوری کی حالت میں، نخلستانوں کو آگ نہ لگا دینا، یا انہیں پانی میں غرق نہ کرنا، میوہ دار درختوں کو نہ توڑنا، کھیتوں کو نہ جلانا، اس لئے کہ ممکن ہے تم کو ان کی ضرورت پڑ جائے، حلال جانوروں کو نابود نہ کر دینا، مگر یہ کہ تمہاری غذا کیلئے ان کو ذبح کرنا ضروری ہو جائے، ہرگز ہرگز مشرکوں کے پانی کو خراب نہ کرنا حیلہ اور خیانت سے کام نہ لینا دشمن پر شبخون نہ مارنا۔

مسلمانوں میں سے چھوٹا یا بڑا کوئی بھی اگر مشرکین کو پناہ دیدے تو اس کو پناہ حاصل ہے، یہاں تک کہ وہ کلام خدا کو سنے اور تم اس کے سامنے اسلام پیش کرو اگر اس نے قبول کیا تو وہ تمہارا دینی بھائی ہے اور اگر اس نے قبول نہیں کیا تو اس کو اس کے ہر امن ٹھکانے تک

---

[1] حیات القلوب ج2 ص119

پہنچادو۔ [1]

خلاصہ درس

1) آنحضرت ﷺ کے سماجی برتاو میں جو اخلاقی اصول نظر آتے ہیں وہ آپؐ کی محبت اور مہربانی کا مظہر ہیں آپؐ کی مہر و محبت کا سایہ اس قدر وسیع تھا کہ گنہگاروں کے سروں پر بھی تھا۔

2) پیغمبر اکرم ﷺ مظہر حق و عدالت تھے، دوسروں کے حقوق کا حد درجہ احترام فرماتے تھے چنانچہ آپؐ کے معاشرتی روابط و برتا اور اصول اخلاق میں سے ایک چیز یہی تھی۔

3) رسول خدا ﷺ حاکم اسلام تھے اور مسلمانوں کے بیت المال کی حفاظت کی بڑی ذمہ داری بھی آپؐ ہی پر عائد ہوتی تھی کیونکہ بیت المال میں معاشرہ کے تمام افراد شریک ہیں اس کو بے جا خرچ ہونے سے بچانا لازمی ہے اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا رویہ بڑا سبق آموز ہے۔

4) حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنا ان کے مشکلات کو حل کرنا آپؐ کی سیرت اور اخلاقی خصوصیات کا جزء تھا پھر بھی خاص موقع پر افراد یا معاشرہ کی عمومی مصلحتوں کے تقاضہ کی بنا پر آپؐ لوگوں میں بے نیازی کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔

5) پیغمبر اکرم ﷺ ہر میدان میں سب سے آگے تھے لوگوں کی خوشی اور غم میں شریک تھے دوسروں کے ساتھ کوشش میں شامل رہتے اور مشکلات نیز سختیوں کو

---

[1] بحار الانوار ج19 ص179، 178، 177

اپنی جان پر جھیل جاتے تھے۔

6) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگ میں حاضر ہوتے وقت کی سیرت عملی یا لشکر کو روانہ کرتے وقت کے احکام اور دشمنوں کے ساتھ سلوک کا جو حکم صادر فرماتے تھے ان کو دیکھنے سے آپؐ کی بلند روح کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ ان تمام باتوں کا تعلق وحی الٰہی سے ہے۔ نیز آپؐ کے دوسرے سبق آموز رویہ کا بھی اسی سے اندازہ ہو جاتا ہے۔

سوالات

1۔ اپنے اہل و عیال اور خاندان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بارے میں حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول بیان فرمایئے

2۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا سلوک تھا اس کا ایک نمونہ پیش کیجئے؟

3۔ اسیروں اور گناہ گاروں کے ساتھ آپؐ کا کیا سلوک تھا؟ اختصار سے بیان فرمایئے

4۔ بیت المال کے سلسلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا رویہ تھا؟

5۔ حاجت مندوں کے ساتھ آپ کا کیا سلوک تھا تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایئے

6۔ جنگوں (غزوات و سرایا) میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا سیرت رہی ہے؟ تفصیل کے ساتھ بیان کیجئے؟

پانچواں سبق

عہد کا پورا کرنا

انسان کی زندگی سماجی زندگی ہے اور سماجی زندگی اپنی نوع کے افراد سے روابط رکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ سماجی زندگی عہد و پیمان کا سرچشمہ ہے اور عہد و پیمان کی رعایت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے اس کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ بغیر اس کے سماجی امن و امان ختم ہو جاتا ہے اور صلح وصفائی کی جگہ جنگ و جدال لے لیتے ہیں۔

اسلام، جس میں بہت بنیادی اور مضبوط سماجی قوانین موجود ہیں اس نے اس اہم اور زندگی ساز اصول کو فراموش نہیں کیا ہے بلکہ اس نے مختلف اوقات میں الگ الگ عنوانات کے ساتھ مسلمانوں کو اس کی رعایت اور تحفظ کی تلقین کی ہے۔

قرآن کریم جو کہ اسلام کی زندہ سند ہے وہ عہد و پیمان کے ساتھ وفاداری کو لازم سمجھتا ہے اور مومنین کو اس رعایت کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ؕ

(اے مومنین تم نے جو پیمان باندھا ہو اس کے وفادار رہو) [1]

دوسری جگہ انسانوں کو قرارداد کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا. [2]

اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو بیشک عہد و پیمان کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔

---

[1] سورہ مائدہ آیت 1

[2] سورہ الاسراء آیت 34

خدا کی طرف سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف بہترین نمونہ کے طور پر کرایا گیا ہے انہوں نے زندگی کی اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا ہے عہد کو پورا کرنا آپؐ ایمان کا جزء سمجھتے تھے آپؐ نے اپنے اصحاب اور پیروکاروں سے عہد و پیمان کی رعایت کرنے کے سلسلہ میں فرمایا:

أَقْرَبُكُمْ مِنِّي غَداً فِي الْمَوْقِفِ أَصْدَقُكُمْ لِلْحَدِيثِ وَآدَاكُمْ لِلْأَمَانَةِ وَأَوْفَاكُمْ بِالْعَهْدِ [1]

کل قیامت میں تم میں سے وہ مجھ سے زیادہ قریب ہوگا جو بات کرنے میں سب سے سچا ہوگا، جو سب سے زیادہ امانتیں ادا کرنے والا ہوگا اور جو اپنے عہد کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ باوفا ہو۔

عہد و پیمان کو پورا کرنے کی اہمیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک اتنی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ. [2]

جو عہد و پیمان کی وفاداری نہ کرے وہ دیندار نہیں ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَفِ إِذَا وَعَدَ. [3]

جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے وعدہ وفا کرنا چاہئے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے بھی مالک اشتر کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ایسا نہ

---

[1] بحار الانوار ج 77 ص 152

[2] بحار الانوار ج 75 ص 92 حدیث 20

[3] اصول کافی ج 4 ص 69

ہو کہ کبھی کسی سے وعدہ کرو اور اس کے خلاف عمل کرو بیشک وعدہ کی خلاف ورزی انسان کو خدا اور بندوں کے نزدیک رسوا کرتی ہے۔[1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد و پیمان

وعدہ پورا کرنے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا بلند مقام و مرتبہ تھا چاہے وہ بعثت سے پہلے کا زمانہ ہو یا بعثت کے بعد کا، چاہے وہ زمانہ ہو جس میں آپؐ نے اپنے اصحاب اور اپنے پیروکاروں کے ساتھ عہد کیا ہو یا وہ وقت جب آپ نے کفار اور دشمنان اسلام کے ساتھ کسی قرارداد کو قبول فرمایا ہو، تمام جگہوں پر آپ اس وقت تک اس عہد و پیمان پر ڈٹے رہتے تھے جب تک مد مقابل نے پیمان شکنی نہ کی ہاں اگر در مقابل عہد شکنی کرتا تو اس صورت عہد پھر دونوں طرف سے ٹوٹ جاتا۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد و پیمان دو قسم کے تھے:

1) آپ کے ذاتی اور شخصی عہد و پیمان کہ جنکا صرف آپ کی ذات سے تعلق تھا مسلمانوں کے معاشرہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

2) آپ کے اجتماعی معاہدے اور سیاسی قراردادیں کہ ایک طرف آپ اسلام کے رہبر کے عنوان سے تھے اور دوسری طرف مسلمان یا مکہ کے مشرکین یا مدینہ کفار اور یہودی تھے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی عہد و یمان

آپؐ کی زندگی میں معمولی اسی وقت بھی آپ کے پسندیدہ اخلاق اور شائستہ رفتار سے آشنا کروانے کیلئے کافی ہے۔

---

[1] بحار الانوار ج 75 ص 96

عبداللہ ابن ابی الحمساء کہتے تھے کہ رسالت پر مبعوث ہونے سے پہلے میں نے آپؐ سے معاملہ کیا تھا، میں ذرا قرضدار ہو گیا تھا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ آپ اسی جگہ ٹھہریں میں آجاؤں گا لیکن اس دن اور اس کے دوسرے دن میں بھول گیا تیسرے دن جب میں وہاں پہنچا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا میں نے کہا آپؐ ابھی تک اسی جگہ ہیں۔

آپ نے فرمایا: جس وقت سے میں نے تم سے وعدہ کیا ہے میں اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ [1]

معاہدہ کی پابندی کا دوسرا نمونہ حلف الفضول کا معاہدہ ہے، یہ وہ معاہدہ ہے جو جاہلیت کے زمانے میں قریش کے کچھ جوانوں نے مظلومین کے حقوق سے دفاع کے لئے کیا تھا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس میں شامل تھے آپ نے صرف بعثت سے پہلے اس معاہدہ پر قائم رہے بلکہ بعثت کے بعد بھی جب کبھی اس کو یاد کر لیتے تو فرماتے کہ میں اس عہد کو توڑنے پر تیار نہیں ہوں چاہے اس کے بدلے میرے سامنے بہت قیمتی چیز ہی کیوں نہ پیش کی جائے۔ [2]

عمار یاسر فرماتے ہیں کہ میں اپنے گوسفند چرا رہا تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی گوسفند چرا رہے تھے ایک دن میں نے آپ سے کہا کہ میں نے مقام فخ میں ایک عمدہ چراگاہ دیکھی ہے کیا آپ کل وہاں چلیں گے؟

آپ نے فرمایا ہاں، جب میں صبح وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آپ پہلے سے موجود ہیں لیکن گوسفند کو چرنے کے لئے چراگاہ میں داخل نہیں ہونے دیا ہے۔

میں نے پوچھا آپ ایسے ہی کیوں کھڑے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں نے تم سے عہد کیا تھا کہ ہم دونوں ملکر گوسفند چرائیں گے۔ مجھے

---

[1] بحار الانوار ج 17 ص 251

[2] سیرہ حلبی ج 2 ص 131

یہ پسند نہیں ہے کہ خلاف وعدہ عمل کروں اور اپنے گوسفند کو تم سے پہلے ہی چرالوں۔ [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تک تم آؤگے اسی پتھر کے کنارے تمہارا منتظر رہوں گا۔ گرمی بہت زیادہ تھی اصحاب نے فرمایا: اے اللہ کے رسول آپ سایہ میں چلے جائیں اور وہاں اس کا انتظار کریں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس سے وعدہ کیا ہے میں یہیں رہونگا اگر وہ نہیں آئیگا تو وعدہ کے خلاف عمل کرے گا۔ [2]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قسم کے سلوک سے اسلام میں وعدہ کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

اجتماعی معاہدوں کی پابندی

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کے بعد اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایک نئے معاشرہ کی تشکیل کی وجہ سے سماجی معاہدوں کی ضرورت محسوس ہوئی اس لئے کہ قریش جو آپ کے بڑے دشمن تھے آپ کو چین سے رہنے نہیں دیتے تھے دوسری طرف مدینہ کے یہودی کہ جو صاحب کتاب تھے لیکن حق کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے وہ اپنی مخصوص ہٹ دھرمی کی وجہ سے کسی ایسے دین کو ماننے پر تیار نہ تھے جس کو غیر بنی اسرائیل کا کوئی شخص لایا ہو سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لائے ہوئے دین کو عالمی دین سمجھتے تھے اسی لئے صرف مدینہ میں رہنے والے محدود افراد پر اکتفاء نہیں کرسکتے تھے اور یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ دوسروں سے کوئی سروکار نہ رکھیں ان پہلوؤں کے پیش نظر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے بعض قبائل سے

---

[1] بحارالانوار ج16 ص 224

[2] بحارالانوار ج95/ 75

دفاعی معاہدہ کیا اس معاہدہ کی بنیاد پر اگر کوئی کسی پر زیادتی کرتا تو دوسرے کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اس سے اپنا دفاع کرے اور بعض لوگوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا تھا کہ تم سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا یعنی طرفین میں کوئی بھی کسی پر نہ زیادتی کرے اور نہ اس کے خلاف کوئی اقدام کرے ان میں سے سب سے اہم معاہدے وہ تھے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش اور مدینہ کے یہودیوں سے کئے تھے۔

مشرکین سے معاہدوں کی پابندی

سنہ 6ھ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ آپ مسجد الحرام میں مناسک حج ادا کر رہے ہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس خواب کو اپنے اصحاب کے سامنے بیان کیا اصحاب نے اس کو نیک فال سمجھا لیکن بعض افراد کو اس کی صحت پر ابھی مکمل اطمینان حاصل نہیں ہوا تھا کہ خدا نے اپنے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کی تعبیر میں آیت نازل کی:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا.[1]

(بیشک خدا نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کو آشکار کر دیا تم لوگ انشاء اللہ بلا خوف وخطر اپنے سروں کے بال منڈوا کر اور تقصیر کیے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہو گے خدا وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے اور خدا نے اس (مکہ میں داخل ہونے) سے پہلے بہت نزدیک کامیابی (صلح حدیبیہ) قرار دی)

[1] فتح آیت 27

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمان مطمئن ہو گئے کہ وہ بہت جلد نہایت محافظ طریقہ سے خانہ خدا کی زیارت کے لئے جائیں گے۔

ماہ ذیقعدہ میں پیغمبر ﷺ نے عمرہ کے قصد سے مکہ جانے کا ارادہ کیا آپؐ نے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے ہمراہ مکہ چلنے کی دعوت دی چنانچہ ایک جماعت کے ساتھ رسول خدا ﷺ مکہ کی جانب روانہ ہوئے راستہ میں حضرت ﷺ کو خبر دی گئی کہ قریش آپ کی آمد سے واقف ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو جنگ کے لئے تیار کر لیا ہے وہ لوگ مقام ذی طوی میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور انہوں نے قسمیں کھائی ہیں کہ آپؐ لوگوں کو مکہ نہیں جانے دیں گے۔

چونکہ پیغمبر ﷺ جنگ کے لئے نہیں نکلے تھے بلکہ آپ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لائے تھے اس لئے آپ نے ان سے مذاکرہ کیا آپ کے اور ان کے درمیان معاہدہ ہوا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے اس معاہدہ میں پیغمبر ﷺ نے چند امور کو انجام دینے کی پابندی اپنے اوپر عائد کی ان میں سے کچھ درج ذیل ہے۔

1۔ قریش میں سے اگر کوئی بھی شخص اپنے بزرگ کی اجازت کے بغیر مکہ سے فرار کر کے اسلام قبول کر لے اور مسلمانوں سے آکر مل جائے تو محمد ﷺ اسے قریش کو واپس کر دیں گے لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی بھاگ کر قریش سے جا ملے تو قریش اس بات کے پابند نہیں ہیں کہ اس کو واپس کر دیں جب پیغمبر ﷺ قریش کے نمائندہ کے ساتھ یہ معاہدہ کر رہے تھے اسی وقت سہیل کا بیٹا ابو جندل جو مسلمان ہو گیا تھا لیکن اپنے مشرک باپ کی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا مکہ سے فرار کر کے آیا اور مسلمانوں کے ساتھ مل گیا۔

سہیل نے جب اس کو دیکھا تو کہا: اے محمد ﷺ! یہ معاہدہ کی پابندی کا پہلا موقع ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ صلح قائم رہے تو اس کو واپس کر دیں پیغمبر اکرم ﷺ نے قبول کیا سہیل نے اپنے بیٹے کا گریبان پکڑا اور کھینچتے ہوئے مکہ لے گیا۔

ابو جندل نے (نہایت ہی دردناک لہجہ میں) فریاد کی کہ اے مسلمانو کیا تم اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ مجھ کو مشرکین کے حوالہ کیا کر دیا جائے اور میں دوبارہ ان کے چنگل میں پھنس جاؤں؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو جندل صبر کرو خدا تمہارے اور تم جیسوں کے لئے کشادگی پیدا کرے گا ہم نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور اب ہم اپنا عہد و پیمان نہیں توڑ سکتے۔ [1]

یہ ایک ہی موقع نہیں تھا کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح نامہ کی اس شرط کی مطابق عمل کیا تھا کہ جو مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت تھی، بلکہ جب کوئی مسلمان مشرکین کے چنگل سے چھوٹ کر مسلمانوں سے آملتا تھا اسی وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ان کے حوالہ کر دیتے تھے جیسا کہ ابو بصیر کا واقعہ گواہ ہے۔

ابو بصیر ان مسلمانوں میں شامل ہے جو مکہ میں گھرے ہوئے تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد وہاں سے فرار کر کے مدینہ آگئے تھے قریش کے نمایان افراد نے ایک خط پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لکھا اور اس کو ایک شخص کے حوالہ کیا کہ وہ اپنے غلام کے ساتھ مدینہ جا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ خط پہنچا دے تاکہ قرارداد کے مطابق ابو بصیر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپس لے کر مکہ لوٹ آئے۔

جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ خط پہنچا تو آپ نے ابو بصیر کو بلایا اور کہا اے ابو بصیر تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے قریش سے عہد و پیمان کیا ہے اور اس معاہدہ کی مخالفت ہمارے لئے صحیح نہیں ہے خدا تمہارے لئے اور تم جیسوں کیلئے کشادگی پیدا کرے گا۔

ابو بصیر نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ ہم کو دشمن کے سپرد کر دینگے تاکہ وہ ہم کو دین سے برگشتہ کر دیں؟

---

[1] سیرہ ابن ہشام ج3 ص 332-333

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابو بصیر پلٹ جاؤ خدا تمہارے لئے وسعت پیدا کرے گا۔

ابو بصیر ان دونوں کے ساتھ مکہ کی طرف چل دیئے جب مقام ذوالحلیفہ پر پہنچے تو ایک دیوار کے سایہ میں آرام کرنے لگے ابو بصیر نے اس آدمی کی طرف رخ کر کے کہا: یہ تمہاری تلوار بہت تیز ہے؟

اس شخص نے کہا: ہاں

ابو بصیر نے پوچھا: کیا میں اس کو دیکھ سکتا ہوں۔

اس آدمی نے جواب دیا اگر دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو۔

ابو بصیر نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر اچانک اس آدمی پر حملہ کر کے اس کو مار ڈالا مقتول کے غلام نے جب یہ ماجرا دیکھا تو ڈر کے مارے مدینہ کی طرف بھاگا۔

رسول خدا ﷺ مسجد کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ غلام داخل ہوا جب آپ کی نظر اس غلام پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے بڑا ہولناک منظر دیکھا ہے اس کے بعد اس سے پوچھا کہ کیا خبر ہے غلام نے کہا کہ ابو بصیر نے اس آدمی کو قتل کر دیا۔

ذرا دیر بعد ابو بصیر بھی خدمت پیغمبر ﷺ میں پہنچے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپؐ نے اپنا عہد و پیمان پورا کیا اور مجھ کو ان کے حوالہ کر دیا لیکن میں اپنے دین کے بارے میں ڈر گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر اس شخص کے ساتھی موجود ہوتے تو آج جنگ برپا کر دیتے۔

ابو بصیر نے دیکھا کہ اگر مدینہ میں رہ گئے تو لوگ پھر پہنچ جائیں گے اور واپسی کا مطالبہ کریں گے اس لئے وہ مدینہ سے نکل کر ساحل دریائے احمر پر پہنچ گئے وہ جگہ ایسی تھی جہاں سے شام جانے والے قریش کے کاروان تجارت گذرتے تھے۔

دوسری طرف جب ابو بصیر کی داستان اور ان کی بارے میں رسول ﷺ کے قول کا علم ان سارے مسلمانوں کو ہوا جو مکہ میں پھنسے ہوئے تھے تو وہ کسی طرح سے اپنے کو مشرکین

کے چنگل سے چھڑا کر مکہ سے بھاگ کر ابوبصیر تک پہنچے یہاں تک کہ کچھ ہی دنوں میں ابوبصیر سے جا ملنے والے مسلمانوں کی تعداد ستر (70) ہوگئی اب وہ لوگ قریش کے قافلہ کیلئے واقعی خطرہ بن گئے اگر قریش میں سے کوئی مل جاتا تھا تو یہ لوگ اس کو قتل کر دیتے تھے اور اگر کوئی قافلہ ادھر سے گذرتا تھا تو اس کے راستہ میں رکاوٹ بنتے یہاں تک کہ قریش نے تھک کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا اور یہ گذارش کی کہ ان کو مدینہ بلالیں اور قریش کو ان کے ہاتھوں اطمینان حاصل ہو جائے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا یا اور سب لوگ مدینہ چلے آئے۔

ابوجندل اور ابوبصیر کو واپس کر دینے کے عمل سے پتہ چلتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی بلند قدروں کی اہمیت سمجھتے تھے۔ [1]

خلاصہ درس

1) قرآن کریم اسلام کی زندہ سند ہے وہ معاہدہ کی پابندی کو ضروری سمجھتا ہے اور مؤمنین کو اس کی پابندی کی تلقین کرتا ہے۔

2) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا کی طرف سے بہترین نمونہ کے عنوان سے تعارف کروایا گیا آپؐ نے بھی زندگی کی اس بنیادی بات سے صرف نظر نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اس کی پابندی کی تلقین کی ہے۔

3) عہد و پیمان سے وفاداری اور معاہدہ کی پابندی کی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیتؑ کے نزدیک اتنی اہمیت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا دین لمن لا عھد لہ وہ شخص دین دار نہیں ہے جو معاہدہ کا پابند نہیں ہے۔

4) کلی طور پر اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاہدوں کا جائزہ لیا جائے تو دو طرح کے

[1] سیرہ ابن ہشام ج1 ص 337، 338

معاہدے نظر آتے ہیں۔

الف: ذاتی معاہدہ

ب: سماجی معاہدے اور سیاسی قراردادیں

5) تاریخ پیغمبر اسلام ﷺ کی تحقیق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کے نزدیک دونوں ہی طرح کے معاہدے محترم تھے اور آپ نے اپنی طرف سے کبھی کوئی معاہدہ نہیں توڑا۔

سوالات

1۔ عہد و پیمان کی پابندی کے سلسلہ میں قرآن کی ایک آیت کے ذریعہ اسلام کا نظریہ بیان کیجئے؟

2۔ عہد و پیمان کی پابندی کی اہمیت کو ایک مثال کے ذریعہ بیان کیجئے؟

3۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے کسی ذاتی معاہدہ کا ذکر کیجئے۔

4۔ سیاسی معاہدوں میں سے ایک معاہدہ بیان کرتے ہوئے ان معاہدوں کے بارے میں پیغمبر ﷺ کے طریقہ کو ایک مثال کے ذریعہ بیان کیجئے؟

5۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے کفار قریش کے ساتھ جو معاہدے کئے تھے وہ کس نوعیت کے حامل تھے؟

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ: رَسُولُ اللهِ عَلَيْكُمْ بِالْعَفْوِ
فَإِنَّ الْعَفْوَ لَا يَزِيدُ الْعَبْدَ إِلَّا عِزّاً فَتَعَافَوْا يُعِزَّكُمُ اللهُ [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عفو اور درگذر سے کام لیا کرو کیوں کہ عفو فقط انسان کی عزت میں اضافہ کرتا ہے لہٰذا تم عفو کیا کرو کہ خدا تمہیں عزت والا بنادے۔

---

[1] مرآۃ العقول ج8 ص194

چھٹا سبق

یہودیوں کیساتھ آنحضرتؐ کے معاہدے

مدینہ وہ شہر تھا کہ جہاں ایک مدت پہلے یہود کے کچھ قبائل نے ہجرت کی اور وہ اس پیغمبر ﷺ کی آمد کے منتظر تھے کہ جس کی توریت نے بشارت دی تھی چونکہ انہوں نے یہ دیکھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ قوم بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں اس لئے ان کی رسالت کو قبول کرنا ان کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ مدینہ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے باہمی قدیمی اخلاف کو ختم کر کے ایک امت بنا دیا تھا اس لئے وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتے تھے لیکن مسلمانوں کے ممکن الوقوع خطرہ سے محفوظ رہنے کیلئے ان میں سے چند سر برآوردہ اشخاص پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اے محمد (ﷺ) ہم آپ کے پاس معاہدہ کرنے کیلئے آئے ہیں اور وہ معاہدہ یہ ہے کہ ہم آپ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کریں گے، آپ کے اصحاب پر حملہ نہیں کریں گے اور آپ کے خلاف کسی بھی گروہ کی مدد نہیں کریں گے۔ اسی طرح آپ بھی ہم سے کوئے سروکار نہ رکھیں گے بعد میں دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے قبول فرمایا اور جو معاہدہ نامہ لکھا گیا اس میں آپؐ نے اضافہ فرمایا کہ اگر یہودیوں نے اس قرارداد کے خلاف عمل کیا تو پیغمبر ﷺ ان کا خون بہانے، ان کے مال کو ضبط کر لینے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کرنے میں آزاد ہوں گے۔

— اس معاہدہ پر تین بزرگ قبیلوں "بنی نضیر"، "بنی قریظہ" اور "بنی قینقاع" نے دستخط

کیے۔ [1]

البتہ یہ صرف ایک معاہدہ نہیں تھا جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان ہوا بلکہ دوسرے مواقع پر بھی اس طرح سیاسی اور سماجی معاہدے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان ہوئے ہیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام معاہدوں پر ثابت قدم رہے اور یہ بھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے ایک بار بھی کسی معاہدے کی خلاف ورزی کی ہو۔

معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ آپؐ کا برتاو جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاہدوں کے پابند تھے اور انکو اہمیت دیتے تھے اسی طرح پیمان شکنی سے بیزار بھی تھے اور اس کو ایک ناشائستہ عمل جانتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں پیمان شکنی کرنے والا گنہگار اور سزا کا مستحق تھا۔

انفرادی معاہدہ میں اگر کسی نے معاہدہ کرکے توڑ دیا تو آپؐ کی بزرگی اور عظمت کے خلاف یہ بات تھی کہ آپ اس سے سوال کرتے۔ لیکن اجتماعی اور سیاسی معاہدوں میں جس کا تعلق نظام اسلام سے ہوتا تھا، ان سے کسی طرح کی چشم پوشی کو آپ روا نہیں رکھتے تھے اور اس سے نہایت سختی کا برتاو کرتے تھے اس کا ایک نمونہ وہ رد عمل ہے جس کا اظہار آپؐ نے مدینہ کے یہودیوں کے معاہدہ توڑ دینے پر فرمایا تھا۔

مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے جو قبائل آباد تھے ان کیلئے تقریبا ہر ایک نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ تعرض نہ کرے اور مشترک دفاع کا معاہدہ کیا تھا لیکن ان میں سے ہر گروہ نے بڑے نازک موقع پر اپنا معاہدہ توڑا اور اسلام سے اپنے بغض اور عناد کا مظاہرہ کیا تھا۔ ذیل میں ایسی چند مثالوں اور ان عہد شکنی کرنے والوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو برتاؤ تھا اس کی طرف اشارہ کیا جائیگا۔

---

[1] بحار الانوار ج 19 ص 110، 111

1۔ بنی قینقاع کے یہودیوں کی پیمان شکنی

بنی قینقاع یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جس نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ جنگ وجدال سے پرہیز کا معاہدہ کیا تھا لیکن ابھی کچھ دن نہ گذرے تھے کہ اسلام کو سرعت کے ساتھ ترقی کرتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے اپنا معاہدہ توڑ ڈالا، اس گروہ نے افواہیں پھیلانا اور اسلام کے خلاف غلط قسم کے نعرے لگانا شروع کر دیئے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے بنی قینقاع کے بازار میں تقریر کی اور انہیں بہت سختی سے خبردار کیا۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے کلمات سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے بنی قینقاع کے یہودی جواب دینے پر اتر آئے اور کہنے لگے آپ سمجھ رہے ہیں کہ ہم کمزور و ناتواں ہیں اور قریش کی طرح جنگ کے رموز سے ناواقف ہیں؟ آپ اس گروہ سے الجھ پڑے تھے جو جنگ کے اصولوں اور ٹیکنیک سے واقف نہیں تھا لیکن بنی قینقاع والوں کی طاقت کا آپ کو اس وقت اندازہ ہوگا جب آپ میدان جنگ میں ان سے مقابلہ کیلئے اتریں گے۔

ان تیز و تند باتوں نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے حوصلوں کو پست نہیں کیا بلکہ مسلمان تیار ہوگئے کہ کسی مناسب موقعہ پر ان کی رجز خوانی کا جواب دیں، ایک دن ایک عرب عورت بنی قینقاع کے بازار میں ایک یہودی سنار کی دکان پر کچھ سامان بیچ رہی تھی اور اس حوالے سے محتاط تھی کہ کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھے مگر بنی قینقاع کے کچھ یہودیوں کو اس کا چہرہ دیکھنے پر اصرار تھا لیکن چونکہ عورت اپنا چہرہ دکھانے پر تیار نہیں تھی اس لئے یہودی سنار نے اس عورت کے دامن کو اس کی پشت پر سی دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ عورت اٹھی تو اس کے جسم کا کچھ حصہ نمایاں ہوگیا یہ دیکھ کر بنی قینقاع کے کچھ جوانوں نے اس عورت کا مذاق اڑایا۔

بنی قینقاع کا یہ عمل اعلانیہ طور پر پیغمبر سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ رہا تھا اس عورت کی حالت دیکھ کر ایک مسلمان کو طیش آ گیا اس نے فوراً ہتھیار نکالا اور اس یہودی سنار کو قتل کر ڈالا، وہاں جو یہودی موجود تھے انہوں نے مل کر اس مسلمان کو بہت بری طرح قتل کیا۔

ایک مسلمان کے سنسنی خیز قتل کی خبر دوسرے مسلمانوں کے کان تک پہنچی، بنی قینقاع نے جب بگڑی ہوئی حالت دیکھی تو اپنے ان گھروں میں جا چھپے جو مضبوط قلعوں کے درمیان بنے ہوئے تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ دشمن کا محاصرہ کیا جائے مسلمانوں نے پندرہ روز تک قلعوں کا محاصرہ کیا اور کسی طرح کی امداد وہاں تک نہ پہنچنے دی۔ قلعہ کے یہودی محاصرہ کی بنا پر تنگ آ گئے اور انہوں نے اپنے کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ کر دیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ تو یہ تھا کہ ان لوگوں کو سخت تنبیہ کی جائے لیکن عبداللہ ابی کے اصرار پر جو مدینہ کا ایک منافق تھا مگر ظاہر میں اسلام کا اظہار کیا کرتا تھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی نہیں کی اور یہ طے پایا کہ یہ لوگ اپنا اسلحہ اور اپنی دولت دے کر جتنی جلدی ہو سکے مدینہ کو ترک کر دیں۔[1]

2۔ بنی نضیر کے یہودیوں کی پیمان شکنی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑنے والے بنی نضیر کے یہودی بھی تھے۔

ایک دن ایک مسلمان نے قبیلہ بنی عامر کے ایسے دو آدمیوں کو جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کیے ہوئے تھے قتل کر ڈالا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کا خون بہا ادا کرنے کے

---

[1] مغازی واقدی ج 1 ص 176: 178

سلسلہ میں بنی نضیر کے یہودیوں سے مدد لینے اپنے چند اصحاب کے ساتھ ان کے یہاں گئے۔ انہوں نے ظاہر بظاہر بڑی گرم جوشی سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھر کی دیوار کے سہارے کھڑے تھے اسی اثنا میں کھانا تناول فرمانے کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلالیا اسی حال میں حی ابن خطب جو قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا جس نے بنی نضیر کے یہودیوں کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہونے والے معاہدہ پر دستخط کئے تھے، خفیہ طور پر اس نے یہودیوں سے کہا کہ یہ بڑا اچھا موقع ہے آج ان سے چھٹکارا حاصل کرلینا چاہئے۔ آج جتنے کم افراد ان کے ساتھ ہیں اتنے کم افراد تو ان کے ساتھ کبھی بھی نہیں رہے، ایک آدمی کوٹھے پر چڑھ گیا تاکہ سر پر ایک پتھر گراکر آپ کا کام تمام کردے خدا نے یہودیوں کی سازش بے پردہ اٹھادیا اور آپ کو ان کے برے ارادہ سے مطلع کردیا۔

اصحاب نے دیکھا کہ آپ کسی کام سے ایک طرف چلے گئے، اصحاب آپ کے واپس آنے کے منتظر رہے وہ لوگ بیٹھے رہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس نہیں آئے، وہ لوگ اٹھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈھا جائے، اتنے میں ایک شخص وارد ہوا لوگوں نے اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا اس نے کہا کہ میں نے آپ کو مدینہ میں دیکھا ہے اصحاب مدینہ پہنچے اور آپ سے چلے آنے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا: خدا نے مجھ کو اس سازش سے آگاہ کردیا تھا جو یہودیوں نے میرے خلاف کی تھی اس لئے میں وہاں سے چلا آیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے لئے نکلنے کا حکم دیا لشکر اسلام نے چھ روز تک بنی نضیر کے گھروں کا محاصرہ کیا چھ روز کے بعد خوف کی وجہ سے ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا ہم یہاں

سے چلے جانے کے لئے تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ہتھیار کے علاوہ اپنے تمام منقولہ سامان اپنے ساتھ لے جائیں گے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شرط مان لی وہ اپنا تمام سامان حتی

کہ دروازہ بھی اکھاڑ کر اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔ [1]

3۔ بنی قریظہ کے یہودیوں کی عہد شکنی

پیمان شکن یہودیوں کے ساتھ ردعمل کے طور پر پیغمبرؐ کا جو برتاؤ ہوتا اس میں شدید ترین برتاو بنی قریظہ کے عہد شکن یہودیوں کے ساتھ روا رکھا۔ انہوں نے اس نازک زمانہ میں اپنا معاہدہ توڑا جس زمانہ میں مشرکین قریش نے تمام اسلام مخالف گروہوں سے مل کر بنے ہوئے ایک بڑے لشکر کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کا کام تمام کردینے کے ارادہ سے مدینہ پر حملہ کیا تھا بنی قریظہ کے لوگوں نے مشرکین مکہ کو پیغام بھیج کر دو ہزار کا لشکر مانگا تا کہ مدینہ کو نیست و نابود کردیں اور اندر سے مسلمانوں کو کھوکھلا کردیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان خندق کی حفاظت کر رہے تھے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو افسر اور پانچ سو سپاہیوں کو معین کیا تا کہ شہر کے اندر گشت لگا کر پہرہ دیتے رہیں اور نعرہ تکبیر کی آواز بلند کر کے بنی قریظہ کے حملوں کو روکیں اس طرح صدائے تکبیر کو سن کر عورتوں اور بچوں کی ڈھارس بندھی رہے گی۔ [2]

جب مشرکین احزاب مسلمانوں سے ہار گئے اور بڑی بے عزتی سے میدان چھوڑ کر بھاگے تو پھر بنی قریظہ کے یہودیوں کی باری آئی۔

ابھی جنگ احزاب کی تھکن اترنے بھی نہ پائی تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کے یہودیوں سے لڑنے کی آواز بلند کی اور لشکر اسلام نے فوراً ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

بنی قریظہ کے یہودیوں نے جب اپنے کو خطرہ میں گھرا ہوا محسوس کیا تو انہوں نے پہلے تو یہ درخواست کی کہ تمام یہودیوں کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے وہی ان کے ساتھ بھی ہوتا کہ

---

[1] سیرہ ابن ہشام ج 3 ص 199-200

[2] مغازی واقدی ج 2 ص 460

وہ لوگ بھی اپنے قابل انتقال سامان کو لے کر مدینہ سے چلے جائیں لیکن پیغمبر اکرم ﷺ نے قبول نہیں فرمایا اس کے بعد وہ اس بات پر تیار ہوئے کہ ان کے ہم پیمان سعد ابن معاذ جو فیصلہ کریں گے وہ بلا چون وچرا اس کو قبول کرلینگے پیغمبر نے بھی اس بات کو قبول کرلیا۔

سعد ابن معاذ کہ جو تیر لگنے کی وجہ سے زخمی تھے، پیغمبر ﷺ کے قریب لایا گیا آنحضرت ﷺ نے سعد سے کہا: کہ بنی قریظہ کے یہودیوں کے بارے میں فیصلہ کرو۔

سعد، جنہوں نے بنی قریظہ کا پیغمبر ﷺ کے ساتھ عہد و پیمان دیکھا تھا اور جن کے پیش نظر جنگ احزاب میں یہودیوں کی عہد شکنی اور خیانت بھی تھی، انہوں نے حکم دیا:

1۔ ان کے جنگ کرنے والے مردوں کو قتل کردیا جائے۔

2۔ ان کے مال و اسباب کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔

3۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر بنالیا جائے۔[1]

معاہدہ توڑنا وہ بھی ایسے موقع پر جب فریق مقابل کیلئے وہ معاہدہ زندگی کا مسئلہ ہو اس کی سزا یہی ہوسکتی ہے پیغمبر ﷺ نے اپنے اس عمل سے بتایا کہ جب کوئی شخص یا کوئی گروہ کسی عہد و پیمان کو نظر انداز کردے تو پھر اس کا کوئی احترام نہیں رہ جاتا اور نہ اس کی کوئی قدر وقیمت باقی رہتی ہے۔

خلاصہ درس

1) مدینہ میں بسنے والے یہودیوں نے ممکنہ خطرہ سے محفوظ رہنے کیلئے پیغمبر اکرم ﷺ سے کسی بھی قسم کی چھیڑ خانی نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔

2) پیغمبر ﷺ نے جتنے معاہدے کئے ان سب میں ثابت قدم رہے۔ کسی بھی

---

[1] مغازی واقدی ج 2 ص 502

معاہدہ کی مخالفت کرتے ہوئے آپ کونہیں دیکھا گیا۔

3) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سماجی اور سیاسی معاہدہ توڑے جانے کی صورت میں کسی طرح کی چشم پوشی سے کام نہیں لیا اور معاہدہ توڑنے والوں کے ساتھ نہایت سخت برتاو کیا۔

4) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قینقاع اور بنی نضیر کے ان یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا جنہوں نے امن کے مانہ میں معاہدہ توڑا تھا لیکن بنی قریظہ کے یہودیوں کیساتھ جنہوں نے اسلام کے دشمنوں کی مدد کی تھی سخت رویہ اختیار کیا اور سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق جنگ کرنے والے مردوں کو قتل کرڈالا ان کے مال کو ضبط کرلیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر بنالایا۔

سوالات

1۔ یہودیوں کے قبیلوں نے کس وجہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

2۔ یہودیوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح کا معاہدہ کیا؟

3۔ یہودیوں کے سربرآوردہ افراد نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو معاہدہ کیا تھا اس کی شرطیں کیا تھیں؟

4۔ بنی قینقاع کے یہودیوں کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا سلوک تھا؟ اجمالی طور پہ بیان کیجئے؟

5۔ بنی قریظہ کے یہودیوں نے دشمنان اسلام میں سے کس سے تعاون کیا؟ ان کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا سلوک کیا مختصر طور پر بیان کیجئے؟

ساتواں سبق

صبر واستقامت

صبر و استقامت کامیابی کا سرچشمہ اور مشکلات پر غلبہ کا راز ہیں۔ یہ خدا کے بے شمار و بے حساب اجر کے آب زلال کے چشمہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور ایسی طاقت ہے جس سے تنگ راستوں کو عبور کرنا سہل اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

لغت میں صبر کے معنی شکیبائی، بردباری اور بلا و مصیبت پر شکایات کو ترک کرنے کے ہیں اسی طرح ٹھہر جانے اور ثابت قدم رہنے کا نام استقامت ہے۔[1]

صبر کے اصطلاحی معنی:

ضد الجزع الصبر و هو ثبات النفس و عدم اضطرابها فی الشدائد و المصائب، بان تقاوم معها بحیث لا تخرجها عن سعة الصدر و ما کانت علیه قبل ذلك عن السرور و الطمانینة[2]

صبر گھبراہٹ کی ضد ہے دراصل صبر یعنی مصائب و شدائد میں نفس کے مطمئن رہنے اور ان کے مقابلہ میں اس طرح ڈٹے رہنا ہے کہ پیشانی پر شکن تک نہ آنے پائے۔

استقامت کے اصطلاحی معنی اس طرح بیان کیے گئے ہیں وہی الوفاء بالعهود کلها و ملازمه الصراط المستقیم برعایة حد التوسط فی کل الامور من الطعام و الشراب و اللباس و فی کل امر

---

[1] فرہنگ معین مادہ صبر و استقامت

[2] جامع السعادات ج 3 ص 280

دینی و دنیوی [1] تمام معاہدوں سے وفاداری اور ہمیشہ صراط مستقیم کو اس طرح سے اپنائے رہنا کہ کھانے، پینے لباس اور تمام دینی و دنیوی امور میں میانہ روی ہو اس کا نام صبر و استقامت ہے۔

خداوند عالم نے صبر کے نتائج اور اس کی قدر و قیمت بتا دینے کے بعد اپنے پیغمبرؐ سے اس بات کی خواہش کی ہے کہ وہ بھی دوسرے نبیوں کی طرح صبر اختیار کریں۔ ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ [2]

آپ بھی اس طرح صبر کریں جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ۔ [3]

آپ صبر کریں، بے شک خدا کا وعدہ حق ہے اور وہ لوگ جو یقین کرنے والے نہیں ہیں وہ آپ کو کمزور متزلزل نہیں کرسکتے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا [4]

آپ خدا کے حکم کے مطابق صبر کریں، بے شک آپ ہمارے منظور نظر ہیں۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا۔ [5]

آپ صبر جمیل کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے اولوالعزم پیغمبروں ہی کی طرح صبر کا حکم ہے اس لئے کہ نبوت کا دشوار گذار راستہ بغیر صبر کے طے کرنا ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں بیان

---

[1] تعریفات جرجانی منقول از لغت نامہ دھخدا مادہ صبر

[2] احقاف 35

[3] روم 60۔

[4] طور 48

[5] معارج 5۔

ہوا ہے کہ صبر نصرت خدا ہے اور دشمنوں کی طرف سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمزور اور متزلزل قرار دیا جارہے ہے اس کا کوئی اثر نہیں لینا چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تمام مصیبتوں ،رسالت کی مشکلوں اور حادثات زندگی میں صبر سے کام لیا اور صراط مستقیم پر ثابت قدمی کے ساتھ آپ نے پیغام الٰہی کی تبلیغ کے راستہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ہٹا کر اپنے لئے عبادت اور اطاعت کے پر مشقت راستوں کو ہموار کر کے بشریت کی ہدایت کا راستہ کھول دیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صابر اور کامیاب

حادثات روزگار کی تیز ہوا ، جانکاہ مصائب کے گرداب اور سیاہ دل مخالفوں کی تکذیب کے مقابل تمام پیغمبروں کا جو طریقہ تھا اسی کا نام صبر ہے۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا [1]

بیشک آپ سے پہلے (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) جو رسول بھیجے گئے ان کو جھٹلایا گیا ان لوگوں نے جھٹلائے جانے اور اذیت پہنچائے جانے کے بعد صبر کیا یہاں تک کہ ہماری نصرت ان تک پہنچی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تمام پیغمبروں کی طرح اپنی رسالت کی تبلیغ کے لئے پروردگار کی طرف سے صبر پر مامور تھے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ [2]

---

[1] انعام 34۔

[2] احقاف 35

صبر کیجئے جیسا کہ اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا۔

اس راستہ میں دوسرے تمام پیغمبروں سے زیادہ تکلیفیں آپ کو اٹھانی پڑیں، آپ خود فرماتے ہیں:

مَا أُوذِيَ نَبِيٌّ مِثْلَ مَا أُوذِيتُ. [1]

(راہ خدا میں) کسی پیغمبر کو اتنی اذیت نہیں پہنچی جتنی اذیت مجھے پہنچی۔

آخرکار آیہ کریمہ

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. [2]

(ہر سختی کے بعد آسانی) کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنے صبر کے نتائج و آثار دیکھ لئے وہ دن جس کو قرآن اپنے لفظوں میں اس طرح یاد کرتا ہے

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ [3]

جس دن خدا کی مدد پہنچی اور کامیابی حاصل ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ دین خدا میں داخل ہوئے چلے جا رہے ہیں پس آپ حمد کے ساتھ اپنے پروردگار کی تسبیح کیجئے اور اس کی درگاہ میں استغفار کیجئے، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

رسول اکرم ﷺ صبر کے سایہ میں کامیابی کی منزل تک پہنچے۔ کعبہ بتوں کی نجاست سے پاک ہو گیا، بت پرستی ختم ہوئی اور پرچم توحید لہرایا، یہ کامیابیاں اس صبر کا نتیجہ تھیں جو حضرت ﷺ نے راہ خدا میں اختیار کیا تھا۔

---

[1] میزان الحکمہ ج1 ص88۔

[2] انشراح 6۔

[3] سورہ النصر۔

مختلف قسم کی بہت سی مخالفتیں اور اذیتیں

کفار و مشرکین نے رسول خدا ﷺ کو آزار پہنچانے کیلئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے، کبھی آپؐ کو ساحر کاذب اور کاہن کہا گیا۔ زبان کے ذریعہ زخم پہنچا کر آپ کے دل کو تکلیف پہنچائی گئی، کبھی جنگ برپا کرنے، دہشت گردی کے ذریعہ آپؐ کو ختم کردینے کیلئے میدان میں لوگ اتر آئے لیکن صابر پیغمبر ﷺ نے ان کی بنائی ہوئی سازش کو نقش بر آب کر دیا اور کامیابی کے ساتھ اپنے الٰہی فریضہ کو پورا کرتے رہے۔

زبانوں کے زخم

پیغمبر ﷺ کی تعلیمات کی روشنی مدہم کرنے اور آپؐ کو اذیت پہنچانے کے لئے مشرکین نے جو شیطانی حربے اختیار کئے ان میں سے ایک حربہ زبان کے ذریعہ زخم لگانا بھی تھا۔

قرآن کریم نے مخالفین رسول ﷺ کی آزار پہنچانے والی بعض باتوں کو نقل کیا ہے ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ [1]

اور کافروں نے (مذاق اڑاتے ہوئے) کہا: کیا تم کو ہم ایسے شخص کا پتہ بتائیں جو یہ کہتا ہے کہ تمہارے مرنے اور جسم کے ذرات کے بکھر جانے کے بعد تم کو زندہ کیا جائیگا کیا یہ شخص جان بوجھ کر خدا پر جھوٹا الزام لگاتا ہے یا جنون اس کو اس بات پر مجبور کرتا ہے۔

---

[1] سورہ سبا: ۷، ۸

وَيَقُولُونَ اَئِنَّا لَتَارِكُوا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ۔ [1]

وہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم اپنے خدا اس کو ایک دیوانہ شاعر کے کہنے کی بنا پر چھوڑ دیں۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ۝ [2]

بس تم یاد کرو کہ تم خدا کے فضل ونعمت سے نہ کاہن ہو اور نہ دیوانہ ہو۔ یا جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ شاعر ہے تو ہم ان کی موت کے انتظار میں ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے پاس آکر چند مشرکین کے زبان سے ایذاء پہچانے کے واقعہ کو امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں بیان فرماتے ہیں:

اس دن جس دن قریش کا ایک وفد حضرت ﷺ کے پاس آیا تو میں آپ کے پاس موجود تھا میں نے ان کی گفتگو سنی انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ آپ ایسی چیز کا دعوی کرتے ہیں جس کا دعوی نہ آپ کے آباء واجداد نے کیا تھا اور نہ آپ کے خاندان نے اب جو ہم کہتے ہیں وہ آپ کر دکھایئے اگر آپ نے وہ کر دیا اور ہم نے دیکھ لیا تو ہم سمجھ جائیں گے کہ آپ سچ مچ پیغمبر اور خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اور اگر آپ اس کو نہ کر سکے تو ہم یہ سمجھ لیں گے کہ آپ جادوگر اور جھوٹے ہیں۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کہو کیا کرنا ہے؟ انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس درخت کو آپ اپنے پاس بلالیں اور یہ درخت جڑ سے اکھڑ کر آپ کے پاس آجائے حضرت نے فرمایا: خدا ہر کام کی قدرت رکھتا ہے لیکن اگر میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے اور حق کی گواہی دو گے؟ سب نے کہا ہاں آپؐ نے فرمایا: اب تم نے جو کہا ہے وہ

[1] صافات 36

[2] طور ۲۹، ۳۰

میں کر دکھاتا ہوں لیکن مجھ کو اس بات کا اطمینان ہے کہ تم اس کے باوجود اسلام اور سچے قانون کو نہیں قبول کروگے۔

ان لوگوں نے جس چیز کی فرمائش کی تھی پیغمبر ﷺ نے وہ کر دکھائی لیکن انہوں نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کے خلاف کہا نہیں یہ جادوگر اور جھوٹا ہے، جادوگری میں یہ کتنا ہوشیار اور تیز ہے (معاذ اللہ)۔

ان تکلیف دہ باتوں سے اگرچہ پیغمبر ﷺ کو قلبی طور پر رنج ہوا مگر حکم خدا پر عمل کرتے ہوئے صبر کیا اور مخالفین کی غلط باتوں کے جواب میں سوائے حق کے زبان پر کچھ نہ لائے۔[1]

خلاصہ درس

1) صبر اور استقامت کامیابی کا سرمایہ اور مشکلات پر غلبہ کا راز ہے۔
2) لغت میں صبر کے معنی شکیبائی، بردباری، بلا اور شدائد پر شکایت نہ کرنے کے ہیں۔ اور استقامت کے معنی ثبات قدم کے ہیں۔
3) صبر کے اصطلاحی معنی ہیں، مصیبتوں اور نامناسب حالات میں ثبات نفس، شجاعت اور ان کے مقابل یوں ڈٹ جانا کہ سعہ صدر ختم نہ ہو اور سابقہ وقار و خوش حالی زائل نہ ہو۔
4) پیغمبر اعظم ﷺ کا دوسرے اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر پر مامور ہونا اس بات کا ظاہر کرتا ہے کہ نبوت کا دشوار گذار راستہ بغیر صبر کے ناممکن ہے۔
5) دوسرے پیغمبروں کی طرح پیغمبر اسلام ﷺ بھی تبلیغ رسالت میں خدا کی طرف سے صبر پر مامور تھے۔ اور اس راستہ میں دوسرے تمام پیغمبروں سے

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ 234

زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا جیسا کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ کسی بھی پیغمبر کو خدا کے راستہ میں میرے جتنی تکلیف نہیں دی گئی۔

6) مشرکین نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانے اور ان کی تعلیمات کی اساس کو متزلزل کرنے کیلیے جو حربے استعمال کیے ان میں سے زبان کا زخم بھی تھا۔ ناروا گفتگو اگرچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو تکلیف پہنچاتی تھی لیکن آپؐ خدا کے حکم سے صبر کرتے اور مخالفین کی بدزبانی کے جواب میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتے تھے۔

سوالات

1۔ صبر کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کیجیے؟

2۔ صبر اور استقامت کا رابطہ بیان کیجیے؟

3۔ استقامت کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کیجیے؟

4۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کا حکم کیوں دیا گیا تھا؟

5۔ مشرکین کی بدزبانی کے سلسلہ کی ایک آیت کو بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برتاؤ کو بیان کیجیے۔

آٹھواں سبق

جسمانی اذیت

زبان کا زخم لگانے کے علاوہ کفار و مشرکین آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کو بہت سی جسمانی اذیتیں پہنچا آپؐ کو راہ حق سے ہٹا دینا چاہتے تھے، منقول ہے کہ مشرکین قریش نے آپؐ کو بہت ستایا ان میں سب سے بڑا ظالم آپؐ کا چچا ابولہب تھا ایک دن جب پیغمبر حجرے میں تشریف فرما تھے اس وقت مشرکین نے ایک گوسفند کے رحم کو، جس سے بچہ نکالا جا چکا تھا، چند اوباشوں کے ذریعہ آپؐ کے سر پر ڈلوا دیا۔[1]

ابولہب نے پیغمبر خدا ﷺ کو اتنی اذیت پہنچا کہ خدا کی لعنت اور نفرین کا مستحق قرار دیا سورہ تبت اس کے اور اس کی بیوی (حمالۃ الحطب ۔ام جمیلہ) کے بارے میں نازل ہوا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥ [2]

ابولہب (جو ہمیشہ پیغمبر ﷺ کو اذیت پہنچاتا تھا) اس کا ستیاناس ہوا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے اس نے جو مال و اسباب (اسلام کو مٹانے کیلئے) جمع کیا تھا اس نے ابولہب کو ہلاکت سے نہیں بچایا، وہ جلد ہی جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پہنچ جائیگا اور اس کی بیوی (ام جمیلہ) دوزخ کا ایندھن بنے گی اس حالت میں کہ (نہایت ذلت کے ساتھ) لیف خرما کی بٹی ہوئی رسیاں اس کی گردن میں ہوں گی۔

---

[1] زندگانی چہاردہ معصوم ترجمہ اعلام الوری ص 64

[2] سورہ تبت

ابولہب کی بیوی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت اذیت پہنچاتی تھی قرآن نے اس کو حمالۃ الحطب کے نام سے یاد کیا ہے۔

ابن عباس نے قرآن مجید کے بیان کئے ہوئے اس نام کی وضاحت میں فرمایا وہ لوگوں کے درمیان چغلی کیا کرتی تھی اور دشمنی پیدا کر دیتی تھی اس طرح آتش جنگ بھڑک اٹھتی تھی جیسے کہ ایندھن کی آگ بھڑکائی اور جلائی جاتی ہے لہذا اس نمامی (چغلی) کی صفت کو ایندھن کا نام دے دیا گیا[1]۔

منقول ہے کہ وہ ملعونہ خس و خاشاک اور خاردار جھاڑیاں آپ کے راستہ میں ڈال دیتی تھی تاکہ جب آپ نماز کیلئے نکلیں تو آپ کے پیروں سے وہ الجھ جائیں اور آپ کے پیر زخمی ہو جائیں[2]۔

مشرکین کے ستانے اور اذیت پہنچانے کے واقعات میں سے ایک واقعہ طائف میں قبیلہ بنی ثقیف کا بھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے منقول ہے کہ میں نے عبد یالیل، حبیب اور مسعود بن عمران تینوں بھائیوں سے ملاقات کی کہ جو قبیلہ بنی ثقیف کے بزرگان میں سے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو میں نے گویا کعبہ کو چرایا، دوسرے نے کہا کہ کیا خدا عاجز تھا کہ اس نے آپ کو بھیج دیا، اس کو ایسے کو بھیجنا چاہئے تھا جس کے پاس طاقت اور قدرت ہو تیسرے نے کہا خدا کی قسم میں اس کے بعد اب آپ سے بات نہیں کروں گا اور پھر اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا اور آپ نے جو اسلام کی دعوت دی تھی اسے لوگوں میں پھیلا دیا۔

جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے نکلنے لگے تو وہاں کے ذلیل اور اوباش افراد ان تینوں

---

[1] مجمع البیان ج 27

[2] مجمع البیان 27

کے بھڑکانے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور انہوں نے آپؐ پر پتھر برسائے جس کی وجہ سے آپؐ کے پائے مبارک مجروح ہو گئے آپؐ اس حال میں وہاں سے نکلے کر آپ کے پاؤں سے خون جاری تھا۔[1]

مندرجہ ذیل واقعہ بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال صبر کا بہترین نمونہ ہے منیب ابن مدرک نے اپنے جد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا جاہلیت کے زمانے میں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ۔یَا أَیُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ تُفْلِحُوا۔(اے لوگو تم یہ کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تا کہ تم نجات پا جاؤ) کی تبلیغ کر رہے تھے کہ ایک ملعون کافر نے آپؐ کے چہرہ اقدس پر ایک طمانچہ مارا، کسی نے آپؐ کے سر اور چہرہ پر خاک ڈالی، کسی نے آپ کو دشنام دیا میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی بچی ایک پانی کا ظرف لے کر آپ کی طرف بڑھی آپ نے اپنا ہاتھ اور چہرہ دھویا پھر آپؐ نے فرمایا: صبر کرو اور اگر کوئی تمہارے باپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسوا کرے یا ستائے تو تم غمگین نہ ہونا۔[2]

میدان جنگ میں صبر کا مظاہرہ

جن جگہوں پر صبر کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے ان میں سے ایک میدان جنگ و کارزار بھی ہے۔ صدر اسلام کی بہت سی جنگوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لشکر اور اسلحہ کفار سے کم تھا لیکن خدا کی مدد اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکر سلیم کی بنا پر صبر و شکیبائی کے سایہ میں اکثر جنگیں فتح و کامرانی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئیں۔ مسلسل پیش آنے والی جنگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت کی اور آپؐ کے حوصلوں میں کبھی بھی شکست کے آثار نظر نہیں آئے۔

---

[1] حلیۃ الابرار ج1 ص 177

[2] بحار الانوار (ط۔ بیروت) / ج18 / 202 / باب 1 المبعث و اظہار الدعوۃ و ما لقی..... ص:148

جنگ احد ابتدائے اسلام کی صبر آزما اور سخت جنگ تھی جب یہ جنگ اپنے عروج پر تھی اس وقت اصحاب نے فرار کیا کچھ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ چنانچہ چند افراد کے علاوہ در کوئی دفاع کرنے والا نہیں تھا لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر و استقامت اور علی علیہ السلام کی شجاعت نے دشمن کو جنگ سے روک دیا اس جنگ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اور دہن مبارک سے خون جاری تھا، ابن قمیہ نے آپ کو ایک تیر مارا جو آپ کے ہاتھ پر آ کر لگا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی، عتبہ ابن ابی وقاص نے ایک ایسی ضربت لگائی جس سے آپؐ کے دہن اقدس سے خون بہنے لگا عبد اللہ ابن ابی شہاب نے زمین سے ایک پتھر اٹھا کر آپ کے فرق اطہر پر مارا [1]۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام پیغمبر کی شجاعت اور صبر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب جنگ اپنے شباب پر ہوتی تھی اور دونوں طرف سے گھمسان کا رن پڑتا تھا تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پناہ ڈھونڈتے ہوئے پہنچتے تھے دشمنوں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنا قریب ہوتے تھے اتنا قریب کوئی بھی نہیں ہوتا تھا۔ [2]

میدان جنگ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر کی بنا پر نصرت الٰہی سایہ فگن رہتی تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

...اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ [3]

اگر تم میں سے بیس افراد ایسے ہوں جو صبر کے زیور سے آراستہ ہوں تو دو سو افراد پر غالب آ سکتے ہیں۔

---

[1] زندگانی چہاردہ معصوم ص 119

[2] میزان الحکمۃ ج 9 ص 662

[3] انفال 65

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استقامت

استقامت اور پائیداری پسندیدہ صفات ہیں پیغمبر ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں یہ صفتیں بدرجہ اتم موجود تھیں اپنی سخت ذمہ داریوں کو پورا کرنے (شرک اور کفر کا خاتمہ) اور معاشرہ میں آئین توحید کو رائج کرنے کے سلسلہ میں آپ کو خدا کی طرف سے ثابت قدم رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثابت قدم اور اس حکم کی پابندی کا یہ حال تھا کہ آپؐ کے اندر بڑھاپے کے آثار بہت جلد نظر آنے لگے جب کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپؐ اتنی جلدی کیسے بوڑھے ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا:

شَيَّبَتْنِي هُودُ وَالْوَاقِعَة ...[1]

مجھے سورہ ہود اور واقعہ نے بوڑھا کر دیا۔

ابن عباس بیان فرماتے ہیں:

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ[2]

سے زیادہ سخت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی آیت کا نزول نہیں تھا۔

جو سختیاں تبلیغ کی راہ میں انبیاء کرام برداشت کرتے رہے ہیں سورہ ہود کے کچھ مضامین میں ان سختیوں کو بیان کیا گیا ہے اور سورہ واقعہ میں مرنے کے بعد کی دشواریوں کا ذکر ہے اسی لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں سوروں کے مضامین پر بہت زیادہ غور فرمایا کرتے تھے۔

کفار و مشرکین کی سازش، دھمکی اور لالچ کے سامنے جس ثبات قدم کا آپ نے

---

[1] الامالی (للصدوق)/ النص/ 233

[2] المیزان ج 11 ص 66

مظاہرہ فرمایا، مندرہ ذیل سطروں میں اس کو بیان کیا جا رہا ہے۔

کفار و مشرکین سے عدم موافقت

مکہ کے کفار و مشرکین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موافقت کی بہت کوشش کی لیکن ان کی انتھک کوشش کے باوجود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی ایسا عمل نہیں انجام دیا جس سے آپ کی کمزوری ثابت ہو، آپؐ نے اپنے عقائد کا برملا اظہار کیا اور بتوں یا بت پرستوں کے خلاف جنگ سے کبھی بھی منہ نہیں موڑا۔ قرآن کریم نے کفار و مشرکین کے نظریہ کو پیش کرتے ہوئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝٨ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝٩ ۔[1]

آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر آپ نرم پڑ جائیں تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔

مشرکین کی ساز باز اور موافقت کی کوشش کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

قبیلہ ثقیف کا ایک گروہ معاہدہ کرنے کیلئے مدینہ سے مکہ آیا ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی جو شرائط رکھیں تو اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ان سے نماز معاف کر دی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس خواہش کو رد کر دیا اور فرمایا جس دین میں نماز نہ ہو وہ بیکار ہے نیز انہوں نے یہ کہا کہ ان کا بتخانہ تین سال تک برقرار رکھا جائے اور ان کے اس بڑے بت کی پرستش کی چھوٹ دی جائے جس کا نام (لات) ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ درخواست رد کر دی، آخر میں انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم کو خود ہمارے ہی ہاتھوں سے بتوں کے

---

[1] القلم 8-9

توڑنے کا حکم نہ دیا جائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شرط منظور کرلی اور کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ تم ان بتوں کو توڑ دو۔[1]

دھمکی اور لالچ

دھمکی اور لالچ یہ ایسے خوفناک اور ہوس انگیز ہتھیار تھے جسے کفار نے انبیاء کرام خصوصاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روکنے کیلئے استعمال کئے۔ مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھ لیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عقائد پر ثابت قدم رہیں گے اور اس کے برملا اظہار سے باز نہیں آئیں گے تو ان لوگوں نے آپ کو ڈرانے اور لالچ دینے کی پلاننگ تیار کی اس غرض سے وہ ایک وفد کی صورت میں جناب ابوطالب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور کہا

آپ کا بھتیجا، ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے ہمارے قانون کی برائی کرتا ہے ہمارے افکار و عقائد کا مذاق اڑاتا اور ہمارے آباء اور اجداد کو گمراہ سمجھتا ہے لہذا تو آپ ان کو اس کام سے روک دیجئے یا انہیں ہمارے سپرد کر دیجئے اور ان کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔[2]

بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ان کو مال چاہئے تو ہم مال دینگے اگر کوئی خوبصورت عورت چاہئے تو ہم اس کے لئے حاضر ہیں۔ جب ابوطالب نے یہ پیغام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تو آپ نے فرمایا:

وَ اللهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي وَ الْقَمَرَ فِي يَسَارِي عَلَىٰ اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَ اللهُ اَوْ اَهْلَكَ فِيهِ مَا تَرَكْتُهُ[3]

---

[1] فروغ ابدیت ج 2 ص 797، 799

[2] فروغ ابدیت ص 797، 799

[3] سیرہ ابن ہشام ج 1 از ص 283 تا 285

اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لا کر رکھدیں اور کہیں کہ اس کام سے باز آجاؤں تو خدا کی قسم میں اس سے باز نہیں آؤنگا، یہاں تک کہ خدا اس دین کو غالب کردے یا میں اس راہ میں قتل کر دیا جاؤں۔

ابوجہل کی دھمکی

رسول خداﷺ کے شدید ترین دشمنوں میں سے ایک ابوجہل بھی تھا اس نے ایک خط کے ذریعہ دھمکی دیتے ہوئے کہا تمہارے خیالات نے تمہارے لیے سرزمین مکہ کو تنگ کر دیا اور تم دربدر ہو کر مدینہ پہنچے جب تک تمہارے ذہن و دماغ میں ایسے خیالات پرورش پاتے رہیں گے اس وقت تک تم اسی طرح دربدر رہو گے اور یہ خیالات تمہیں غلط کاموں پر آمادہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تم مدینہ والوں کو بھی فاسد کر ڈالو گے اور اس آگ میں مدینہ والے بھی جل جائیں گے جس کے شعلے تم نے بھڑکا رکھے ہیں۔

میری آنکھوں کے سامنے تمہارا بس یہ نتیجہ ہے کہ قریش تمہارے برپا کئے ہوئے فتنوں کو دبانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اس کے علاوہ یہ بھی ہوگا کہ کفار مدینہ اور وہ لوگ ان کی مدد کریں گے جن کے دل تمہاری دشمنی سے لبریز ہونگے اگرچہ آج وہ تم سے ڈر کر تمہاری مدد اور پشت پناہی کر رہے ہیں لیکن جب وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ تمہارے ہلاک ہونے سے وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اور انکے بال بچے تمہارے فقر اور مجبوری سے لاچار اور فقیر ہو جائیں گے تو وہ تمہاری مدد سے ہاتھ اٹھالیں گے۔

وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ دشمن تم پر فتحیاب ہونے کے بعد زبردستی ان کی سرزمین میں گھس آئیں گے اور پھر وہ دشمن، تمہارے دوست اور دشمن میں کوئی امتیاز نہیں کریں گے اور ان سب کو تباہ و برباد کر ڈالیں گے ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر بنالیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں

ہے کہ جس نے تم کو یہ دھمکی دی ہے وہ حملہ بھی کر سکتا ہے اور جس نے بات بڑے واضح انداز میں کہی ہے اس نے پیغام پہنچانے میں کوتاہی نہیں کی (معاذ اللہ)۔

یہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب پاس اس وقت پہنچا جب بنی اسرائیل کے یہودی مدینہ کے باہر جمع تھے، اس لئے کہ ابو جہل نے اپنے قاصد کو یہ حکم دیا تھا کہ یہ خط ایسے ہی موقع پر پڑھ کر سنایا جائے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والوں پر خوف طاہری ہو جائے اور کافروں کی جرأت میں اضافہ ہو۔

ابو جہل کے قاصد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تیری بات ختم ہوگئی؟ کیا تو نے پیغام پہنچا دیا اس نے کہا ہاں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو جواب بھی سنتا جا جس طرح ابو جہل مجھے دھمکیاں دیتا ہے اسی طرح خدا میری مدد اور کامیابی کا وعدہ کرتا ہے، خدا کی دی ہوئی خبر میرے لئے زیادہ مناسب اور اچھی ہے جب خدا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کیلئے تیار ہے تو پھر کسی کے غصہ اور بے وفائی سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

تم ابو جہل سے جا کر کہہ دینا کہ شیطان نے جو تعلیم تمہیں دی تھی، وہی باتیں تم نے مجھے کہی اور میں جواب میں وہ کہہ رہا ہوں جو خدا نے مجھ سے کہا ہے انیس دن بعد ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوگی اور تم میرے ایک کمزور مددگار کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے، تم کو عتبہ و شیبہ اور ولید کو قتل کیا جائیگا، نیز قریش کے فلاں فلاں افراد بھی بہت بری طرح قتل کر کے بدر کے کنویں میں پھینک دیے جائیں گے تمہارے لشکر کے ستر (70) آدمیوں کو ہم قتل کریں گے اور 170 افراد کو اسیر بنائیں گے۔[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استقامت اور پائیداری کے ساتھ اس طرح زندگی گذاری جس طرح خدا چاہتا تھا اور کسی بھی طاقتور سے دین کے معاملہ میں سازش نہیں کی۔

---

[1] بحار الانوار ج 17 ص 343-

خلاصہ درس

1) زبان سے زخم لگانے کے علاوہ کفار و مشرکین ، رسولخدا ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو بہت زیادہ جسمانی اذیتیں بھی پہنچاتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ ان تمام مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر فرماتے تھے۔

2) جن مقامات پر صبر کی بڑی اہمیت ہے ان میں سے ایک میدان جنگ بھی ہے صدر اسلام کی بہت سی جنگوں میں مسلمانوں کا لشکر اور جنگی ساز و سامان کفار قریش کے لشکر اور اسلحوں سے بہت ہی کم تھا لیکن پھر بھی خدا کی تائید اور رسول اکرم ﷺ کی بہترین فکر کے ساتھ صبر و شکیبائی کے سایہ میں اکثر جنگیں مسلمانوں کی کامیابی پر اختتام پذیر ہوئی۔

3) استقامت اور پایداری اچھی صفتیں ہیں اور رسول خدا ﷺ میں یہ صفتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

4) کفار و مشرکین نے رسول خدا ﷺ سے دین کے معاملہ میں موافقت کرنے کی بڑی کوششیں کی لیکن آنحضرت ﷺ نے کسی طرح کی نرمی یا اپنے موقف میں لچک کا اظہار نہیں فرمایا۔ نیز بتوں اور بت پرستوں سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔

5) دھمکی اور لالچ دو ایسے حربہ تھے جو کفار نے رسول خدا ﷺ کے حوصلہ کو پست کرنے کیلئے استعمال کئے لیکن رسول اکرم ﷺ کی ثابت قدمی میں کوئی چیز جنبش نہ لاسکی۔

سوالات

1۔ رسول خدا ﷺ کو پہنچائی جانے والی جسمانی اذیت کا ایک نمونہ آنحضرتؐ کے ردعمل کے ساتھ بیان فرمایئے

2۔ میدان جنگ میں صبر کا کیا اثر ہوتا ہے؟

3۔ رسول خدا ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے مجھے بوڑھا کر دیا؟

4۔ دھمکی اور لالچ کے مقابل حضور ﷺ نے کس ردعمل کا اظہار فرمایا؟

5۔ رسول خدا ﷺ نے اپنی طرف سے کسی نرمی یا دین کے معاملہ میں کسی موافقت کو کیوں قبول نہیں کیا؟ اس سلسلہ کی آیت بیان کر کے توضیح فرمائیں؟

اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ فِیْ سُوْءٍ اسْتَنْقَذْتَنِیْ مِنْهُ اَبَدًا [1]

خدایا جن برائیوں سے تونے مجھ کو نکالا ہے اس میں پھر واپس نہ پلٹا دینا۔

[1] تفسیر القمی / ج2 / 75 / [سورۃ الانبیاء (21): آیۃ 87] ص:74

نواں سبق

پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انسانیت کے کمال کی جو اعلیٰ ترین مثال ہو سکتی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سب سے بڑے مصداق اور انسانی فضائل و کمالات کا اعلیٰ نمونہ تھے، اخلاق الٰہی کا مظہر اور

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ. [1]

کے افتخار سے سرفراز تھے۔

آپؐ کے فضائل کا بلند پہلو یہ ہے کہ خدا نے آپؐ کو رؤوف و رحیم کے لقب سے یاد فرمایا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. [2]

رسول جو تمہاری صنف سے ہے فرط محبت کی بنا پر تمہاری تکلیف ان کے اوپر بہت گراں ہے۔ وہ تمہاری نجات پر حریص ہے اور مؤمنین پر رؤف و مہربان ہے۔

آپؐ نبی رحمت ہیں آپؐ کے فیض رحمت سے نہ صرف مؤمنین اور محبین بلکہ سخت ترین دشمن بھی بہرہ مند ہوتے رہے، اس لئے کہ آپؐ نے یہ سبق اپنے پروردگار سے سیکھا تھا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [3]

---

[1] قلم: ۴

[2] توبہ: ۱۲۸

[3] انبیاء: ۱۰۷

ہم نے آپ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ [1]

ان کو معاف کر دیجئے اور در گذر کیجئے۔

آپ کریمانہ اخلاق اور درگذر کی صفت سے مالا مال تھے، محض ناواقف دوستوں اور دشمنوں کی اذیتوں اور برے سلوک کو آپؐ معاف ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی یاد بھی دل سے نکال دیتے تھے، دل کے اندر بغض اور کینہ نہیں رکھتے تھے۔ کہ جس سے اقتدار حاصل ہونے کے بعد اس کے ساتھ انتقامی کاروائی کریں، خدا نے آپؐ کو وسعت قلب سے نوازا تھا (الم نشرح لک صدرک) اے رسول کیا ہم نے آپؐ کو شرح صدر کی نعمت نہیں عطا کی۔

آپؐ ایسے کریمانہ اخلاق اور مہربان دل کے مالک تھے کہ ناواقف اور خودغرض دشمنوں کی گستاخیوں اور جسارتوں کا انتقام لینے کی کبھی آپؐ نے فکر نہیں کی، آپؐ کے بلند اخلاق اور وسعت قلبی نے قرابت داروں، دوستوں اور سخت ترین دشمنوں کو بھی آپؐ کا گرویدہ بنا دیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذاتی حق کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، اگر کوئی آپؐ کو تکلیف بھی پہنچا تو آپ اسے معاف فرما دیتے ہاں اگر کوئی حکم خدا کی ہتک حرمت کرتا تھا تو اس وقت حد الٰہی جاری فرماتے تھے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کو دشنام نہیں دیا آپؐ نے کسی خدمت گار کو یا کسی بیوی پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا، آپؐ کے ہاتھ راہ خدا میں جہاد کے لئے صرف کفار پر اٹھے۔ [2]

جنگ احد میں جب آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور چہرہ مبارک پر زخم لگے تو آپؐ کے اصحاب کو اس کا بہت دکھ ہوا انہوں نے درخواست کی کہ آپؐ دشمنوں اور کافروں کیلئے

---

[1] مائدہ: ۳۱

[2] محجۃ البیضاء ج 4 ص 128

بد دعا اور نفرین کریں، آپؐ نے فرمایا: میں لعن اور نفرین کے لئے نہیں مبعوث کیا گیا ہوں، مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، میں ان کیلئے دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کی ہدایت کرے اس لئے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں [1]

ان مصیبتوں کو برداشت کرنے کے بعد بھی ان کے لئے دست دعا بلند کرنا اور خدا سے عذاب کی بدلے ہدایت مانگنا آپؐ کے عفو و رحمت، حسن اخلاق اور کمال کی دلیل ہے۔

آپؐ کے عمومی اخلاق کا یہ نمونہ تھا، آپؐ کی زندگی میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں اب یہ کہ سختیوں کے جھیلنے کے بعد عفو اور درگزر کا انسانی اخلاق پر کیا اثر پڑتا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کی زندگی کے عفو و درگزر کے حوالے سے چند واقعات کی مدد سے ہم اس کی طرف اشارہ کریں گے البتہ ہمیں اعتراف ہے کہ ان عظیم الٰہی آیات پر مکمل تجزیہ کرنے سے ہم عاجز ہیں یہ کام ہم فقط اس لیے کر رہے ہیں کہ ہمارے نفس پر اس کا اثر پڑے اور وہ واقعات ہماری ہدایت کا چراغ بن جائیں۔

عفو، کمال کا پیش خیمہ

عفو کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ وہ انسان کے اندر کمال کا جوہر پیدا کر دیتا ہے، اس لئے کہ عفو کرنے والا جہاد اکبر کی منزل میں ہوتا ہے، وہ اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے، اس کا نفس انتقام کیلئے آمادہ کرتا ہے، اس کے غیظ و غضب کی آگ بھڑکاتا ہے، لیکن معاف کرنے والا انسان ایسی خواہشوں سے نبرد آزمائی رکتا رہتا ہے اور پھر خود سازی اور کمال روح کی زمین ہموار ہو جاتی ہے، اس لئے عقل و نفس کی جنگ میں اگر انسان شرع اور عقل کو حاکم بنالے تو یہ انسان کے اندر کمال پیدا کرنے کے ضامن ہیں۔

---

[1] محجۃ البیضاء ج 4 ص 129

عفو میں دنیا اور آخرت کی عزت

عفو اور درگذر کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں انسان کی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔

عزت دنیا

۔ شیطان، انسان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کرتا ہے کہ اگر تم انتقام نہیں لوگے تو لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاؤ گے، دوسرے شیر بن جائیں گے، حالانکہ ایسا نہیں ہے عفو اور درگذر انسان کی قدر ومنزلت کو بڑھانے اور اس کی شخصیت کو بلند کرنے کا سبب ہے، خاص طور پر اگر توانائی اور طاقت کی موجودگی میں کسی کو معاف کر دیا جائے تو یہ اور بھی زیادہ موثر ہے، اگر عفو کو ترک کر دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ لڑائی جھگڑا ہو جائے اور پھر بات عدالت تک پہنچے کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ترک عفو انسان کی جان، مال عزت اور آبرو کے جانے کا باعث بن جاتا ہے اور ان تمام باتوں سے انسان کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے۔

کلام رسول خدا ﷺ مندرجہ بالا حقائق کی طرف پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ علیہم السلام نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَيْكُمْ بِالْعَفْوِ فَإِنَّ الْعَفْوَ لَا يَزِيدُ الْعَبْدَ إِلَّا عِزّاً فَتَعَافَوْا يُعِزَّكُمُ اللهُ [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: تم عفو اور درگذر سے کام لیا کرو کیوں کہ عفو فقط انسان کی عزت میں اضافہ کرتا ہے لہٰذا تم عفو کیا کرو کہ خدا تمہیں

---

[1] مرآۃ العقول ج 8 ص 194

عزت والا بنادے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ - فِي خُطْبَتِهِ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ خَلَائِقِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ: الْعَفْوُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ، وَ الْإِحْسَانُ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ، وَ إِعْطَاءُ مَنْ حَرَمَكَ. [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبر ﷺ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: کیا میں تم کو اس بہترین اخلاق کی خبر دوں جو دنیا و آخرت دونوں میں نفع بخش ہے؟ تو سنو، جس نے تمہارے اوپر ظلم کیا اس کو معاف کر دینا، ان رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا جنہوں نے تمہارے ساتھ قطع رحمی کی، اس کے ساتھ نیکی سے پیش آنا جو تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے، اور اس کو عطا کرنا جس نے تم کو محروم کر دیا ہو یہ بہترین اخلاق ہیں۔

آخرت کی عزت

عفو و درگذر میں انسان کی اخروی عزت بھی پوشیدہ ہے کہ اس سے مغفرت پروردگار حاصل ہوتی ہے۔

قرآن کہتا ہے:

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ. [2]

مومنین کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر عفو اور درگذر کی صفت پیدا کریں، کیا تم اس بات کو

---

[1] مرآۃ العقول ج 8 ص 192

[2] نور 22

دوست نہیں رکھتے کہ خدا تم کو بخش دے، خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ [1]

تم اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف تیزی سے بڑھو جس کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جس کو اللہ نے پرہیزگار بندوں کے لئے مہیا کر رکھا ہے، ان پرہیزگاروں کیلئے جو اپنے مال کو وسعت اور جنگ کے عالم میں فقراء پر خرچ کرتے اور اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، خدا نیک اعمال کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت

عفو و رحمت جیسی تمام صفات کمال کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا بارگاہ میں حقیقی عزت حاصل تھی

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ. [2]

عزت خدا اور اس کے رسول کیلئے ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن عفو میں آنے کے بعد نہ صرف مؤمنین بلکہ دشمن بھی آپ کے وفادار دوست بن جاتے تھے اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خدا سے یہ عظیم ادب سیکھا تھا، ارشاد ہوتا ہے:

---

[1] آل عمران: ۱۳۳، ۱۳۴

[2] سورۂ منافقین: ۸

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ.[1]

اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ لوگوں کی بدی کا بدلہ نیکی سے دیں تا کہ جو آپ کے دشمن ہیں وہ دوست بن جائیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ عفو و درگذر دلوں میں مہربانی پیدا کرنے کا سبب ہوا کرتا ہے کہ کینہ پرور دشمن کے دل کو بھی نرم کر دیتا ہے، انسان کی شخصیت کو بلند کرتا ہے اور لوگوں کی توجہ عفو کرنے والے کی طرف مبذول ہو جاتی ہے، لیکن اس کے برخلاف کینہ توزی اور انتقامی کاروائی سے لوگ بدظن ہو جاتے ہیں اور ایسے شخص سے فرار کرنے لگتے ہیں، انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامیاب ہو جانے کی ایک علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی رحم و کرم ہے۔

اقتدار کے باوجود درگذر

انتقام کی طاقت ہونے کے باوجود معاف کر دینے کی بات ہی کچھ اور ہے، اس سے بڑی وہ منزل ہے کہ جب انسان معاف کرنے کے ساتھ ساتھ احسان بھی کرے، قدرت و طاقت کے باوجود معاف کر دینے اور بخش دینے میں انسانوں میں سب سے نمایاں مثال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے، آپ کی نبوت کے زمانہ میں مختلف افراد اور اقوام کو معاف کر دینے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

---

[1] فصلت:۳۴

لطف ومہربانی کا دن

کفار ومشرکین مکہ کی خطاؤں کو معاف کردینے اور ان کو دامن عفو میں جگہ دینے والا سب سے مشہور دن فتح مکہ کے بعد کا دن ہے، جن دشمنوں نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرح کی اذیتیں پہنچانے کی کوششیں کی تھیں اور آپؐ کو ہجرت کرجانے پر مجبور کردیا تھا، آپؐ نے ان دشمنوں کو معاف کردیا۔

سعد بن عبادہ جو لشکر اسلام کے ایک کمانڈر تھے مکہ جاتے ہوئے انہوں نے نعرہ بلند کیا:

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمُ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَةُ.
اَلْيَوْمَ أَذَلَّ اللهُ قُرَيْشاً

آج خون بہانے کا دن ہے آج وہ دن ہے کہ جس دن حرمت واحترام کا خیال رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، آج خدا قریش کو ذلیل کرے گا۔

لیکن اس نعرہ کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ سعد کو غلط فہمی ہوئی ہے، آج کا نعرہ یہ ہے:

اَلْيَوْمُ يَوْمَ الرَّحْمَةِ اَلْيَوْمَ أَعَزَّ اللهُ قُرَيْشاً [1]

آج لطف ومہربانی کا دن ہے آج خدا نے قریش کو عزت دی ہے۔

بعض اصحاب نے عرض کی ہمیں خوف ہے کہ سعد کہیں حملہ نہ کردیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا تاکہ سعد سے علم لے کر ان کے بیٹے قیس کو دیدیں حضور نے اس

---

[1] بحار الانوار (ط-بیروت) / ج 21 / 109 / باب 26 فتح مکہ ..... ص: 91

بہانے سے سعد کا کنٹرول چھینا تا کہ ان کے رنج کا سبب نہ بنے۔ [1]

اپنی پوری طاقت اور توانائی کیساتھ پیغمبر ﷺ جب کفار قریش کے سامنے کھڑے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: اے قریش اور مکہ والو! کیا تم کو معلوم ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟

ان لوگوں نے جواب دیا کہ سوائے خیر اور نیکی کے ہمیں آپؐ سے کوئی اور توقع نہیں ہے، آپؐ بزرگوار اور کریم بھائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس وقت آپؐ نے وہی بات کہی جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے کہی تھی:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [2]

آج تمہاری سرزنش نہیں ہوگی۔

تم شرمندہ نہ ہونا۔ ہم نے آج تم کو معاف کر دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

فَاذْهَبُوا وَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ [3]

---

[1] ناسخ التواریخ ج3 ص285، 284

[2] یوسف 92

روایت ہے کہ جب یوسف نے ان کو پہچان لیا تو وہ ان کے دسترخوان پر ہر صبح و شام حاضر ہونے لگے انہوں نے اپنے بھائی یوسف سے کہا کہ ہم اپنے گذشتہ سلوک پر نادم ہیں جناب یوسف نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہر چند کہ میں آج مصر کا بادشاہ ہوں لیکن لوگ اسی پہلے دن کی نگاہ سے آج بھی مجھ کو دیکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو بیس درہم میں خریدا گیا تھا وہ آج مصر کی حکومت تک کیسے پہنچ گیا لیکن جب تم آگئے اور یہ لوگ سمجھ گئے کہ میں تمہارا بھائی ہوں تو تمہاری وجہ سے میں لوگوں کی نظروں میں بلند ہو گیا ہوں ان لوگوں نے جب سمجھ لیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوں تو اب یہ لوگ اس نظر سے نہیں دیکھتے جس نظر سے ایک غلام کو دیکھا جاتا ہے (سفینۃ البحار ج1 ص412)

[3] منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ (خوئی) / ج18 / 275 / المعنی..... ص:242

جاؤاب تم آزاد ہو۔

فتح مکہ کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری قدرت اور طاقت حاصل تھی پھر بھی آپؐ نے تمام دشمنوں کو آزاد کر دیا، صرف ان پندرہ افراد کو امان سے مستثنیٰ کیا جو اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تھے اور بہت سی سازشوں میں ملوث تھے، وہ گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں، فتح مکہ کے بعد ان میں سے چار افراد کے علاوہ سب قتل کر دیئے گئے، چار افراد کو امان ملی انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کی جان بچ گئی۔ [1]

اب ان لوگوں کا ذکر کیا جائیگا جن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن عفو میں جگہ ملی۔ آگے اور یہ لوگ سمجھ گئے کہ میں تمہارا بھائی ہوں تو تمہاری وجہ سے میں لوگوں کی نظروں میں بلند ہو گیا ہوں ان لوگوں نے جب سمجھ لیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوں تو اب یہ لوگ اس نظر سے نہیں دیکھتے جس نظر سے ایک غلام کو دیکھا جاتا ہے۔ [2]

آپؐ کے چچا حمزہ کا قاتل

جناب حمزہ علیہ السلام کا قاتل وحشی بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھا جن کے قتل کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ سے پہلے حکم دے دیا تھا، مسلمان بھی اس کو قتل کرنے کی تاک میں تھے، لیکن وحشی بھاگ کر طائف پہنچ گیا اور کچھ دنوں وہاں رہنے کے بعد طائف کے نمائندوں کے ساتھ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت حمزہ علیہ السلام کے قتل کی روداد سنائی حضرت رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری نظروں سے اتنی دور چلا جا کہ میں تجھ کو نہ دیکھوں، اسی طرح یہ بھی

---

[1] محمد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 319-713

[2] سفینۃ البحار ج 1 ص 412

معاف کر دیا گیا۔[1]

ابوسفیان کی بیوی عتبہ کی بیٹی ہند

ابوسفیان کی بیوی، عتبہ کی بیٹی ہند بھی ان لوگوں میں سے تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کا خون مباح کر دیا تھا، اس لئے کہ اس نے حمزہ کو مثلہ کر کے ان کا کلیجہ چبانے کی کوشش کی تھی، فتح مکہ کے بعد وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچی اور اس نے اظہار اسلام کیا تو حضور نے اس کو بھی معاف کر دیا۔[2]

ابن زبعری

فتح مکہ کے بعد ابن زبعری بھاگ کر نجران چلا گیا لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اس نے وحدانیت اور رسالت کی گواہی دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں نے آپ سے دشمنی کی، آپ سے جنگ کرنے کیلئے میں نے پیادوں کا لشکر جمع کیا، اس کے بعد میں بھاگ کر نجران چلا گیا میرا ارادہ تھا کہ میں کبھی بھی اسلام کے قریب نہیں جاؤں گا لیکن خدا نے مجھ کو خیر کی توفیق عطا کی اور اس نے اسلام کی محبت میرے دل میں بٹھا دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس خدا کی تعریف کہ جس نے تم کو اسلام کا راستہ دکھایا وہ اس سے پہلے کی باتوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔[3]

ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب (معاویہ کا باپ یہ ابوسفیان نہیں بلکہ یہ دوسرا

---

[1] مغازی واقدی ترجمہ ڈاکٹر محمود مھدوی دامغانی ج 2 ص 660

[2] محمد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 318

[3] مغازی واقدی ج 2 ص 648، ترجمہ ڈاکٹر محمود مھدوی دامغانی

ابوسفیان ہے)۔

یہ پیغمبر ﷺ کا چچازاد اور دودھ شریک بھائی تھا، اس نے کچھ مدت جناب حلیمہ کا دودھ پیا تھا اور پیغمبر ﷺ کا ہم سن تھا۔

بعثت سے پہلے تو یہ ٹھیک تھا مگر بعد میں یہ آپ کا سخت ترین دشمن بن گیا، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کی ہجو میں یہ اشعار کہا کرتا تھا، بیس سال تک اس نے پیغمبر ﷺ سے دشمنوں کا سا سلوک روا رکھا مسلمانوں سے لڑی جانے والی تمام جنگوں میں کفار کے ساتھ رہا، یہاں تک کہ اس کے دل میں نور اسلام کی روشنی پہنچ گئی، چنانچہ ایک روز وہ اپنے بیٹے اور غلام کے ساتھ مکہ سے باہر آیا اور اس وقت پیغمبر ﷺ کے پاس پہنچا کہ جب آپ حنین کی طرف روانہ ہو رہے تھے، اس نے کئی بار اپنے آپ کو پیغمبر ﷺ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی لیکن آنحضرت ﷺ نے کوئی توجہ نہیں دی اور اپنا رخ اس کی جانب سے پھیر لیا، مسلمانوں نے بھی رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے بے اعتنائی کا ثبوت دیا، لیکن وہ بھی پیغمبر ﷺ کے لطف و کرم کا امیدوار رہا، بات یوں ہی ٹلتی رہی یہاں تک کہ جنگ حنین شروع ہو گئی۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ پیغمبر ﷺ میدان جنگ میں ایک سفید اور سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے آپؐ کے ہاتھوں میں برہنہ تلوار تھی، میں تلوار لئے ہوئے اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور میں نے عمداً اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی، خدا شاہد ہے کہ وہاں میری یہی آرزو تھی کہ پیغمبر ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے میں قتل کر دیا جاؤں۔

عباس بن عبدالمطلب نے پیغمبر ﷺ کے گھوڑے کی لگام تھام رکھی تھی میں بھی دوسری طرف تھا، آنحضرت ﷺ نے میری طرف نگاہ کی اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے چاہا کہ اپنے چہرہ کی نقاب ہٹا دوں، عباس نے کہا:

اے رسول خدا ﷺ یہ آپ کا چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث ہے، آپ اس پر مہربانی فرمائیں اور اس سے راضی ہو جائیں، آپؐ نے فرمایا: میں راضی ہو گیا خدا نے اس کی وہ

تمام دشمنی جو اس نے مجھ سے کی معاف کر دی ہے۔

ابوسفیان کا کہنا ہے کہ میں نے پیغمبر ﷺ کے پاؤں کو رکاب میں بوسے دیئے آنحضرت ﷺ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا: میرے بھائی تمھیں میری جان کی قسم یہ نہ کرو پھر آپؐ نے فرمایا: آگے بڑھو اور دشمن پر حملہ کر دو۔

میں نے حملہ کر کے دشمن کو بھگا دیا، میں آگے آگے تھا اور رسول خدا ﷺ میرے پیچھے آ رہے تھے میں لوگوں کو قتل کر رہا تھا اور دشمن بھاگے جا رہے تھے۔ [1]

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام

عفو و رحمت کا دوسرا نمونہ پیغمبر ﷺ کی گود کے پالے، انسانیت کا اعلیٰ نمونہ حضرت علی علیہ السلام ہیں آپؑ کی زندگی سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ آپؑ نے بھی پوری طاقت اور قدرت و اختیار کے باوجود عفو و درگذر سے کام لیا اور پیغمبر ﷺ کی سیرت کو نمونہ بنایا۔

فتح بصرہ کے بعد آپؑ نے اپنے اصحاب سے ان لوگوں کو معاف کر دینے کی سفارش کی جنہوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی تھی اور نئی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ دینے کی کوشش کی تھی، آپؑ نے حکم دیا کہ بھاگ جانے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے ان کا مال نہ لوٹا جائے، آپؑ کی طرف سے ایک منادی ندا دیتا جا رہا تھا جو اپنا اسلحہ زمین پر رکھ دے اور گھر میں چلا جائے اس کو امان ہے۔

آپؑ کے عفو کا دامن اتنا پھیلا کہ آپؑ نے لشکر کے سپہ سالاروں اور قوم کے سر برآوردہ افراد نیز جناب عائشہ کو معاف کر دیا،

جناب عائشہ کو تو احترام اور تحفظ کے ساتھ مدینہ بھیجا اور مروان بن حکم کو بھی معاف

---

[1] مغازی واقدی ترجمہ ڈاکٹر محمود مہدوی دامغانی ج 2 ص 619، 616

کردیا جو کہ آپ کا سخت ترین دشمن تھا اور ابن زبیر کو بھی معاف کردیا جو آپ کے لشکر کی کامیابی سے پہلے بصرہ میں آپؐ کے خلاف ناروا باتیں کہا کرتا تھا اور لوگوں کو آپؐ کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا[1].

خلاصہ درس

1) انسانیت کے مظہر کامل ہونے کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کے فضائل اور کرامات کا اعلی نمونہ تھے، آپ اخلاق الٰہی سے مزین اور "انک لعلی خلق عظیم" کے مرتبہ پر فائز تھے۔

2) آپ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ خدا نے آپ کو روف و رحیم کی صفت سے یاد فرمایا ہے۔

3) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذاتی حق کے لئے کسی سے بھی انتقام نہیں لیا بلکہ جو بھی آپ کو اذیت پہنچاتا تھا آپؐ اس کو معاف فرمادیتے تھا مگر جب آپؐ یہ دیکھتے تھے کہ حکم خدا کی ہتک حرمت کی جاتی تھی تو اس وقت آپؐ حد جاری کرتے تھے۔

4) عفو کردینا انسانیت کا کمال ہے اس لئے کہ عفو کرنے والا اپنے نفس کو دبانے کے سلسلہ میں جہاد اکبر میں مشغول ہوتا ہے۔

5) عفو کا ایک قابل قدر اثر یہ بھی ہے کہ انسان دنیا و آخرت میں باعزت رہتا ہے۔

6) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صفات کمال عفو اور مہربانی کے ذریعہ خدا کے نزدیک حقیقی عزت کے مالک ہیں اور مومنین کے دلوں میں بھی آپؐ کی بڑی قدر و منزلت

---

[1] منتاج 1 ص 4

ہے۔

7) سب سے زیادہ بہترین عفو وہ ہے جو طاقت اور قدرت کے باوجود ہو اور اگر عفو کے ساتھ احسان ہو تو اس کا درجہ اس سے بھی بڑا ہے۔

سوالات

1۔ اصحاب نے جب کفار کے بارے میں لعن اور نفرین کی بات کہی، تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا جواب دیا؟

2۔ عفو کیونکر انسان کے کمالات کی زمین ہموار کرتا ہے؟

3۔ سب سے بلند اور سب سے بہترین معافی کون سی معافی تھی؟

4۔ فتح مکہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن عبادہ سے کیا فرمایا تھا؟

5۔ فتح مکہ کے دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عفو اور درگذر کے نمونے پیش کئے ان میں سے ایک نمونہ بیان فرمائیے؟

اَللّٰهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِي عَدُوًّا وَلَا حَاسِدًا أَبَدًا.[1]

خدایا میرے دشمنوں اور حاسدوں کو کبھی بھی خوش نہ رکھنا۔

تفسیر القمی / ج2 / 75 / [سورۃ الانبیاء (21): آیۃ 87] ص:74

دسواں سبق

بدزبانی کرنے والوں سے درگزر

عفو، درگذر، معافی اور چشم پوشی کے حوالے سے رسول اکرم، اور ائمہ اطہار علیہم السلام کا سبق آموز برتاؤ وہاں بھی نظر آتا ہے جہاں ان ہستیوں نے ان لوگوں کو معاف فرمادیا کہ جو ان عظیم و کریم ہستیوں کے حضور توہین، جسارت اور بدزبانی کے مرتکب ہوئے تھے، یہ وہ افراد تھے جو ان گستاخوں کو معاف کرکے ان کو شرمندہ کردیتے تھے اور اس طرح ہدایت کا راستہ فراہم ہوجایا کرتا تھا۔

اعرابی کا واقعہ

ایک دن ایک اعرابی رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پہنچا اس نے آنحضرت ﷺ سے کوئی چیز مانگی آپؐ نے اس کو وہ چیز دینے کے بعد فرمایا کہ کیا میں نے تم پر کوئی احسان کیا ہے؟ اس شخص نے کہا نہیں آپؐ نے ہرگز مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔

اصحاب کو غصہ آگیا وہ آگے بڑھے تو آپؐ نے ان کو منع کیا، پھر آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور واپس آکر کچھ اور بھی عطا فرمایا اور اس سے پوچھا کہ کیا اب میں نے تم پر کوئی احسان کیا ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں آپؐ نے احسان کیا ہے خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تم نے جو بات میرے اصحاب کہ سامنے کہی تھی ہوسکتا ہے کہ اس سے ان کے دل میں تمہاری طرف سے بدگمانی پیدا ہوگئی ہو لہٰذا اگر تم پسند کرو تو ان کے سامنے چل کر اپنی رضامندی کا اظہار کردو تا کہ ان کے دل میں کوئی بات باقی نہ رہ جائے، وہ اصحاب کے پاس آیا پیغمبر ﷺ نے فرمایا: یہ شخص مجھ سے راضی ہوگیا ہے، کیا ایسا

ہی ہے؟ اس شخص نے کہا جی ہاں خدا آپ کو اور آپ کے خاندان کو جزائے خیر دے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری اور اس شخص کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کی اونٹنی کھل کر بھاگ گئی ہو لوگ اس کا پیچھا کر رہے ہوں اور وہ بھاگی جا رہی ہو، اونٹنی کا مالک کہے کہ تم لوگ ہٹ جاؤ مجھے معلوم ہے کہ اس کو کیسے رام کیا جاتا ہے پھر مالک آگے بڑھے اور اس کے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرے اس کے جسم اور چہرہ سے گرد وغبار صاف کرے اور اس کی رسی پکڑ لے، اگر کل میں تم کو چھوڑ دیتا تو تم بدزبانی کی بنا پر اس کو قتل کر دیتے اور یہ جہنم میں چلا جاتا۔ [1]

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور شامی شخص

ایک دن حسن مجتبیٰ علیہ السلام مدینہ میں چلے جا رہے تھے ایک مرد شامی سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا کیونکہ حاکم شام کے زہریلے پروپیگنڈہ کی بنا پر شام کے رہنے والے علی علیہ السلام اور فرزندان علی علیہ السلام کے دشمن تھے، اس شخص نے یہ چاہا کہ اپنے دل کے بھڑاس نکال لے، امام علیہ السلام خاموش رہے، وہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہو گیا۔

تو آپ نے مسکراتے ہوئے کہا اے شخص میرا خیال ہے کہ تو مسافر ہے اور تم میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو (یعنی تو دشمنوں کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہے) لہٰذا اگر تو مجھ سے میری رضامندے حاصل کرنا چاہے تو میں تجھ سے راضی ہو جاؤنگا، اگر کچھ سوال کرو گے تو ہم عطا کریں گے، اگر رہنمائی اور ہدایت کا طالب ہے تو ہم تیری رہنمائی کریں گے۔ اگر کسی خدمتگار کی تجھ کو ضرورت ہے تو ہم تیرے لئے اس کا بھی انتظام کریں گے۔ اگر تو بھوکا ہوگا تو ہم تجھے سیر کریں گے محتاج لباس ہوگا تو ہم تجھے لباس دیں گے۔ محتاج ہوگا تو ہم تجھے بے نیاز کریں

---

[1] سفینۃ البحار ج1 ص416

گے۔ پناہ چاہتے ہو تو ہم پناہ دیں گے۔ اگر تیری کوئی بھی حاجت ہو تو ہم تیری حاجت روائی کریں گے۔ اگر تو میرے گھر مہمان بننا چاہتا ہے تو میں راضی ہوں یہ تیرے لئے بہت ہی اچھا ہوگا اس لئے کہ میرا گھر بہت وسیع ہے اور میرے پاس عزت و دولت بھی کچھ موجود ہے۔

جب اس شامی نے یہ باتیں سنیں تو رونے لگا اور اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ زمیں پر خلیفۃ اللہ ہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے اپنی رسالت اور خلافت کو کہاں قرار دے گا۔ اس ملاقات سے پہلے آپؑ اور آپؑ کے پدر بزرگوار میرے نزدیک بہت بڑے دشمن تھے اب سب سے زیادہ محبوب آپ ہی حضرات ہیں۔

پھر وہ امام کے گھر گیا اور جب تک مدینہ میں رہا آپ ہی کا مہمان رہا پھر آپ کے دوستوں اور اہلبیت علیہم السلام کے ماننے والوں میں شامل ہو گیا۔ [1]

امام سجاد علیہ السلام اور آپ کا ایک دشمن

منقول ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام کو برا بھلا کہا آپ کو اس نے دشنام دی آپؑ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر آپؑ نے اپنے اصحاب سے پلٹ کر کہا: آپ لوگوں نے اس شخص کی باتیں سنیں؟ اب آپ ہمارے ساتھ آئیں تا کہ ہمارا بھی جواب سن لیں وہ لوگ آپ کے ساتھ چل دیے اور جواب کے منتظر رہے۔ لیکن انہوں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام راستے میں مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کر رہے ہیں۔

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ [2]

---

[1] منتہی الامال ج 1 ص 162

[2] آل عمران 134

وہ لوگ جو اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں، لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ان لوگوں نے سمجھا کہ امام علیہ السلام اس شخص کو معاف کر دینا چاہتے ہیں جب اس شخص کے دروازہ پر پہنچے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: تم اس کو جا کر بتا دو علی بن الحسین علیہ السلام آئے ہیں، وہ شخص ڈر گیا اور اس نے سمجھا کہ آپ ان باتوں کا بدلہ لینے آئے ہیں جو باتیں وہ پہلے کہہ کے آیا تھا، لیکن امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے بھائی تیرے منہ میں جو کچھ 1 آیا تو کہہ کے چلا آیا تو نے جو کچھ کہا تھا اگر وہ باتیں میرے اندر موجود ہیں تو میں خدا سے مغفرت کا طالب ہوں اور اگر نہیں ہیں تو خدا تجھے معاف کرے، اس شخص نے حضرت کی پیشانی کا بوسہ دیا اور کہا میں نے جو کچھ کہا تھا وہ باتیں آپ میں نہیں ہیں وہ باتیں خود میرے اندر پائی جاتی ہیں۔ [1]

ائمہ معصومین علیہم السلام صرف پسندیدہ صفات اور اخلاق کریمہ کی بلندیوں کے مالک نہ تھے بلکہ ان کے مکتب کے پروردہ افراد بھی شرح صدر اور وسعت قلب اور مہربانیوں کا مجسمہ تھے نیز نا واقف اور خودغرض افراد کو معاف کر دیا کرتے تھے۔

مالک اشتر کی مہربانی اور عفو

جناب مالک اشتر مکتب اسلام کے شاگرد اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے تربیت کردہ تھے اور حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے سپہ سالار بھی تھے آپ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ عرب اور عجم میں علی علیہ السلام کے علاوہ مالک اشتر سے بڑھ کر کوئی شجاع نہیں ہے تو اس کی قسم صحیح ہوگی

حضرت علی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا: مالک اشتر میرے لئے اس طرح تھا

---

[1] بحار الانوار ج 46 ص 55

جیسے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھا۔ نیز آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کاش تمہارے در میان مالک اشتر جیسے دو افراد ہوتے بلکہ ان کے جیسا کوئی ایک ہوتا۔ ایسی بلند شخصیت اور شجاعت کے مالک ہونے کے باوجود آپ کا دل رحم و مروت سے لبریز تھا۔

ایک دن آپ بازار کوفہ سے گذر رہے تھے، ایک معمولی لباس آپ نے زیب تن کر رکھا تھا اور اسی لباس کی جنس کا ایک ٹکڑا سر پر بندھا ہوا تھا، بازار کی کسی دوکان پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، جب اس نے مالک کو دیکھا کہ وہ اس حالت میں چلے جا رہے ہیں تو اس نے مالک کو بہت ذلیل سمجھا اور بے عزتی کرنے کی غرض سے آپ کی طرف سبزی کا ایک ٹکڑا اچھال دیا، لیکن آپ نے کوئی توجہ نہیں کی اور وہاں سے گزر گئے ایک اور شخص یہ منظر دیکھ رہا تھا وہ مالک کو پہچانتا تھا، اس نے آدمی سے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے کس کی توہین کی ہے؟ اس نے کہا نہیں ،اس شخص نے کہا کہ وہ علی علیہ السلام کے صحابی مالک اشتر ہیں وہ شخص کانپ اٹھا اور تیزی سے مالک کی طرف دوڑا تا کہ آپ تک پہنچ کر معذرت کرے۔

مالک مسجد میں داخل ہو چکے تھے اور نماز میں مشغول ہو گئے تھے، اس شخص نے مالک کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کیا جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو اس نے پہلے سلام کیا پھر قدموں کے بوسے لینے لگا، مالک نے اس کا شانہ پکڑ کر اٹھایا اور کہا یہ کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ جو گناہ مجھ سے سرزد ہو چکا ہے میں اس کے لئے معذرت کر رہا ہوں، اس لئے کہ میں اب آپ کو پہچان گیا ہوں، مالک نے کہا کوئی بات نہیں تو گناہ گار نہیں ہے اس لئے کہ میں مسجد میں تیری بخشش کی دعا کرنے آیا تھا۔[1]

ظالم سے درگذر

---

[1] منتہی الامال ص155

خدا نے ابتدائے خلقت سے انسان میں غیظ وغضب کا مادہ قرار دیا ہے، جب کوئی دشمن اس پر حملہ کرتا ہے یا اس کا کوئی حق ضائع ہوتا ہے یا اس پر ظلم ہوتا ہے یا اس کی توہین کی جاتی ہے تو یہ اندرونی طاقت اس کو شخصیت مفاد اور حقوق سے دفاع پر آمادہ کرتی ہے اور یہی قوت خطروں کو برطرف کرتی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ [1]

جو تم پر ظلم کرے تو تم بھی اس پر اتنی زیادتی کر سکتے ہو جتنی اس نے کی ہے۔

قرآن مجید میں قانون قصاص کو بھی انسان اور معاشرہ کی حیات کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور یہ واقعیت پر مبنی ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ [2]

اے عقل والو قصاص تمہاری زندگی کی حفاظت کیلئے ہے۔

لیکن بلند نگاہوں اور ہمتوں کے مالکوں کی نظر میں مقابلہ بالمثل اور قصاص سے بڑھ کر جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ آتش غضب کو آب رحمت سے بجھا دینا ہے۔

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى [3]

اگر تم معاف کر دو تو یہ تقویٰ سے قریب ہے۔

عفو اور درگذر ہر حال میں تقویٰ سے نزدیک ہے اس لئے کہ جو شخص اپنے مسلم حق سے ہاتھ اٹھا لے تو اس کا مرتبہ محرمات سے پرہیز کرنے والوں سے زیادہ بلند ہے [4]

---

[1] بقرہ 194

[2] بقرہ 179

[3] بقرہ 237

[4] المیزان ج2 ص258

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام پر جن لوگوں نے ظلم ڈھائے ان کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام کا ہم کو کچھ اور ہی سلوک نظر آتا ہے جن لوگوں نے اپنی طاقت کے زمانہ میں حقوق کو پامال کیا اور ظلم وستم کا بازار گرم رکھا جب وہی افراد ذلیل ورسوا ہو کر نظر لطف وعنایت کے محتاج بن گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے ان کو معاف کر دیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور ہشام

بیس سال تک ظلم واستبداد کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد سنہ 86 ھ میں عبدالملک بن مروان دنیا سے رخصت ہو گیا اس کے بعد اس کا بیٹا ولید تخت خلافت پر بیٹھا اس نے لوگوں کی توجہ حاصل کرنے اور عمومی مخالفت کا زور کم کرنے کے لئے حکومت کے اندر کچھ تبدیلی کی ان تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی یہ تھی کہ اس نے مدینہ کے گورنر ہشام بن اسماعیل کو معزول کر دیا کہ جس نے اہلبیت علیہم السلام پر بڑا ظلم کیا تھا جب عمر بن عبدالعزیز مدینہ کا حاکم بنا تو اس نے حکم دیا کہ ہشام کو مروان حکم کے گھر کے سامنے لا کر کھڑا کیا جائے تا کہ جو اس کے مظالم کا شکار ہوئے ہیں وہ آئیں اور ان کے مظالم کی تلافی ہو جائے۔لوگ گروہ در گروہ آتے اور ہشام پر نفرین کرتے تھے اور اسے گالیاں دیتے تھے۔

ہشام علی بن الحسین علیہ السلام سے بہت خوفزدہ تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے چونکہ ان کے باپ پر لعن کیا ہے لہٰذا اس کی سزا قتل سے کم نہیں ہوگی، لیکن امام علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں سے کہا کہ یہ شخص اب ضعیف اور کمزور ہو چکا ہے اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ضعیفوں کی مدد کرنی چاہئے، امام علیہ السلام ہشام کے قریب آئے اور آپؑ نے اس کو سلام کیا، مصافحہ فرمایا اور کہا کہ اگر ہماری مدد کی ضرورت ہو تو ہم تیار ہیں، آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم اس کے

پاس زیادہ نہ جاو اس لئے کہ تمھیں دیکھ کر اس کو شرم آئے گی ایک روایت کے مطابق امام علیہ السلام نے خلیفہ کو خط لکھا کہ اس کو آزاد کردو اور ھشام کو چند دنوں کے بعد آزاد کر دیا گیا۔ [1]

امام رضا علیہ السلام اور جلودی

جلودی وہ شخص تھا جس کو محمد بن جعفر بن محمد کے قیام کے زمانہ میں مدینہ میں ہارون الرشد کی طرف سے اس بات پر ماموں کیا گیا تھا کہ وہ علویوں کی سرکوبی کرے ان کو جہاں دیکھے قتل کر دے، اولاد علی علیہ السلام کے تمام گھروں کو تاراج کر دے اور بنی ہاشم کی عورتوں کے زیورات چھین لے، اس نے یہ کام انجام بھی دیا جب وہ امام رضا علیہ السلام کے گھر پہنچا تو اس نے آپؑ کے گھر پر حملہ کر دیا امام علیہ السلام نے عورتوں اور بچوں کو گھر میں چھپادیا اور خود دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔

اس نے کہا کہ مجھ کو خلیفہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کے تمام زیورات لے لوں، امام نے فرمایا: میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خود ہی تم کو سب لا کر دے دونگا کوئی بھی چیز باقی نہیں رہے گی لیکن جلودی نے امام علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ امام علیہ السلام نے کئی مرتبہ قسم کھا کر اس سے کہا تو وہ راضی ہو گیا اور وہیں ٹھہر گیا، امام علیہ السلام گھر کے اندر تشریف لے گئے، آپؑ نے سب کچھ یہانتک کہ عورتوں اور بچوں کے لباس نیز جو اثاثہ بھی گھر میں تھا اٹھا لائے اور اس کے حوالہ کر دیا۔

جب ماموں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تو جلودی مخالفت کرنے والوں میں تھا اور ماموں کے حکم سے قید میں ڈال دیا گیا، ایک دن قید خانہ سے نکال کر اس کو ایسی بزم میں لایا گیا جہاں امام رضا علیہ السلام بھی موجود تھے، ماموں جلودی کو قتل کرنا

---

[1] بحار الانوار ج 46 ص 94

چاہتا تھا لیکن امام علیہ السلام نے کہا: اس کو معاف کردیا جائے، ماموں نے کہا: اس نے آپؑ پر بڑا ظلم کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا اس کی باوجود اس کو معاف کردیا جائے۔ جلودی نے دیکھا کہ امام ماموں سے کچھ باتیں کررہے ہیں اس نے سمجھا کہ میرے خلاف کچھ باتیں ہورہی ہیں اور شاید مجھے سزا دینے کی بات ہورہی ہے اس نے ماموں کو قسم دیکر کہا کہ امام علیہ السلام کی بات نہ قبول کی جائے، ماموں نے حکم دیا کہ جلودی کی قسم اور اس کی درخواست کے مطابق اس کو قتل کردیا جائے۔[1]

سازش کرنے والے کی معافی

پیغمبر وائمہ علیہم السلام نے ان افراد کو بھی معاف کردیا جنہوں نے آپؑ حضرات کے خلاف سازشیں کیں اور آپؑ کے قتل کی سازش کی شقی اور سنگدل انسان اپنی غلط فکر کی بدولت اتنا مرجاتا ہے کہ وہ حجت خدا کو قتل کرنے کی سازش کرتا ہے لیکن جو افراد حقیقی ایمان کے مالک اور لطف وعنایت کے مظہر اعلی ہیں وہ ایسے لوگوں کی منحوس سازشوں کے خبر رکھنے کے باوجود ان کے ساتھ عفو و بخشش سے پیش آتے ہیں اور قتل سے پہلے قصاص نہیں لیتے البتہ ذہنوں میں اس نکتہ کا رہنا بہت ضروری ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہؑ نے ایک طرف تو اپنے ذاتی حقوق کے پیش نظر ان کو معاف کردیا دوسری طرف انہوں نے اپنے علم غیب پر عمل نہیں کیا، اس لئے کہ علم غیب پر عمل کرنا ان کا فریضہ نہ تھا وہ ظاہر کے مطابق عمل کرنے پر مامور تھے۔ لہٰذا جو لوگ نظام اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں انکا جرم ثابت ہوجانے کے بعد ممکن ہے کہ ان کو معاف نہ کیا جائے یہ چیز اسلامی معاشرہ کی عمومی مصلحت ومفسدہ کی تشخیص پر مبنی ہے اس سلسلہ میں رہبر کا فیصلہ

---

[1] بحار الانوار ج 9 ص 167، 166

آخری فیصلہ ہوتا ہے۔

ایک اعرابی کا واقعہ

جنگ خندق سے واپسی کے بعد سنہ 5ھ میں ابوسفیان نے ایک دن قریش کے مجمع میں کہا کہ مدینہ جا کر محمد ﷺ کو کون قتل کر سکتا ہے؟ کیونکہ وہ مدینہ کے بازاروں میں اکیلے ہی گھومتے رہتے ہیں، ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم مجھے تیار کر دو تو میں اس کام کیلئے حاضر ہوں، ابوسفیان نے اس کو سواری اور اسلحہ دیکر آدھی رات خاموشی کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا، اعرابی مدینہ میں پیغمبر ﷺ کو ڈھونڈھتا ہوا مسجد میں پہنچا آنحضرت ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو کہا کہ یہ مکار شخص اپنے دل میں برا ارادہ رکھتا ہے، وہ شخص جب پیغمبر ﷺ کے قریب آیا تو اس نے پوچھا کہ تم میں سے فرزند عبدالمطلب کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میں ہوں، اعرابی آگے بڑھ گیا اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا: تم جیسا گستاخ آگے نہیں جا سکتا، جب اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس خنجر نکلا وہ اعرابی فریاد کرنے لگا پھر اس نے اسید کے پیروں کا بوسہ دیا۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سچ سچ بتا دو کہ تم کہاں سے اور کیوں آئے تھے؟ اعرابی نے پہلے امان چاہی پھر سارا ماجرا بیان کر دیا، پیغمبر ﷺ کے حکم کے مطابق اسید نے اس کو قید کر دیا، کچھ دنوں بعد پیغمبر ﷺ نے اس کو بلا کر کہا تم جہاں بھی جانا چاہتے ہو چلے جاو لیکن اسلام قبول کر لو تو (تمہارے لئے) بہتر ہے اعرابی ایمان لایا اور اس نے کہا میں تلوار سے نہیں ڈرا لیکن جب میں نے آپ کو دیکھا تو مجھ پر ضعف اور خوف طاری ہو گیا، آپ تو میرے ضمیر و ارادہ سے آگاہ ہو گئے حالانکہ ابوسفیان اور میرے علاوہ کسی کو اس بات کی خبر نہیں تھی، کچھ دنوں وہاں

رہنے کے بعد اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت حاصل کی اور مکہ واپس چلا گیا۔[1]

اس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفو اور درگذر کی بنا پر ایک جانی دشمن کیلئے ہدایت کا راستہ پیدا ہو گیا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں شامل ہو گیا۔

یہودیہ عورت کی مسموم غذا

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک یہودی عورت نے ایک گوسفند کی ران کو زہر آلود کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا، لیکن پیغمبر نے جب کھانا چاہا تو گوسفند نے کلام کی اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسموم ہوں آپ نہ کھائیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں یہ سوچا تھا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں، تو آپ کو زہر نقصان نہیں کرے گا اور اگر آپ پیغمبر نہیں ہیں تو لوگوں کو آپ سے چھٹکارا مل جائیگا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو معاف کر دیا۔[2]

علی علیہ السلام اور ابن ملجم

حضرت علی علیہ السلام اگر چہ ابن ملجم کے برے ارادہ سے واقف تھے لیکن آپ نے اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا اصحاب امیر المومنین علیہ السلام کو اس کی سازش سے کھٹکا تھا انہوں نے عرض کی کہ آپ ابن ملجم کو پہچانتے ہیں اور آپ نے ہم کو یہ بتایا بھی ہے کہ وہ آپ کا قاتل ہے پھر اس کو قتل کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: ابھی اس نے کچھ نہیں کیا ہے میں اس کو کیسے قتل کر دوں؟ ماہ رمضان میں ایک دن علی علیہ السلام نے منبر سے اسی مہینہ میں اپنے شہید ہو جانے کی خبر

---

[1] ناسخ التواریخ ج2 ص151

[2] حیات القلوب ج2 ص121

وہی ابن ملجم بھی اس میں موجود تھا، آپؑ کی تقریر ختم ہونے کے بعد آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرے دائیں بائیں ہاتھ میرے پاس ہیں آپؑ حکم دے دیجئے کہ میرے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں یا میری گردن اڑا دی جائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تجھ کو کیسے قتل کردوں حالانکہ ابھی تک تجھ سے کوئی جرم نہیں سرزد ہوا ہے۔[1]

جب ابن ملجم نے آپؑ کے سر پر ضربت لگائی تو اس کو گرفتار کر کے آپؑ کے پاس لایا گیا آپؑ نے فرمایا: میں نے یہ جانتے ہوئے تیرے ساتھ نیکی کہ تو میرا قاتل ہے، میں چاہتا تھا کہ خدا کی حجت تیرے اوپر تمام ہوجائے پھر اس کے بعد بھی آپؑ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔[2]

سختی

اب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے دشمن پر عفو و مہربانی کے نمونے پیش کئے گئے ہیں اور یہ مہربانیاں ایسے موقع پر ہوتی ہیں جب ذاتی حق کو پامال کیا جائے یا ان کی توہین کی جائے اور ان کی شان میں گستاخی کی جائے، مثلاً فتح مکہ میں کفار قریش کو معاف کر دیا گیا حالانکہ انہوں نے مسلمانوں پر بڑا ظلم ڈھایا تھا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ مومنین کے ولی ہیں اور آپؐ کو حق حاصل ہے، اس لئے آپؐ نے اسلامی حاضرہ کی مصلحت کے پیش نظر بہت سے مشرکین کو معاف فرما دیا تو بعض مشرکین کو قتل بھی کیا۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ معاف کر دینے اور درگذر کرنے کی بات ہر مقام پر

---

[1] ناسخ التواریخ ج1 ص 271، 268

[2] اقتباس از ترجمہ ارشاد مفید رسول محلاتی ص 11

نہیں ہے اس لئے کہ جہاں احکام الٰہی کی بات ہو اور حدود الٰہی سامنے آجائیں اور کوئی شخص اسلامی قوانین کو پامال کر کے مفاسد اور منکرات کا مرتکب ہو جائے یا سماجی حقوق اور مسلمانوں کے بیت المال پر حملہ کرنا چاہے کہ جس میں سب کا حق ہے تو وہ معاف کر دینے کی جگہ نہیں ہے وہاں تو حق یہ ہے کہ تمام افراد پر قانون کا اجرا ہو جائے چاہے وہ اونچی سطح کے لوگ ہوں یا نیچی سطح کے، شریف ہوں یا رذیل۔ پیغمبر ﷺ اور ائمہ **و الحافظون لحدود الله** [1] (حدود و قوانین الٰہی کے جاری کرنے والے اور ان کی محافظت کرنے والے) کے مکمل مصداق ہیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی اور حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت میں ایسے بہت سے نمونے مل جاتے ہیں جن میں آپ حضرات نے احکام الٰہی کو جاری کرنے میں سختی سے کام لیا ہے معمولی سی بھی چشم پوشی نہیں کی۔

مخزومیہ عورت

جناب عائشہ سے منقول ہے کہ ایک مخزومی عورت کسی جرم کی مرتکب ہوئی پیغمبر ﷺ کی طرف سے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر ہوا، اس کے قبیلہ والوں نے اس حد کے جاری ہونے میں اپنی بے عزتی محسوس کی تو انہوں نے اسامہ کو واسطہ بنایا تاکہ پیغمبر ﷺ کے پاس کر وہ ان کی سفارش کریں رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اسامہ، حدود خدا کے بارے میں تم کوئی بات نہ کرنا۔

پھر آپؐ نے خطبہ میں فرمایا: خدا کی قسم تم سے پہلے کی امتیں اس لئے ہلاک ہو گئیں کہ ان میں اہل شرف اور بڑے افراد چوری کیا کرتے تھے ان کو چھوڑ دیا جاتا تھا اگر کوئی چھوٹا آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر حکم خدا کے مطابق حد جاری کرتے تھے،

---

[1] سورۂ توبہ 112

خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی اس جرم کی مرتکب ہوتو بھی میرا یہی فیصلہ ہوگا پھر آپؐ نے اس عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمائی [1]۔

آخر میں خداوند عالم کی بارگاہ میں یہ دعا ہے کہ وہ ہم کو رحمۃ للعالمین کے سچے پیروکاروں میں شامل کرے اور یہ توفیق دے کہ ہم والذین معہ اشداء علی الکفار ورحماء بینہم کے مصداق بن جائیں، دشمن کے ساتھ سختی کرنے والے اور آپس میں مہر ومحبت سے پیش آنے والے قرار پائیں۔

خلاصہ درس

1) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا ایک تربیتی درس یہ بھی ہے کہ بدزبانی کے بدلے عفو اور چشم پوشی سے کام لیا جائے۔

2) نہ صرف یہ کہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہی پسندیدہ صفات کی بلندیوں پر فائز تھے بلکہ آپؑ کے مکتب اخلاق ومعرفت کے تربیت یافتہ افراد بھی شرح صدر اور مہربان دل کے مالک تھے کہ ناواقف اور خودغرض افراد کے ساتھ مہربانی اور رحم ومروت کا سلوک کیا کرتے تھے۔

3) جن لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے اوپر ظلم کیا ان کو بھی ان بزرگ شخصیتوں نے معاف کردیا، یہ معافی اور درگزر کی بڑی مثال ہے۔

4) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے عفو کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ آپ حضرات نے ان لوگوں کو بھی معاف کردیا جن لوگوں نے آپ کے قتل کی سازش کی تھی۔

5) قابل توجہ بات یہ ہے کہ معافی ہر جگہ نہیں ہے اس لئے کہ جب احکام الٰہی کی

---

[1] میزان الحکمہ ج2 ص308

بات ہو تو اور حقوق الٰہی پامال ہونے کی بات ہو اور جو لوگ قوانین الٰہی کو پامال کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے معافی کو کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ عدالت یہ ہے کہ تمام افراد کے ساتھ قانون الٰہی جاری کرنے میں برابر کا سلوک کیا جائے۔

سوالات

1۔ وہ اعرابی جو پیغمبر ﷺ سے زیادہ طلب کر رہا تھا اس کے ساتھ آپؐ نے کیا سلوک کیا تفصیل سے تحریر کیجئے؟

2۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی جس شخص نے امانت کی آپؑ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

3۔ رسول خدا ﷺ اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو کب معاف فرمایا؟

4۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ معصومین علیہم السلام جب سازشوں سے واقف تھے تو انہوں نے سازش کرنے والوں کو تنبیہ کا کوئی اقدام کیوں نہیں کیا، مثال کے ذریعہ واضح کیجئے؟

5۔ جن جگہوں پر قوانین الٰہی پامال ہو رہے ہوں کیا وہاں معاف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مثال کے ذریعہ سمجھایئے

اَللّٰهُمَّ لَا تَنْزِعْ مِنِّي صَالِحَ مَا أَعْطَيْتَنِي أَبَداً. [1]

خدایا تو نے جو نیکی مجھ کو عطا کی ہے اس کو مجھ سے جدا نہ کرنا۔

[1] بحار الانوار ج16 ص217 مطبوعہ بیروت

گیارہواں سبق

شرح صدر

شرح کے معنی پھیلانے اور وسعت دینے کے ہیں۔ صاحب اقرب الموارد لکھتے ہیں:

شرح الشیء ای وسعة

کسی چیز کی شرح کی یعنی اسے وسعت دی۔[1]

شرح یعنی کھولنا اور شرح صدر یعنی باطنی وسعت اور معنوی حقائق سمجھنے کے لئے آمادگی[2]۔

شرح صدر کی تعریف میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آمادگی اور مطالب کو درک کرنے کی ظرفیت وصلاحیت کا موجود ہونا شرح صدر ہے۔ اب اگر یہ آمادگی الٰہی توفیق اور تائید کی بنا پر ہوگی تو حق کی طرف رجحان بڑھ جائے گا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ،[3]

خدا جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے اسلام قبول کرنے کے لئے اس کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے۔

خدا سے دوری کی وجہ سے انسان میں کفر اور باطل کو قبول کرنے کی آمادگی پیدا ہو جاتی ہے یہ بھی شرح صدر ہے لیکن اس کو کفر کے لئے شرح صدر کہتے ہیں: قرآن مجید میں

---

[1] قاموس قرآن تھوڑے سے تصرف کے ساتھ

[2] شرطوبی ج 2 ص 4 تھوڑے سی تبدیلی کے ساتھ

[3] انعام آیت 125

رشاد ہوتا ہے:

لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ [1]

لیکن جن لوگوں کا سینہ کفر اختیار کرنے کے لئے کشادہ اور تیار ہے ان کے اوپر خدا کا غضب ہے اور ایسے لوگ آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی فرماتے ہیں:

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا. أَيْ بَسَطَ صَدْرَهُ لِلْكُفْرِ فَقَبِلَهُ قَبُولِ رِضًى وَوَعَاهُ [2]

کفر کے لئے شرح صدر کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر کو برضا و رغبت قبول کرلے۔

اگر کوئی انسان حقیقت کا ادراک اور مشکلات سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو سعہ صدر کا مالک ہونا چاہیے، دریا دل ہونا چاہیے اور اس کو یہ قبول کرنا چاہیے کہ راستہ میں مشکلات موجود ہیں جن کو برداشت کئے بغیر کوئی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔

وسعت قلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس سرزمین پر مبعوث ہوئے وہ علم و تمدن سے دور تھی، عقائد و افکار پر خرافات اور بت پرستی کا رواج تھا، ان کے درمیان ناشائستہ آداب و رسوم رائج تھے، پیغام حق پہنچانے کے لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے صبر سے کام لینا اور مشکلات کا کو برداشت کرنا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشکلات کا مقابلہ کیا، سختیوں کو برداشت کیا، اذیتوں کے سامنے پامردی سے ڈٹے رہے لیکن کبھی کبھی اتنی تکلیف دہ باتیں سامنے آجاتی تھیں کہ آپ کو کہنا پڑتا تھا:

---

[1] نحل آیت 106

[2] المیزان ج 12 ص 354

مَا أُوذِيَ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُوذِيتُ فِي اللّٰهِ [1]

خدا کی راہ میں کسی کو اتنی اذیت نہیں دی گئی جتنی مجھے دی گئی ہے

لیکن ایسی حالت میں بھی آپ نے ان کے لیے بددعا نہیں فرمائی آپ فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ [2]

پالنے والے میری قوم کو ہدایت فرما یہ ناواقف ہیں

خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر کو شرح صدر عطا کیا گیا تھا قرآن نے حضرت کو مخاطب کر کے فرمایا:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ. [3]

کیا ہم نے تمہارے سینہ کو کشادہ نہیں کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے پیغمبر ﷺ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

آنحضرت ﷺ سخاوت اور شرح صدر میں سب سے آگے تھے۔ [4]

بددعا کی جگہ دعا

کسی جنگ میں اصحاب نے کہا کہ آپ دشمن کے لئے بددعا کیجئے، آپ نے فرمایا: میں ہدایت، مہربانی کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں بددعا کرنے کے لئے نہیں۔ [5]

---

[1] میزان الحکمۃ ج1 ص88

[2] إعلام الوری بأعلام الہدی (ط۔ القدیمۃ) / النص / 83 / غزوۃ أحد ص:80

[3] سورہ الم نشرح 1

[4] محجۃ البیضاء ج4 ص149

[5] محجۃ البیضاء ج4 ص129

جب بھی کسی نے کسی مسلمان یا کافر کے لئے بددعا کرنے کے لئے کہا تو آپؐ نے ہمیشہ بددعا کے بجائے دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے آپؐ نے کبھی بددعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائے مگر یہ کہ یہ کام خدا کے لئے ہو، کسی بھی غلط کام پر آپؐ نے کبھی بھی انتقام نہیں لیا، لیکن اگر کسی نے حرمت خدا کو پامال کیا تو آپؐ نے اس سے ضرور انتقام لیا۔ [1]

ایک اعرابی کی ہدایت

صحراؤں میں رہنے والا ایک اعرابی پیغمبر کے پاس پہنچا اس نے آپؐ سے کسی چیز کا سوال کیا آپ نے اس کو کچھ عطا کرنے کے بعد فرمایا: کیا میں نے تمہارے ساتھ حسن سلوک کیا؟

اس عرب نے کہا: ۔ نہیں آپؐ نے میرے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی ۔ مسلمان بہت ناراض ہوئے اور انہوں نے اس کی تنبیہ کا ارادہ کیا آپؐ نے ان کو روکا آپؐ بزم سے اٹھے اور اس اعرابی کو لے کر اپنے گھر تشریف لائے اس کو کچھ اور سامان دیا پھر اس سے پوچھا کہ میں نے تیرے ساتھ نیکی کی؟ عرب نے کہا ہاں خدا آپ کے بال بچوں کو اچھا رکھے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ابھی جو بات کہی تھی اس کی وجہ سے میرے اصحاب ناراض ہو گئے تھے اگر تم کو یہ بات بھلی معلوم ہو تو میرے اصحاب کے سامنے بھی چل کر وہی کہہ دو جو تم ابھی کہہ رہے تھے تا کہ ان کے دلوں میں تمہارے خلاف جو بات ہے وہ نکل جائے ۔ دوسرے دن جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس عرب سے ایک بات تم نے سنی تھی اس کے بعد میں نے اس کو کچھ اور دے دیا اب میرا خیال ہے کہ یہ راضی ہو گیا ہو گا عرب نے کہا جی ہاں میں راضی ہوں خدا آپؐ کو اور آپ کے اہل و عیال کو خیر سے

---

[1] محجۃ البیضاء ج 4 ص 129

نوازے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسے افراد کی مثال اس شخص کی ہے جس کا اونٹ بھاگ گیا ہو لوگوں نے اونٹ کے مالک کی مدد کے لئے اس کے پیچھے دوڑنا اور چلانا شروع کردیا ہو اونٹ ان آوازوں کو سن کر اور تیزی سے بھاگنے لگا ہو مالک نے کہا: ہو کہ آپ حضرات ہٹ جائیں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا اونٹ کیسے قبضہ میں آئے گا پھر وہ تھوڑا چارہ اپنی مٹھی میں لے کر آہستہ آہستہ اونٹ کے قریب آیا ہو اور چارہ دکھاتے دکھاتے اس نے اونٹ کو پکڑ لیا ہو۔ اگر تم لوگوں کو میں چھوڑ دیتا تو تم لوگ اس کو قتل کر دیتے اور یہ شخص گمراہی کے عالم میں جہنم میں چلا جاتا۔ [1]

تسلیم اور عبودیت

تمام ادیان الٰہی کی بنیاد اور اساس یہ ہے کہ خدا پر ایمان لایا جائے اور اس کے حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرلیا جائے ایمان اور تسلیم اگر چہ دو ایسی چیزیں ہیں جن کا تعلق دل سے ہے ظاہری طور پر یہ دکھائی نہیں دیتیں لیکن عمل اطاعت اور عبادت خدا کی منزل میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ سچ اور جھوٹ کیا ہے، صحیح اور غلط کیا ہے۔

حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں:

اَلْإِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ وَ التَّسْلِيمُ هُوَ الْيَقِينُ وَ الْيَقِينُ هُوَ التَّصْدِيقُ وَ التَّصْدِيقُ هُوَ الْإِقْرَارُ وَ الْإِقْرَارُ هُوَ الْأَدَاءُ وَ الْأَدَاءُ هُوَ الْعَمَلُ. [2]

اسلام تسلیم ہے تسلیم یقین ہے، یقین تصدیق ہے، تصدیق اقرار ہے اقرار فرمان

---

[1] محجۃ البیضاء ج 4 ص 149

[2] نہج البلاغہ حکمت 125 ص 265۔

کو بجالانے کا نام ہے اور فرمان کو بجالانا نیک عمل ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اسلام کے موسس اور پہلے مسلمان ہیں، قرآن کریم آپ کے بارے میں فرماتا ہے:

وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ. [1]

یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان ہوں۔

خداوند عالم کی ذات مقدس کے سامنے آپ تسلیم محض کی صفت سے متصف تھے آپؐ عذاب وعقاب خدا سے محفوظ تھے لیکن پھر بھی آپؐ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ [2]

خدا نے آپؐ کی گذشتہ اور آئندہ باتوں کو بخش دیا، آپ نے کبھی بھی عبادت خدا سے ہاتھ نہیں اٹھایا اور اتنی عبادت کی کہ سب حیرت میں پڑ گئے۔

ہم یہاں آپ کی کچھ عبادات کا ذکر کریں گے۔

پیغمبر کی نماز

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ جَدِّي رَسُولَ اللّٰهِ ص قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَلَمْ يَدَعِ الِاجْتِهَادَ لَهُ وَتَعَبَّدَ بِأَبِي هُوَ وَأُمِّي حَتَّى انْتَفَخَ السَّاقُ وَوَرِمَ الْقَدَمُ وَقِيلَ لَهُ أَتَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ

---

[1] سورہ زمر 12

[2] فتح آیت 2

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا [1]

اللہ تعالیٰ نے میرے رسول خدا ﷺ کے گذشتہ اور آئندہ دونوں الزامات کو معاف کردیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے سعی و عبادت کو ترک نہیں فرمایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں۔ آپ اس طرح عبادت کرتے تھے کہ آپؐ کے پیروں میں ورم آجاتا تھا، لوگوں نے کہا کہ آپؐ کیوں اتنی زحمت کرتے ہیں خدا نے تو آپؐ کے گذشتہ اور آئندہ دونوں الزامات کو معاف کردیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ رہوں؟

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُومُ عَلَى أَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ طه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى. [2]

پیغمبر اکرم ﷺ نماز کے لئے اتنا زیادہ قیام فرماتے تھے کہ خدا نے آیہ طه ما انزلنا علیك القرآن لتشقی۔ نازل کی۔

یعنی ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپؐ اپنے کو مشقت میں ڈالدیں۔

پیغمبر کی دعا

ایک رات رسول خدا ﷺ ام سلمہ کے گھر پر تشریف فرما تھے۔ جب تھوڑی رات گزری تو جناب ام سلمہ نے دیکھا کہ آپؐ بستر پر موجود نہیں ہیں اٹھ کر تلاش کرنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ آپؐ کمرہ کے ایک کونہ میں کھڑے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور خدا کی بارگاہ

---

[1] بحار الانوار ج 16 ص 288 طبع بیروت

[2] بحار الانوار ج 16 ص 264 طبع بیروت

میں ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کر رہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَنْزِعْ مِنِّیْ صَالِحَ مَا اَعْطَیْتَنِیْ اَبَداً۔ [1]

خدایا تو نے جو نیکی مجھ کو عطا کی ہے اس کو مجھ سے جدا نہ کرنا۔

اَللّٰھُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوّاً وَلَا حَاسِداً اَبَداً۔ [2]

خدایا میرے دشمنوں اور حاسدوں کو کبھی بھی خوش نہ رکھنا۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ فِیْ سُوْءٍ اسْتَنْقَذْتَنِیْ مِنْهُ اَبَداً [3]

خدایا جن برائیوں سے تو نے مجھ کو نکالا ہے اس میں پھر واپس نہ پلٹا دینا۔

اَللّٰھُمَّ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ اَبَداً۔ [4]

پالنے والے ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے کبھی نہ کرنا۔

ام سلمہ رونے لگیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ام سلمہ تم کیوں رو رہی ہو؟

جناب ام سلمہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میں کیوں نہ گریہ کروں میں دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ اس بلند مقام پر فائز کہ خدا نے گذشتہ اور آئندہ کے تمام الزامات کو آپؐ کے لئے معاف کر دیا۔ پھر بھی آپ خدا سے اس طرح راز و نیاز کی کر رہے ہیں (ہم کو تو اس سے زیادہ خدا سے ڈرنا چاہیے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

وَمَا یُؤْمِنُنِیْ وَاِنَّمَا وَكَلَ اللّٰهُ یُوْنُسَ بْنَ مَتّٰی اِلٰی نَفْسِهٖ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَ

---

[1] بحار الانوار ج 16 ص 217 مطبوعہ بیروت

[2] تفسیر القمی / ج 2 / 75 / [سورۃ الانبیاء (21): آیۃ 87] ص:74

[3] تفسیر القمی / ج 2 / 75 / [سورۃ الأنبیاء (21): آیۃ 87] ص:74

[4] بحار الانوار (ط- بیروت) / ج 14 / 384 / باب 26 قصص یونس و أبیہ متی ص:379

كَانَ مِنْهُ مَا كَانَ. [1]

ہم کسی طرح اپنے کو محفوظ سمجھ لیں حالانکہ یونس پیغمبر علیہ السلام کو خدا نے ایک لمحہ کے لئے ان کے نفس کے حوالے کیا تھا تو جو مصیبت ان پر آنا تھی وہ آگئی۔

پیغمبر کا استغفار

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہیں کیا لیکن اس کے باوجود آپ بہت استغفار کرتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَغْفِرُ اللهَ غَدَاةَ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً وَ يَتُوبُ إِلَى اللهِ سَبْعِينَ مَرَّةً. [2]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتے اور ستر مرتبہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کرتے تھے۔

پھر امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مَجْلِسٍ وَإِنْ خَفَّ حَتَّى يَسْتَغْفِرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَمْساً وَعِشْرِينَ مَرَّةً. [3]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چھوٹی سے چھوٹی بزم سے بھی پچیس مرتبہ استغفر اللہ کہے بغیر نہیں اٹھتے تھے۔

---

[1] بحار الانوار ج 16 ص 218

[2] بحار الانوار ج 16 ص 285 مطبوعہ بیروت

[3] بحار الانوار ج 16 ص 285 مطبوعہ بیروت

پیغمبر کا روزہ:

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله يَصُومُ حَتَّى يُقَالَ لَا يُفْطِرُ ثُمَّ صَامَ يَوماً وَ أَفْطَرَ يَوماً ثُمَّ صَامَ الْإِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيسَ ثُمَّ آلَ مِنْ ذَلِكَ إِلَى صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الشَّهْرِ- الْخَمِيسِ فِي أَوَّلِ الشَّهْرِ وَ أَرْبِعَاءَ فِي وَسَطِ الشَّهْرِ وَ خَمِيسٍ فِي آخِرِ الشَّهْرِ وَ كَانَ يَقُولُ ذَلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ.[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل اتنے روزے رکھتے تھے کہ لوگ کہتے تھے آپ کسی دن بھی بغیر روزے کے نہیں رہتے کچھ دنوں کے بعد آپ ایک دن ناغہ کر کے روزہ رکھنے لگے، پھر اس کے بعد پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے پھر اس کے بعد آپ نے اس میں تبدیلی کی اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنے لگے اب ہر مہینہ کی پہلی جمعرات کو اور مہینہ کے درمیان بدھ کے دن (اگر مہینہ کی درمیانی دھائی میں دو بدھ آجائے تو پہلے۔ بدھ کو آپ روزہ رکھتے تھے۔[2]

مہینہ کی آخری جمعرات کو اور آپ فرماتے تھے اگر کوئی ان دنوں میں روزہ رکھے تو وہ ہمیشہ روزہ دار سمجھا جائے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتکاف

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

اعْتَكَفَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي الْعَشْرِ الْأُوَلِ ثُمَّ

---

[1] بحار الانوار ج16 ص270 مطبوعہ بیروت

[2] ضمیمہ روایات ص27

اِعْتَكَفَ فِي الثَّانِيَةِ فِي الْعَشْرِ الْوُسْطَى ثُمَّ اعْتَكَفَ فِي الثَّالِثَةِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ. [1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا دوسرے سال ماہ رمضان میں دوسرے عشرہ کو اعتکاف کے لیے منتخب فرمایا تیسرے سال آخری عشرہ ماہ رمضان میں آپ نے اعتکاف فرمایا اس کے بعد ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ اعتکاف کرتے رہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت کے لیے آمادہ ہوجاتے عورتوں سے الگ ہوجاتے اور پوری پوری رات جاگ کر گذارتے تھے۔ [2]

خدا کی مرضی پر خوش ہونا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم دنیا سے رخصت ہوگئے اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے آپ نے فرمایا:

تَدْمَعُ الْعَيْنُ، وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ، وَلَا نَقُولُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ، وَإِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ. [3]

آنکھوں سے اشک جاری ہیں دل رنجیدہ ہے لیکن خدا جس بات سے غضبناک ہوتا ہے وہ بات میں زبان پر جاری نہیں کروں گا اے ابراہیم میں تمہارے غم میں سوگوار ہوں۔

---

[1] بحار الانوار ج 16 ص 274

[2] بحار الانوار ج 16 ص 273 مطبوعہ بیروت

[3] بحار الانوار ج 22 ص 157 مطبوعہ بیروت

خلاصہ درس

1) لغت میں شرح کے معنی پھیلانے اور وسعت دینے کے ہیں شرح صدر کا مطلب باطنی کشادگی کا ظہور اور معانی و حقائق کو قبول کرنے کی آمادگی ہے جب خدا کی طرف سے یہ آمادگی ہوتی ہے تو انسان خدا کی توفیق و تائید سے حق کی طرف مائل ہوتا ہے جس طرح خدا سے دوری کی بنا پر باطل اور کفر کو قبول کرنے کی آمادگی پیدا کر لیتا ہے اور یہ آمادگی بھی شرح صدر ہے مگر اس کو کفر کے لیے شرح صدر کہا جاتا ہے۔

2) پیغمبر کو خدا کی طرف سے جو عطیات ملے ہیں ان میں سے شرح صدر کی نعمت بھی ہے ارشاد ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾

کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کیا۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر کی سخاوت اور ان کا شرح صدر ہر ایک سے زیادہ تھا۔

3) تمام ادیان الٰہی کی بنیاد خدا پر ایمان اور تسلیم محض پر استوار ہے۔

4) خدا کی ذات کے سامنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر تسلیم خم کر لیا تھا۔ باوجودیکہ آپؐ عذاب اور عقاب سے محفوظ تھے پھر بھی عبادت میں کمی نہیں کرتے تھے آپؐ اس قدر استغفار کرتے تھے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی۔

سوالات

1۔ لغت میں شرح صدر کے کیا معنی ہیں؟

2۔ شرح صدر کا کیا مطلب ہے؟

3۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرح صدر کی کیفیت بیان فرمایئے۔

4۔ انسان کے ایمان پر تسلیم و عبودیت کا کیا اثر پڑتا ہے؟

5۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعبد (تسلیم محض) کے ساتھ تھا، آیہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ - کو پیش نظر رکھ کر جواب دیجئے۔

6۔ جب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائے عمر سے انتہاء تک کوئی گناہ نہیں کیا تو آپ اتنا زیادہ استغفار کیوں کرتے تھے؟

اَللّٰهُمَّ وَلَا تَكِلْنِي إِلَىٰ نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَدًا. [1]
پالنے والے ایک لحہ کے لئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے کبھی نہ کرنا۔

[1] بحارالانوار (ط۔ بیروت) / ج14 / 384 / باب 26 قصص یونس وأبیہ متی..... ص:379

بارہواں سبق

مدد اور تعاون

مدد اور باہمی تعاون پر انسانی معاشرہ کی بنیاد استوار ہے ضرورتوں اور مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد اور تعاون سے ایک طرف تو معاشرہ مضبوط ہوتا ہے دوسری طرف آپس میں محبت اور دوستی بڑھتی ہے اس کے برعکس سماجی کاموں میں ہاتھ نہ بٹانا اور ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنا ظلم اور انسان کے خدا کی رحمت سے دوری کا باعث ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَلْعُونٌ مَنْ أَلْقَى كَلَّهُ عَلَى النَّاسِ [1]

جو اپنا بوجھ دوسرے کے کاندھے پر رکھدے وہ خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

اسلام نے انسانوں کو اچھے اور نیک کاموں میں مدد کرنے کی تعلیم دی ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ [2]

نیکی میں ایک دوسرے کی مدد کرو ظلم و گناہ میں مددگار نہ بنو۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے اصحاب اور پیروکاروں کو مدد و نصرت اور تعاون کی تعلیم دی ہے:

مَنْ أَصْبَحَ لَا يَهْتَمُّ بِأُمُورِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ. [3]

جو شخص مسلمانوں کے امور سے بے توجہی برتتے ہوئے صبح کرے وہ مسلمان نہیں ہے

---

[1] نہج الفصاحہ 568

[2] سورہ مائدہ 2

[3] محجہ البیضاء ج 2 ص 407

نیز فرمایا:

مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَ جَارُهُ جَائِعٌ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ [1]

جو شخص شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باایمان معاشرہ کی تشبیہ انسانی جسم سے دی ہے مثل

الْمُؤْمِنِ فِي تَوَادِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى بَعْضُهُ تَدَاعَى سَائِرُهُ بِالسَّهَرِ وَ الْحُمَّى. [2]

دوستی اور مہربانی میں مومنین کی مثال اعضاء بدن کی سی ہے جب کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرے اعضاء بھی اس کی رعایت اور نگرانی کرنے لگتے ہیں۔ سعدی نے کہا تھا:

بنی آدم اعضاء یک پیکر اند
کہ در آفرینش زیک گوہر اند
چو عضوی بدرد آورد روزگار۔
دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بی غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً، قَضَى اللهُ- عَزَّ وَ جَلَّ- لَهُ يَوْمَ

---

[1] نہج الفصاحہ 559

[2] نہج الفصاحہ 561

الْقِيَامَةِ مِائَةَ أَلْفِ حَاجَةٍ مِنْ ذٰلِكَ أَوَّلُهَا الْجَنَّةُ. [1]

اگر کوئی اپنے مومن بھائی کی حاجت پوری کرے تو قیامت کے دن خدا اس کی ایک لاکھ حاجتیں پوری کرے گا جن میں سب سے پہلی حاجت جنت ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مسلمانوں ہی کو مدد اور تعاون کی تعلیم نہیں دیتے تھے بلکہ آپ خود بھی مختلف کاموں میں شریک ہو جاتے تھے یہاں تک کہ اصحاب آگے بڑھ کر آپ، کے بدلے اس کام کے کرنے کا اصرار کرنے لگتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو قبول نہیں کرتے اور فرماتے تھے کہ خدا اپنے بندہ کو دوسروں کے درمیان امتیازی شکل میں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

مدد اور تعاون کی اہمیت کو اور زیادہ واضح کرنے کیلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاشرتی کاموں میں تعاون اور مدد کی مزید مثالیں ہم پیش کر رہے ہیں۔

جناب ابوطالب علیہ السلام کے ساتھ تعاون

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعثت سے پہلے مکہ کے لوگ فقر و فاقہ اور اقتصادی پریشانیوں میں مبتلا تھے، جناب ابوطالب علیہ السلام بنی ہاشم کے سردار تھے، لیکن اولاد کی کثرت کی بنا پر پریشانیوں اور الجھنوں میں مبتلا رہتے تھے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صورت حال کو دیکھ کر رنجیدہ ہوتے تھے لہذا ایک روز آپؐ نے اپنے دوسرے چچا جناب عباس کے پاس گئے کہ جن کی حالت جناب ابوطالب علیہ السلام کی نسبت زیادہ بہتر تھی اور فرمایا: چچا آپ کے بھائی ابوطالب کا خاندان بڑا ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ اقتصادی تنگی میں گذر بسر کر رہے ہیں آیئے ہم آپ کے ساتھ چلیں اور ان کا بوجھ بانٹ لیں ان کے ایک بچہ کو میں لے لوں اور ایک کو آپ لے آئیں عباس نے آپ کی بات قبول کی، دونوں حضرات جناب ابوطالب کے پاس پہنچے عباس نے جعفر

---

[1] داستان راستان ج 1 ص 12

کو اور پیغمبر ﷺ نے علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ لیا اس طرح ابو طالب کے خاندان کے دو افراد کا بوجھ ان سے کم ہو گیا [1]

مسجد مدینہ کی تعمیر میں شرکت

پیغمبر ﷺ جب مدینہ پہنچے تو اس وقت عبادت اور دوسرے سیاسی و معاشرتی کاموں کیلئے ایک مسجد بنانا لازمی ہو گیا تھا۔

رسول خدا ﷺ نے مسجد بنانے کی پیشکش کی تو لوگوں نے اس تجویز کا استقبال کیا اور مسجد کے لیے زمین خریدی گئی اور مسجد بننے لگی۔

سارے مسلمانوں کی طرح حضور اکرم ﷺ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے، اسید بن حضیر نے جب پیغمبر ﷺ کو کام کرتے ہوئے دیکھا تو کہا اے اللہ کے رسول آپ پتھر مجھے دیدیں میں لے چلوں گا آپ نے فرمایا: نہیں، جاؤ تم دوسرا پتھر اٹھا لو [2].

خندق کھودنے میں پیغمبر ﷺ کی شرکت

رسول خدا ﷺ کی نئی حکومت کو ختم کر دینے کے ارادہ سے عرب کے مختلف قبائل مدینہ کی جانب بڑھے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے دشمنوں کے ارادے کی خبر پاتے ہی اپنے اصحاب کو جمع کیا اور دشمن کے عظیم لشکر سے جنگ اور دفاع کے بارے میں ان سے مشورہ فرمایا۔ جناب سلمان فارسی کی پیشکش اور پیغمبر ﷺ کی تائید سے یہ طے پایا کہ مدینہ کی اطراف میں خندق کھود دی

---

[1] سیرہ ابن ہشام ج 2 ص 263

[2] بحار الانوار ج 9 ص 111

جائے تاکہ دشمن شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔

ہر بیس تیس قدم کے فاصلہ پر آپؐ نے مہاجرین وانصار کو خندق کھودنے کے لئے معین فرمایا جس حصہ میں مہاجرین خندق کھود رہے تھے وہاں کدال لے کر آپ خود بھی پہنچ گئے اور خندق کھودنے لگے امیر المومنین کھدی ہوئی مٹی کو خندق سے نکال کر باہر لے جا رہے تھے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا کام کیا کہ پسینہ سے تر ہو گئے اور تھکاوٹ کے آثار آپؐ کے چہرہ سے نمایاں تھے آپؐ نے فرمایا:

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ۔ [1]

آخرت کے آرام کے سوا اور کوئی آرام نہیں ہے اے اللہ مہاجرین وانصار کی مغفرت فرما۔

جب آپؐ کے اصحاب نے دیکھا کہ آپ خود بہ نفس نفیس خندق کھودنے اور مٹی اٹھانے میں منہمک ہیں تو ان کو اور زیادہ جوش سے کام کرنے لگے۔

جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں: خندق کھودتے کھودتے ہم ایک بہت ہی سخت جگہ پر پہنچے ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اب کیا کیا جائے آپؐ نے فرمایا: وہاں تھوڑا پانی ڈال دو اس کے بعد آپؐ وہاں خود تشریف لائے حالانکہ آپ بھوکے بھی تھے اور پشت پر پتھر باندھے ہوئے تھے لیکن آپؐ نے تین مرتبہ خدا کا نام زبان پر جاری کرنے کے بعد اس جگہ پر ضرب لگائی تو وہ جگہ بڑی آسانی سے کھد گئی۔ [2]

عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ میں اور سلمانؓ اور انصؓ میں سے چند افراد مل کر چالیس ہاتھ کے قریب زمین کھود رہے تھے ایک جگہ سخت پتھر آ گیا جس کی وجہ سے ہمارے آلات

---

[1] بحار الانوار ج 2 ص 218

[2] بحار الانوار ج 20 ص 198

ٹوٹ گئے ہم نے سلمان سے کہا تم جا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماجرا بیان کردو سلمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کردیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لائے اور آپ نے چند ضربوں میں پتھر کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ [1]

کھانا تیار کرنے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت

جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب اپنی سواریوں سے اترے اور اپنا سامان اتار لیا تو یہ طے پایا کہ بھیڑ کو ذبح کر کے کھانا تیار کیا جائے۔

اصحاب میں سے ایک نے کہا گوسفند ذبح کرنے کی ذمہ داری میرے اوپر ہے، دوسرے نے کہا اس کی کھال میں اتاروں گا، تیسرے نے کہا گوشت میں پکاؤں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگل سے لکڑی لانے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ زحمت نہ فرمائیں آپ آرام سے بیٹھیں ان سارے کاموں کو ہم لوگ فخر کے ساتھ انجام دینے کے لئے تیار ہیں، تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ سارا کام کرلو گے لیکن خدا کسی بندہ کو اس کے دوستوں کے درمیان امتیازی شکل میں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ پھر اس کے بعد آپ صحرا کی جانب گئے اور وہاں سے لکڑی وغیرہ جمع کر کے لے آئے۔ [2]

شجاعت کے معنی

شجاعت کے معنی دلیری اور بہادری کے ہیں علمائے اخلاق کے نزدیک تہور اور جبن

---

[1] بحار الانوار ج20 ص198

[2] داستان راستان منقول از کحل البصر ص68

کی درمیانی قوت کا نام شجاعت ہے یہ ایک ایسی غصہ والی طاقت ہے جس کے ذریعہ نفس اس شخص پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے جس سے دشمنی ہو جاتی ہے۔[1]

جب میدان کارزار گرم ہو اور خطرہ سامنے آ جائے تو کسی انسان کی شجاعت اور بزدلی کا اندازہ ایسے ہی موقع پر لگایا جاتا ہے۔

شجاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صدر اسلام میں کفار اور مسلمانوں کے درمیان جو جنگیں ہوئیں تاریخ کی گواہی کے مطابق اس میں کامیابی کی بہت بڑی وجہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت تھی آپ بہ نفس نفیس بہت سی جنگوں میں موجود تھے اور جنگ کی کمان اپنے ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے تھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت علی علیہ السلام کی زبانی

تقریبا چالیس سال کا زمانہ علی علیہ السلام نے میدان جنگ میں گذارا عرب کے بڑے بڑے پہلوانوں کو زیر کیا آپ کا یہ بیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت کی بہترین دلیل ہے کہ آپ فرماتا ہیں:

كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ.[2]

جب جنگ کی آگ بھڑکتی تھی اور لشکر آپس میں ٹکراتے تھے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں پناہ لیتے تھے ایسے موقع پر آپ دشمن سے سب سے زیادہ نزدیک ہوئے تھے۔

---

[1] لغت نامہ دهخدا مادہ شجاعت

[2] الوفاء باحوال المصطفی ج 2 ص 443

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ بَدْرٍ وَنَحْنُ نَلُوذُ بِالنَّبِيِّ ص وَهُوَ أَقْرَبُنَا إِلَى الْعَدُوِّ وَكَانَ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ بَأْساً.[1]

بے شک تم نے مجھ کو جنگ بدر کے دن دیکھا ہوگا اس دن ہم رسول خدا ﷺ کی پناہ میں تھے اور آپ دشمن سے سب سے زیادہ نزدیک اور لشکر میں سب سے زیادہ قوی تھے۔

جنگ حنین میں براء بن مالک سے رسول خدا ﷺ کی شجاعت کے بارے میں دوسری روایت نقل ہوئی ہے جب قبیلہ قیس کے ایک شخص نے براء سے پوچھا کہ کیا تم جنگ حنین کے دن رسول خدا ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور تم نے ان کی مدد نہیں کی تھی؟

انہوں نے کہا:

رسول خدا ﷺ نے محاذ جنگ سے فرار نہیں اختیار کیا قبیلہ ہوازان کے افراد بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ ابتداء میں جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے فرار اختیار کیا۔ جب ہم نے یہ ماحول دیکھا تو ہم مال غنیمت لوٹنے کے لئے دوڑ پڑے، اچانک انہوں نے ہم پر تیروں سے حملہ کر دیا میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا کہ وہ سفید گھوڑے پر سوار ہیں۔ ابوسفیان بن حارث نے اس کی لگام اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی ہے اور آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ[2]

میں راست گو پیغمبر ہوں میں فرزند عبد المطلب ہوں۔

---

[1] الوفا باحوال المصطفیٰ ج 2 ص 443

[2] الوفا باحوال المصطفیٰ ج 2 ص 443

خلاصہ درس

1۔ باہمی امداد اور تعاون معاشرتی زندگی کی اساس ہے اس سے افراد قوم کے دلوں میں محبت اور دوستی پیدا ہوتی ہے۔

2۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف باہمی تعاون کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ آپ لوگوں کے کام میں خود بھی شریک ہو جاتے تھے آپؐ کے اس عمل سے باہمی تعاون کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

3۔ شجاعت کے معنی میدان کارزار میں دلیری اور بہادری کے مظاہرہ کے ہیں اور علمائے اخلاق کے نزدیک تہور اور جبن کی درمیانی قوت کا نام شجاعت ہے۔

4۔ تاریخ گواہ ہے کہ صدر اسلام میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان جو جنگیں ہوئی ہیں ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت اور استقامت فتح کا سب سے اہم سبب تھا۔

5۔ امیر المومنین فرماتے ہیں: جنگ بدر کے دن ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں پناہ لے لی اور وہ دشمنوں کے سب سے زیادہ قریب تھے اور اس دن تمام لوگوں میں سے سب زیادہ قوی اور طاقت ور تھے۔

سوالات

1۔ باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی مدد کی اہمیت کو ایک روایت کے ذریعے بیان کیجئے؟

2۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابو طالب کے ساتھ کس زمانہ اور کس چیز میں تعاون تھا؟

3۔ وہ امور جن کا تعلق معاشرتی امور سے تھا ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا روش تھی مختصر طور پر بیان کیجئے؟

4۔ شجاعت کا کیا مطلب ہے؟

5۔ علمائے اخلاق نے شجاعت کی کیا تعریف کی ہے؟

6۔ جنگوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت کیا تھی؟ بیان کیجئے؟

تیرہواں سبق

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش وعطا

دین اسلام میں جس صفت اور خصلت کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور معصومین علیہم السلام کے اقوال میں جس پر بڑا زور دیا گیا ہے وہ جود وسخا کی صفت ہے۔

سخاوت عام طور پر زہد اور دنیا سے عدم رغبت کا نتیجہ ہوا کرتی ہے اور یہ بات ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سب سے بڑے زاہد اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے افراد تھے اس بنا پر سخاوت کی صفت بھی زہد کے نتیجہ کے طور پر ان کی ایک علامت اور خصوصیت شمار کی جاتی ہے۔

اس خصوصیت کا اعلی درجہ یعنی ایثار تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا جُبِلَ وَلِيُّ اللهِ إِلَّا عَلَى السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ.[1]

سخاوت اور حسن خلق کی سرشت کے بغیر خدا نے اپنے اولیاء کو پیدا نہیں کیا ہے۔

سخاوت کی تعریف:

سخاوت یعنی مناسب انداز میں اس طرح فائدہ پہنچانا کہ اس سے کسی غرض کی بو نہ

[1] الحقائق فی محاسن الاخلاق 117 فیض کاشانی

آتی ہو اور نہ اس کے عوض کسی چیز کا تقاضا ہو [1]

اس معنی میں سخی مطلق صرف خدا کی ذات ہے جس کی بخشش غرض مندی پر مبنی نہیں ہے انبیاء خدا جن کے قافلہ سالار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب اور اخلاق الٰہی سے مزین ہیں سخاوت میں تمام انسانوں سے نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔

علمائے اخلاق نے نفس کے ملکات اور صفات کو تقسیم کرتے ہوئے سخاوت کو بخل کا مد مقابل قرار دیا ہے اس بنا پر سخاوت کو اچھی طرح پہچاننے کے لئے اس کی ضد کو بھی پہچاننا لازمی ہے۔

مرحوم نراقی تحریر فرماتے ہیں:

الْبُخْلُ هُوَ الامساك حَيْثُ يَنْبَغِي الْبَذْلِ كَمَا انَّ الاسراف هُوَ الْبَذْلِ حَيْثُ يَنْبَغِي الامساك وَ كِلَاهُمَا مذموماں وَ الْمَحْمُودُ هُوَ الْوَسَطُ وَ هُوَ الْجُودِ وَ السَّخَاءِ [2]

بخشش کی جگہ پر بخشش و عطا نہ کرنا بخل ہے اور جہاں بخشش کی جگہ نہیں ہے وہاں بخشش و عطا سے کام لینا اسراف ہے یہ دونوں باتیں ناپسندیدہ میں ان میں سے نیک صفت وہ ہے جو درمیانی ہے اور وہ ہے جود و سخا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ

---

[1] فرہنگ دہخدا، منقول از کشاف اصطلاحات الفنون

[2] جامع السعادات ج 2 ص 112 مطبوعہ بیروت

مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔ [1]

اپنے ہاتھوں کو لوگوں پر احسان کرنے میں نہ تو بالکل بندھا ہوا رکھیں اور نہ بہت کھلا ہوا ان میں سے دونوں باتیں مذمت وحسرت کے ساتھ بیٹھے کا باعث ہیں۔

اپنے اچھے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ [2]

اور وہ لوگ جو مسکینوں پر انفاق کرتے وقت اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ احسان میں میانہ رو ہوتے ہیں۔

مگر صرف انہیں باتوں سے سخاوت تحقق نہیں ہوتی بلکہ دل کا بھی ساتھ ہونا ضروری ہے مرحوم نراقی لکھتے ہیں:

وَلَا يَكْفِي فِي تَحَقُّقِ الْجُوْدِ وَالسَّخَاءِ اَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ بِالْجَوَارِحِ مَا لَمْ يَكُنْ قَلْبُهُ طَيِّباً غَيْرَ مُنَازِعٍ لَهُ فِيْهِ۔ [3]

سخاوت کے تحقق کیلئے صرف سخاوت کرنا کافی نہیں ہے بلکہ دل کا بھی اس کام پر راضی ہونا اور نزاع نہ کرنا ضروری ہے۔

سخاوت کی اہمیت

اسلام کی نظر میں سخاوت ایک بہترین اور قابل تعریف صفت ہے اس کی بہت تاکید بھی کی گئی ہے نمونہ کے طور پر اس کی قدر وقیمت کے سلسلہ میں رسول خدا ﷺ کے چند اقوال

---

[1] الاسراء 29

[2] فرقان 67

[3] جامع السعادات ج 2 ص 112 مطبوعہ بیروت

ملاحظہ فرمائیں۔

اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ مِنْ شَجَرِ الْجَنَّةِ مُتَدَلِّيَةٌ إِلَى الْأَرْضِ مَنْ أَخَذَ مِنْهَا غُصْناً قَادَهُ ذٰلِكَ الْغُصْنُ إِلَى الْجَنَّةِ [1]

سخاوت جنت کا ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں زمین پر جھکی ہوئی ہیں جو اس شاخ کو پکڑ لے وہ شاخ اسے جنت تک پہنچا دے گی۔

قَالَ جِبْرَئِيلُ عليه السلام قَالَ اللهُ تَعَالَى إِنَّ هٰذَا دِينٌ ارْتَضَيْتُهُ لِنَفْسِي وَلَنْ يُصْلِحَهُ إِلَّا السَّخَاءُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ فَأَكْرِمُوهُ بِهِمَا مَا اسْتَطَعْتُمْ [2]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے اور جبرئیل نے خدا سے نقل کیا ہے کہ خداوند فرماتا ہے: اسلام ایک ایسا دین ہے جس کو میں نے اپنے لیئے منتخب کرلیا ہے اس میں جود وسخا اور حسن خلق کے بغیر بھلائی نہیں ہے پس اس کو ان دو چیزوں کے ساتھ (سخاوت او حسن خلق) جہاں تک ہو سکے عزیز رکھو۔

تَجَافَوْا عَنْ ذَنْبِ السَّخِيِّ فَإِنَّ اللهَ آخِذٌ بِيَدِهِ كُلَّمَا عَثَرَ. [3]

سخی کے گناہوں کو نظر انداز کردو کہ خدا (اس کی سخاوت کی وجہ سے) لغزشوں سے اس کے ہاتھ روک دیتا ہے۔

---

[1] الحقائق فی محاسن الاخلاق 117 فیض کاشانی

[2] الحقائق فی محاسن الاخلاق 117 فیض کاشانی

[3] جامع السعادات ج 2 ص 117 مطبوعہ بیروت

سخاوت کے آثار

خدا کی نظر میں سخاوت ایسی محبوب چیز ہے کہ بہت سی جگہوں پر اس نے سخاوت کی وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے ساتھ مدارات کا حکم دیا ہے۔

1۔ بہت بولنے والا سخی

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یمن سے ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کیلئے آیا ان میں ایک ایسا بھی شخص تھا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بڑی باتیں اور جدال کرنے والا شخص تھا اس نے کچھ ایسی باتیں کیں کہ غصہ کی وجہ سے آپؐ کے ابرو اور چہرہ سے پسینہ ٹپکنے لگا۔

اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ خدا نے آپؐ کو سلام کہا ہے اور ارشاد فرمایا: یہ شخص ایک سخی انسان ہے جو لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔

یہ بات سن کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ کم ہوگیا اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر آپؐ نے فرمایا: اگر جبرئیل نے مجھ کو یہ خبر نہ دی ہوتی کہ تو ایک سخی انسان ہے تو میں تیرے ساتھ بڑا سخت رویہ اختیار کرتا ایسا رویہ جس کی بنا پر تو دوسروں کے لئے نمونہ عبرت بن جاتا۔

اس شخص نے کہا: کیا آپ کا خدا سخاوت کو پسند کرتا ہے؟

حضرت نے فرمایا: ہاں!

اس شخص نے یہ سن کے کلمہ شہادتیں زبان پر جاری کیا اور کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے آج تک کسی کو اپنے مال سے محروم نہیں

کیا ہے [1]

2۔ سخاوت روزی میں اضافہ کا سبب ہے:

مسلمانوں میں سخاوت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ روزی کے معاملہ میں خدا پر توکل کرتے ہیں جو خدا کو رازق مانتا ہے اور اس بات کا معتقد ہے کہ اس کی روزی بندہ تک ضرور پہنچے گی وہ بخشش وعطا سے انکار نہیں کرتا اس لئے کہ اس کو یہ معلوم ہے کہ خداوند عالم اس کو بھی بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا۔

انفاق اور بخشش سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کے واقعات بتاتے ہوئے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَرَأَيْتُ مَلَكَيْنِ يُنَادِيَانِ فِي السَّمَاءِ أَحَدُهُمَا يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَعْطِ كُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفاً وَالْآخَرُ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَعْطِ كُلَّ مُمْسِكٍ تَلَفاً. [2]

میں نے آسمان پر دو فرشتوں کو آواز دیتے ہوئے دیکھا ان میں سے ایک کہہ رہا تھا خدایا ہر انفاق کرنے والے کو اس کا عوض عطا کر۔ دوسرا کہہ رہا تھا ہر بخیل کے مال کو گھٹا دے۔

دل سے دنیا کی محبت کو نکالنا

بخل کے مد مقابل جو صفت ہے اس کا نام سخاوت ہے۔ بخل کا سرچشمہ دنیا سے ربط و محبت ہے اس بنا پر سخاوت کا سب سے اہم نتیجہ یہ ہے کہ اس سے انسان کے اندر دنیا کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے دل سے مال کی محبت نکل جاتی ہے اور اس جگہ حقیقی محبوب کا عشق سما جاتا

---

[1] بحار الانوار ج 22 ص 84

[2] بحار الانوار ج 18 ص 323

ہے۔

اصحاب کی روایت کے مطابق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت

جناب جابر بیان کرتے ہیں:

مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئاً قَطُّ - فَقَالَ: لَا [1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ نے نہیں نہیں فرمایا۔

امیر المومنین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے:

كَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ كَفّاً وَأَجْرَأَ النَّاسِ صَدْراً وَأَصْدَقَ النَّاسِ لَهْجَةً وَأَوْفَاهُمْ ذِمَّةً وَأَلْيَنَهُمْ عَرِيكَةً وَأَكْرَمَهُمْ عِشْرَةً مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ. [2]

بخشش وعطا میں آپ کے ہاتھ سب سے زیادہ کھلے ہوئے تھے۔ شجاعت میں آپ کا سینہ سب سے زیادہ کشادہ تھا، آپ کی زبان سب سے زیادہ سچی تھی، وفائے عہد کی صفت آپ میں سب سے زیادہ موجود تھی، تمام انسانوں سے زیادہ نرم عادت کے مالک تھے اور آپ کا خاندان تمام خاندانوں سے زیادہ بزرگ تھا، آپ کو جو دیکھتا تھا اس کے اوپر ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور جب کوئی معرفت کی غرض سے آپ کے ساتھ بیٹھتا تھا وہ اپنے دل میں آپ کی محبت لے کر اٹھتا تھا۔ میں نے آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی کو بھی آپ جیسا نہیں پایا۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقبول کی یہ صفت تھی کہ آپ کو جو بھی ملتا تھا وہ عطا کر دیتے تھے اپنے لئے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے لئے نوے ہزار درہم لایا گیا آپ نے ان

---

[1] الوفاء باحوال المصطفیٰ ج 2 ص 441

[2] مکارم الاخلاق ص 18

درہموں کو تقسیم کر دیا۔ آپؐ نے کبھی کسی سائل کو واپس نہیں کیا جب تک اسے فارغ نہیں کیا۔[1]

خلاصہ درس

1) اسلام نے جس چیز کی تاکید کی اور جس پر سیرت معصومین علیہم السلام کی روایتوں میں توجہ دلائی گئی ہے وہ سخاوت کی صفت ہے۔

2) تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً پیغمبر اسلام ﷺ اس صفت کے اعلی درجہ ایثار فائز تھے۔

3) سخاوت یعنی مناسب جگہوں پر اس طرح سے فائدہ پہنچانا کہ غرض مندی کی بو اس میں نہ آتی ہو اور نہ کسی عوض کے تقاضے کی فکر ہو۔

4) سخاوت بخل کی ضد ہے بخل اور اسراف کے درمیان جو راستہ ہے اس کا نام سخاوت ہے۔

5) خدا کی نظر میں سخاوت ایسی محبوب صفت ہے کہ اس نے اپنے حبیب کو کافر سخی انسان کی عزت کرنے کا حکم دیا۔

6) انفاق اور بخشش نعمت و روزی میں اضافہ کا سبب ہے۔

7) رسول اکرم ﷺ کو جو ملتا تھا اس کو بخشش دیا کرتے تھے اپنے پاس بچا کر کچھ بھی نہیں رکھتے تھے۔

---

[1] ترجمہ احیاء علوم الدین ج 2 ص 71

سوالات

1۔ جود و سخاوت کا کیا مطلب ہے؟

2۔ سب سے اعلیٰ درجہ کی سخاوت کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے؟

3۔ قرآن کریم کی ایک آیت کے ذریعہ سخاوت کے معنی بیان کیجئے؟

4۔ سخاوت کی اہمیت اور قدر و قیمت بتانے کیلئے ایک روایت پیش کیجئے؟

5۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جود و سخا کی ایک روایت کے ذریعے وضاحت کیجئے؟

جُهْدُ الْمُقِلِّ أَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [1]

وہ صدقہ جو تنگ دست انسان دیتا ہے وہ سب سے بہتر ہے کیا تم نے خدا کا یہ قول ویوثرون علی ... نہیں سنا کہ لوگ خود نیاز مند ہونے کے باوجود دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

[1] سورۂ حشر 9

چودھواں سبق

سخاوت، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خداداد صفت

ابن عباس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

أَنَا أَدِيبُ اللهِ وَ عَلِيٌّ أَدِيبِي أَمَرَنِي رَبِّي بِالسَّخَاءِ وَ الْبِرِّ وَ نَهَانِي عَنِ الْبُخْلِ وَ الْجَفَاءِ وَ مَا شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنَ الْبُخْلِ وَ سُوءِ الْخُلُقِ وَ إِنَّهُ لَيُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ. [1]

میری تربیت خدا نے کی ہے اور میں نے علی علیہ السلام کی تربیت کی ہے، خدا نے مجھ کو سخاوت اور نیکی کا حکم دیا ہے اور اس نے مجھے بخل اور جفا سے منع کیا ہے، خدا کے نزدیک بخل اور بداخلاقی سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ برا اخلاق عمل کو اسی طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

جبیر بن مطعم سے منقول ہے کہ حنین سے واپسی کے بعد، اعراب مال غنیمت میں سے اپنا حصہ لینے کیلئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد اکھٹے ہوئے اور بھیڑ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ردا اچک لے گئے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رُدُّوا عَلَيَّ رِدَائِي، تَخْشَوْنَ عَلَيَّ الْبُخْلَ، فَلَوْ كَانَ لِي عَدَدَ هٰذِهِ الْعِضَاهِ ذَهَباً لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ وَلَا تَجِدُونِي بَخِيلاً وَلَا كَذَّاباً وَلَا جَبَاناً [2]

---

[1] مکارم الاخلاق ص 17

[2] الوفاء باحوال المصطفیٰ ج 2 ص 442۔

میری ردا مجھ کو واپس کردو کیا تم کو یہ خوف ہے کہ میں بخل کرونگا؟ اگر اس خار دار جھاڑی کے برابر بھی سونا میرے پاس ہو تو میں تم لوگوں کے درمیان سب تقسیم کردوں گا تم مجھ کو بخیل، جھوٹا اور بزدل نہیں پاؤ گے۔

صدقہ کو حقیر جاننا

جناب عائشہ کہتی ہیں کہ ایک دن ایک سائل میرے گھر آیا، میں نے کنیز سے کہا کہ اس کو کھانا دیدو، کنیز نے وہ چیز مجھے دکھائی جو اس سائل کو دینی تھی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ تم اس کو گن لو تا کہ تمہارے لئے گنا نہ جائے۔ [1]

انفاق کے سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ انفاق کرنے والا اپنے اس عمل کو بڑا نہ سمجھے ورنہ اگر کوئی کسی عمل کو بہت عظیم سمجھتا ہے تو اس کے اندر غرور اور خود پسندی پیدا ہوگی کہ جو اسے کمال سے دور کرتی ہے یہ ایسی بیماری ہے کہ جس کو لگ جاتی ہے اس کو ہلاکت اور رسوائی تک پہنچادیتی ہے۔

اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد:

رَأَيْتُ الْمَعْرُوفَ لَا يَصْلُحُ إِلَّا بِثَلَاثِ خِصَالٍ تَصْغِيرِهِ وَ سَتْرِهِ وَ تَعْجِيلِهِ فَإِنَّكَ إِذَا صَغَّرْتَهُ عَظَّمْتَهُ عِنْدَ مَنْ تَصْنَعُهُ إِلَيْهِ وَإِذَا سَتَرْتَهُ تَمَّمْتَهُ وَ إِذَا عَجَّلْتَهُ هَنَّأْتَهُ وَإِنْ كَانَ غَيْرُ ذَلِكَ مَحَقْتَهُ وَ نَكَّدْتَهُ. [2]

نیک کام میں بھلائی نہیں ہے مگر تین باتوں کی وجہ سے اس کو چھوٹا سمجھنے، چھپا کر صدقہ دینے اور جلدی کرنے سے اگر تم اس کو چھوٹا سمجھ کر انجام دو گے تو جس کے لئے تم وہ کام کررہے

---

[1] شرف النبی ج69۔

[2] جامع السعادہ ج 2 ص 135

ہواس کی نظر میں وہ کام بڑا شمار کیا جائیگا اگر تم نے اسے چھپا کر انجام دیا تو تم نے اس کام کو کمال تک پہنچا دیا اگر اس کو کرنے میں جلدی کی تو تم نے اچھا کام انجام دیا اس کے علاوہ اگر دوسری کوئی صورت اپنائی ہو تو گویا تم نے (اس نیک کام) کو برباد کر دیا۔

اس طرح کے نمونے ائمہ علیہم السلام کی سیرت میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں، رات کی تاریکی میں روٹیوں کا بورا پیٹھ پر لاد کر غریبوں میں تقسیم کرنے کا عمل حضرت امیر المومنین اور معصومین علیہم السلام کی زندگی میں محتاج بیان نہیں ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال سخاوت یا ایثار

جود و سخاوت میں ایثار کا سب سے بلند مرتبہ ہے مال کو احتیاج کے باوجود خرچ کر دینے کا نام ایثار ہے اسی وجہ سے اس کی تعریف قرآن مجید میں آئی ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ [1]

وہ خود چاہے کتنے ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں دوسروں کو اپنے اوپر مقدم کرتے ہیں۔

بے بضاعتی کے عالم میں سخاوت کرنا ایثار سے بہت قریب ہوتا ہے اسی وجہ سے غنی کے حالت میں بخشش و عطا کرنے سے زیادہ اس کی فضیلت ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ زیادہ بہتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

جُهْدُ الْمُقِلِّ أَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [2]

---

[1] سورۂ حشر 9

[2] سورۂ حشر 9

وہ صدقہ جو تنگ دست انسان دیتا ہے وہ سب سے بہتر ہے کیا تم نے خدا کا یہ قول ویؤثرون علی... نہیں سنا کہ لوگ خود نیاز مند ہونے کے باوجود دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواج میں سے ایک بیوی نے بتایا کہ آپ نے آخر وقت تک کبھی بھی مسلسل تین دن تک سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اگر ہم چاہتے تو بھوکے نہ رہتے مگر ہم نے ایثار سے کام لیا۔[1]

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک صحابی آئے ان کی شادی ہو چکی تھی اور ضرورت مند تھے انہوں نے آپؐ سے کچھ طلب کیا آپؐ عایشہ کے گھر میں تشریف لے گئے اور پوچھا کہ گھر میں کچھ ہے کہ اس دوست کی کچھ مدد کریں عائشہ نے کہا میرے گھر میں ایک زنبیل میں کچھ آٹا رکھا ہے، آپؐ نے وہ زنبیل مع آٹے کے اس صحابی کے حوالہ کر دی پھر اس کے بعد گھر میں کچھ بھی نہ رہا[2]

دو طرح کے مسائل

الف۔ سائل کے سوال کا جواب

آپؐ کی بے پناہ سخاوت اور بخشش اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ آپؐ کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس کر دیں۔

مَا سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شَيْئاً قَطُّ فَقَالَ: لَا[3]

---

[1] جامع السعادات ج2 ص122

[2] شرف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص70

[3] امتاع الاسماع باحوال المصطفیٰ ج2 ص441

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی سائل کے جواب میں انکار نہیں کیا اور یہ صفت آپ میں اسقدر راسخ تھی کہ اگر گھر میں کچھ نہیں ہوتا تھا تب بھی آپ کسی کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے۔

عمر نقل کرتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص آپؐ کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ سے کچھ طلب کیا آپؐ نے فرمایا: میرے پاس کچھ نہیں ہے تم جاؤ خرید لو اور حساب میرے نام لکھوا دو، جب میرے پاس ہوگا تو میں ادا کرونگا، عمر نے کہا اے اللہ کے رسول جس چیز پر آپؐ قادر نہیں ہیں اللہ نے اس کی تکلیف آپؐ کو نہیں دی ہے عمر کہتے ہیں کہ آپؐ اس بات سے ناراض ہو گئے۔

اس شخص نے کہا آپؐ عطا فرمائیں اور خدا کی طرف سے کم دیئے جانے پر رنج نہ کریں حضرت مسکرائے اور آپؐ کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہو گئے [1]

ب۔ کام کرنے کی ترغیب

دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سستی، کاہلی کو ختم کرنے اور سوال کرنے کی عادت چھڑانے کیلیے سوال کرنے والوں کو خود محنت کر کے رزق حاصل کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ جب میں تنگ دست ہو گیا میری بیوی نے کہا کاش آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر ان سے کچھ لے آتے وہ صحابی حضور کے پاس آئے جب آپؐ نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ جو مجھ سے کچھ مانگے گا میں اس کو عطا کروں گا لیکن اگر بے نیازی کا ثبوت دے گا تو خدا اس کو بے نیاز کر دے گا، صحابی نے اپنے دل میں کہا کہ حضور میرے ہی بارے میں باتیں کر رہے ہیں، اس نے واپس لوٹ کر بیوی سے پورا واقعہ بیان کیا تو بیوی نے کہا وہ

---

[1] مکارم اخلاق ص18

باتیں تمہارے بارے میں نہیں تھیں تم جا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حالت تو بیان کرو وہ صحابی دوبارہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاس پہنچے، اس مرتبہ بھی ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی جملہ دہرایا اس طرح تین دفعہ یہ واقعہ پیش آیا تیسری دفعہ کے بعد اس شخص نے کسی سے ایک کلہاڑی مانگی اور لکڑی کاٹنے کیلئے نکل کھڑا ہوا لکڑیاں شہر لاتا اور ان کو بیچ ڈالتا تھا آہستہ آہستہ وہ صاحب ثروت بن گیا پھر تو اس کے پاس بوجھ ڈھونے اور لکڑی اٹھانے والے جانور بھی ہو گئے، بڑی خوشحالی آگئی ایک دن وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پھر پہنچے اور آپؐ سے سارا واقعہ بیان کر دیا آپؐ نے فرمایا: میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ جو مجھ سے مانگے گا میں عطا کرونگا لیکن اگر کوئی بے نیازی و خودداری سے کام لے گا تو خدا اس کو بے نیاز کر دے گا [1]

دوسری روایت میں ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله إِذَا نَظَرَ إِلَى الرَّجُلِ فَأَعْجَبَهُ فَقَالَ هَلْ لَهُ حِرْفَةٌ فَإِنْ قَالُوا لَا قَالَ سَقَطَ مِنْ عَيْنِي قِيلَ وَ كَيْفَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله قَالَ لِأَنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ حِرْفَةٌ يَعِيشُ بِدِينِهِ. [2]

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی طرف دیکھتے تو اس سے سوال کرتے کہ اس کے پاس کوئی کام ہے وہ کوئی فن و ہنر جانتا ہے؟ اگر کہا جاتا کہ نہیں تو آپؐ فرماتے کہ یہ میری نظروں سے گر گیا، لوگ سوال کرتے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کیوں ہے تو آپؐ فرماتے تھے کہ اگر مومن کے پاس کوئی فن اور ہنر نہ ہو تو وہ اپنے دین کو ذریعہ معاش بنا لیتا ہے۔

---

[1] اصول کافی ج 2 ص 112 باب القناعۃ مطبع اسلامیہ عربی

[2] بحار ج 103 ص 9

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش کے نمونے

لباس کا عطیہ

ایک دن ایک عورت نے اپنے بیٹے سے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ ان کی خدمت میں سر عرض کرنا اور کہنا کہ کوئی کرتا دیدیں تا کہ میں اس سے قمیص بنالوں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس کرتا تو نہیں ہے شاید کہیں سے آجائے (تو میں دیدونگا)۔

لڑکے نے کہا: میری ماں نے کہا ہے کہ آپ اپنی ردا دے دیجئے میں اس کا پیراہن بنالوں گی۔

آپ نے فرمایا: مجھے اتنی مہلت دو کہ میں حجرہ میں جا کر دیکھ لوں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ میں تشریف لے گئے اور اپنی ردا لا کر اس لڑکے کے حوالہ کردی، وہ لڑکا ردا لے کر اپنے گھر چلا گیا۔[1]

ایک دن کچھ ایسے افراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے جن کے جسم پر لباس نہیں تھا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لباس کا مطالبہ کیا آپ گھر میں تشریف لے گئے وہاں کچھ بھی نہیں تھا

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس صرف ایک پردہ تھا جس سے کوئی سامان ڈھکا ہوا تھا

---

[1] شرف النبی ص78

آپؐ نے فرمایا بیٹی کیا تم یہ چاہتی ہو کہ اس پردہ کے ذریعہ دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرو؟ فاطمہ(س) نے جواب دیا، جی ہاں، پیغمبر ﷺ نے اس پردہ کے کئی ٹکڑے کر کے غریبوں میں تقسیم کر دیا تا کہ وہ اپنا جسم چھپالیں [1]

ایک بابرکت درہم

ایک دن آٹھ درہم لے کر پیغمبر اکرم ﷺ بازار تشریف لے گئے راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک کنیز کھڑی رو رہی ہے، آپؐ نے رونے کا سبب پوچھا اس نے بتایا کہ میرے آقا نے مجھے دو درہم دیکر کچھ خریدنے کیلئے بھیجا تھا وہ دونوں درہم کھو گئے آپؐ نے دو درہم اس عورت کو دے دیئے اور خود چھ درہم لے کر بازار کی طرف چلے گئے، چار درہم کا ایک پیراہن خرید کر آپؐ نے پہن لیا ﷺ راستہ میں ایک نحیف ولاغر انسان نظر آیا جس کا جسم برہنہ تھا اور وہ آواز لگا رہا تھا کون ہے جو مجھ کو ایک کرتا پہنادے خدا اس کو بہشت میں جنت کے حلے عطا کرے گا، آپؐ نے وہ لباس جسم سے اتار کر اس کو پہنا دیا دوبارہ آپؐ بازار تشریف لے گئے اس مرتبہ آپؐ نے دو درہم کا ایک لباس خریدا۔

واپسی پر آپؐ نے دوبارہ اسی کنیز کو راستے میں روتے ہوئے دیکھا، سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ جو خریدنا تھا وہ تو میں خرید چکی لیکن اب گھر جانے میں مجھے دیر ہو گئی ہے مجھے خوف ہے کہ دیر سے گھر پہنچنے پر کہیں میرا آقا مجھے سزا نہ دے۔

آپؐ نے فرمایا مجھ کو اپنے گھر لے چل جب آپؐ اس انصاری کے گھر پہنچے تو وہاں مرد موجود نہ تھے صرف عورتیں تھیں آپؐ نے ان کو سلام کیا انہوں نے آپؐ کی آواز پہچان لی مگر جواب نہیں آیا، یہاں تک کہ پیغمبر ﷺ نے ان کو تین بار سلام کیا سب نے مل کر جواب

---

[1] شرف النبی ص75

دیا: علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو جائیں، آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے میری آواز نہیں سنی تھی؟ عورتوں نے جواب دیا کیوں نہیں، مگر ہم چاہتے تھے کہ ہم پر اور ہمارے خاندان پر آپ کا زیادہ سلام ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری کنیز کو پہنچنے میں دیر ہوگئی ہے وہ تم ڈر رہی ہے اس کی سزا معاف کردو، سب نے ایک ساتھ کہا ہم نے آپؐ کی سفارش قبول کی اس کی سزا معاف ہوئی اور آپؐ کے مبارک قدم اس گھر تک آنے کی وجہ سے ہم نے اس کو آزاد کیا۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا واپس ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا اس سے زیادہ پر برکت میں نے دوسرے آٹھ درہم نہیں دیکھے ایک خوفزدہ کنیز کے خوف کو اس نے دور کیا اس کو آزاد کیا اور دو افراد کی ستر پوشی ہوگئی [1]

سخاوت مندانہ معاملہ

منقول ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب جابر کے ساتھ ان کے اونٹ پر بیٹھ کر کہیں چلے جا رہے تھے آپؐ نے جابر نے فرمایا اس اونٹ کو میرے ہاتھ فروخت کردو جابر نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو جائیں اے اللہ کے رسول، یہ اونٹ آپؐ ہی کا ہے، آپؐ نے فرمایا نہیں میرے ہاتھوں فروخت کرو، جابر نے کہا میں نے فروخت کیا آپؐ نے بلال سے کہا کہ اس کی قیمت ادا کردو جابر نے پوچھا اونٹ کس کے حوالہ کروں؟ آپؐ نے فرمایا اونٹ اور اس کی قیمت دونوں تم اپنے ہی پاس رکھو خدا تمہارے لئے اس کو مبارک قرار دے [2]

---

[1] شرف النبی ص70

[2] شرف النبی ص69-68

خلاصہ درس

1) پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے میری تربیت کی ہے اور میں نے علی کی تربیت کی ہے خدا نے مجھے سخاوت اور نیکی کا حکم دیا بخل اور جفا کاری سے روکا خدا کے نزدیک بخل اور بد اخلاقی سے زیادہ بدکوئی چیز نہیں ہے برے اخلاق عمل کو اس طرح فاسد کردیتے ہیں جس طرح سرکہ شہد کو خراب کردیتا ہے۔

2) اخلاق کے سلسلہ میں جس بات پر زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ بخشش وعطا کرنے والا اس کو اپنی نظر میں بہت بڑا کارنامہ نہ سمجھ بیٹھے۔

3) جود وسخاوت کا سب سے بلند درجہ ایثار ہے اور احتیاج کے باوجود مال کو خرچ کردینے کا نام ایثار ہے پیغمبر اکرم ﷺ میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔

4) رسول خدا ﷺ کے سامنے دو طرح کے مسائل تھے:

الف۔ سائل کے سوال کا جواب

ب۔ لوگوں کو کام کرنے کی ترغیب دلانا

سوالات

1۔ صدقہ کو اگر چھوٹا سمجھا جائے تو صدقہ دینے والے پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟

2۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نیک کام کیلئے تین خصلتوں کو شرط جانتے ہیں وہ تین خصلتیں کون کون سی ہیں؟

3۔ ایثار کے کیا معنی ہیں؟

4۔ سائل کے ساتھ رسول خدا ﷺ کی کیا سیرت تھی تفصیل سے بیان فرمایئے

5۔ پیغمبر ﷺ کی بخشش وعطا کے دو نمونے بیان فرمایئے

پندرہواں سبق

دعا

وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا۔ [1]

(اے رسولؐ) آپؐ یہ دعا مانگا کریں کہ اے میرے پروردگار مجھے (جہاں) پہنچا اچھی طرح پہنچا اور مجھے (جہاں سے) نکال اچھی طرح نکال اور مجھے ایسی روشن حجت وبصیرت عطا فرما جو میری مددگار ہو۔

اس حصہ میں آپ کے سامنے پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے وہ نمونے ہیں جو آپ کا دعاؤں سے انس ومحبت کا پتہ دیتے ہیں اور آپؐ کے پیروکاروں کو آپؐ سے دعا سیکھنے کا سلیقہ عطا کرتے ہیں۔

دعا کیا ہے؟

لفظ دعا یدعو کا مصدر ہے اور لغت کے اعتبار سے پکارنے، بلانے اور دعوی کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کی جمع ادعیہ ہے۔ [2]

لفظ دعا استغاثہ کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے [3]

---

[1] اسراء 80

[2] فرہنگ جدید عربی بہ فارسی ص 157

[3] فرہنگ جدید عربی۔ فارسی ص 157

جس کے ذریعہ خدا کو حاجتیں پوری کرنے کیلئے پکارا جائے اصطلاح میں اس کو دعا کہتے ہیں۔ [1]

خدا کی بارگاہ میں تضرع وزاری کے معنی میں لفظ دعا استعمال کیا جاتا ہے [2]

جو چیز خدا کے پاس ہے اس کو تضرع وزاری کے ذریعہ طلب کرنے کو بھی دعا کہتے ہیں۔ [3]

دعا کے دوسرے معنی بھی بیان کئے گئے ہیں۔

دعا کی اہمیت اور اس کا اثر

آیات وروایات میں جس طرح علم ،فکر سعی اور کوشش کی تاکید کی گئی ہے ویسے ہی دعا کی بھی تاکید بھی کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں مومن کو خدا کی بارگاہ میں دعا درخواست اور توسل کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ساتھ [4] معصومین علیہم السلام سے مروی معتبر روایتوں میں بھی دعا کے مقام کو بیان کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ مقام اللہ تعالی کے نزدیک بلاء وآفات کے دور ہونے اور قضا وقدر کے تبدیل ہونے تک بلند ہے۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إِدْفَعُوا أَبْوَابَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ۔ [5]

دعا کے ذریعہ بلا ومصیبت کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلو۔

---

[1] فرہنگ جدید عربی۔ فارسی ص 157

[2] لسان العرب ج 14 ص 257

[3] تاج العروس ج 10 ص 126

[4] بقرہ آیہ 250، 286، 186، یونس 88، غافر 60

[5] بحار ج 93 ص 288

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

الدُّعَاءُ يَرُدُّ الْقَضَاءَ وَقَدْ اُبْرِمَ اِبْرَاماً. [1]

قضا کے یقینی ہو جانے کے بعد بھی دعا قضا کو پھیر دیتی ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند چھوٹی چھوٹی حدیثیں ملاحظہ ہوں:

الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ. [2]

دعا عبادت ہے۔

مَا مِنْ شَيْءٍ اَكْرَمُ عَلَى اللهِ تَعَالٰى مِنَ الدُّعَاءِ [3]

خدا کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی شے مکرم نہیں ہے۔

الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ وَلَا يُهْلَكُ مَعَ الدُّعَاءِ اَحَدٌ. [4]

حقیقت عبادت دعا ہے جو شخص دعا کرتا ہو وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا:

اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى سِلَاحٍ يُنْجِيكُمْ مِنْ اَعْدَائِكُمْ. [5]

کیا میں تم کو ایسے ہتھیار کا پتہ بتاؤں جو تم کو دشمن کے شر سے نجات دے؟

اصحاب نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے نبیؐ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] اصول کافی ج 2 ص 47

[2] لسان العرب ج 14 ص 257

[3] میزان الحکمہ ج 3 ص 246

[4] بحار الانوار ج 93 ص 300

[5] کافی (ط۔ دار الحدیث) / ج 4 / 302 / 2۔ باب ان الدعاء سلاح المومن ..... ص: 301

تَدْعُونَ رَبَّكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، فَإِنَّ سِلَاحَ الْمُؤْمِنِ الدُّعَاءُ. [1]

اپنے خدا کو شب و روز پکارتے رہو اس لئے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

دعا کی اہمیت کے سلسلہ میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انسان دعا کے ذریعہ مبداہستی خدا سے ہم کلام ہوتا ہے خدا کی لازوال قدرت پر بھروسہ اور اس سے ارتباط مشکلات پر غلبہ حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اس لئے کہ خدا پر بھروسہ کرنے کے بعد انسان دوسری قوتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

مصائب سے مقابلہ کرنے کے لئے دعا کرنے والے میں دعا استقامت اور روحی تقویت کا باعث بنتی ہے دعا کرنے والے انسان کے دل میں امید کی کرن ہمیشہ جگمگاتی رہتی ہے اور وہ آئندہ کے لئے لولگائے رہتا ہے۔

ان تمام باتوں زیادہ اہم یہ ہے کہ معبود سے راز و نیاز کرتے ہوئے جو دعا کی جاتی ہے وہ روح انسانی کے کمال میں موثر ہوتی ہے، خدا سے محبت کے ساتھ راز و نیاز اور عشق کے ساتھ گفتگو کے ذوق کی قدر و قیمت دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ ہے۔

دعا کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت

آداب دعا کی رعایت سے قبولیت کا راستہ ہموار ہوتا ہے بارگاہ خداوندی میں دعا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان تضرع وزاری سے دعا کرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے وقت کی کیفیت میں لکھا گیا ہے کہ

كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا ابْتَهَلَ- وَدَعَا كَمَا يَسْتَطْعِمُ الْمِسْكِينُ. [2]

---

[1] اصول کافی ج 2 ص 468

[2] وسائل الشیعہ/ ج 7 / 46 / 12- باب استحباب رفع الیدین بالدعاء...... ص:46

آپ دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے تھے اور رورو کر کسی مسکین کی طرح خدا سے حاجت طلب کرتے تھے۔

عبادت کے اوقات میں دعا

اذان کے وقت کی دعا:

مسلمانوں کو جن چیزوں کی تاکید کی گئی ہے ان میں سے ایک چیز اذان ہے، اس کی اہمیت کے لئے بس اتنا جاننا کافی ہے کہ مسلمان دن رات میں کئی بار گلدستہ اذان سے آواز اذان سنتا ہے، جو کہ نماز اور شرعی اوقات کیلئے ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے، اسی وجہ سے صدر اسلام میں موذن کا بڑا بلند مرتبہ تھا، پہلے موذن کی حیثیت سے حضرت بلال کا نام آج بھی تاریخ کی پیشانی پر جگمگا رہا ہے، رسول خدا ﷺ جب موذن کی آواز سنتے تو اذان کے کلمات کو دہراتے جاتے تھے (اذان کے جملوں کو دہرانے کا عمل حکایت اذان کہلاتا ہے اور یہ مستحب ہے) اور جب موذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کہتا ہے تو آپ لاحول ولا قوۃ الا باللہ فرماتے تھے، جب اقامت ختم ہوجاتی تو آپ فرماتے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَ الصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ اَعْطِ مُحَمَّدًا سُؤْلَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَبَلِّغْہُ الدَّرَجَۃَ الْوَسِیْلَۃَ مِنَ الْجَنَّۃِ وَ تَقَبَّلْ شَفَاعَتَہٗ فِیْ اُمَّتِہٖ۔[1]

اے وہ خدا جو اس دعوت تام اور قائم ہونے والی نماز کا پروردگار ہے قیامت کے دن محمد ﷺ کی خواہشوں کو پورا فرما اور اس درجہ تک پہنچا جو وسیلہ جنت ہے اور امت کی شفاعت کو ان سے قبول فرما۔

---

[1] بحارالانوار (ط۔بیروت) / ج81 / 179 / باب 14 حکایۃ الاذان والدعاء بعدہ...... ص:173

نماز صبح کے بعد

نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب تک آنحضرتﷺ خدا کی بارگاہ میں راز و نیاز اور دعا میں مشغول رہتے تھے، امیر المومنین علی علیہ السلام لوگوں کی حاجتوں اور ضرورتوں کے بارے میں سننے کیلئے آپؐ کے پیچھے لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے تھے اور لوگ اپنی ضرورتیں آپؐ کیسامنے پیش کرتے تھے۔[1]

نماز ظہر کے بعد

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب آنحضرتﷺ نماز ظہر تمام کر لیتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَ الْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَ الْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَ النَّجَاةَ مِنَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْباً اِلَّا غَفَرْتَهُ وَ لَا هَمّاً اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَ لَا غَمّاً اِلَّا كَشَفْتَهُ وَ لَا سُقْماً اِلَّا شَفَيْتَهُ وَ لَا دَيْناً اِلَّا قَضَيْتَهُ وَ لَا خَوْفاً اِلَّا اٰمَنْتَهُ وَ لَا حَاجَةً اِلَّا قَضَيْتَهَا بِمَنِّكَ وَ لُطْفِكَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اٰمِيْنَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ[2]

سوائے بزرگ اور حلیم خدا کے کوئی خدا نہیں ہے، عرش عظیم کے پیدا کرنے والے خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، حمد و سپاس اسی خدا سے مخصوص ہے جو عالمین کا پیدا کرنے والا ہے میرے مالک میں تجھ سے وہ چیز مانگ رہا ہوں جو تیری رحمت و مغفرت کا باعث ہو، پالنے

---

[1] سنن النبی ص 336

[2] سنن النبی ص 236، 237

والے مجھے تمام نیکیوں سے بہرہ مند کر دے اور ہر گناہ سے مجھ کو بچالے پالنے والے تو میرے تمام گناہوں کو بخش دے، میرے غم واندوہ کو ختم کر دے، سختیوں کو میرے لئے آسانی کر دے میرے سارے رکھ درد کو شفا عطا کر، عیوب کو چھپالے رزق کو کشادہ کر دے خوف کو امن (بے خوفی) میں تبدیل کر دے، میری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے، میں یہ چاہتا ہوں کہ تو میری ہر اس خواہش کو پورا فرما جس میں تیری رضامندی اور میری بھلائی ہو، اے مہربانی کرنے والوں میں سب سے زیادہ مہربان۔ قبول فرما اے عالمین کے پالنے والے۔

سجدے میں دعا

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سجدہ میں آنحضرت ﷺ فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ إِنَّ مَغْفِرَتَكَ أَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِي وَرَحْمَتَكَ أَرْجٰى عِنْدِي مِنْ عَمَلِي فَاغْفِرْلِي يَا حَيُّ وَمَنْ لَا يَمُوتُ۔ [1]

خدایا تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ امید بخش ہے پس میرے گناہوں کو معاف کر دے اے ایسے زندہ رہنے والے خدا، موت جس تک نہیں پہنچ سکتی۔

دعا اور روزمرہ کے امور

صبح وشام

خدا کی بارگاہ میں پیغمبر ﷺ نے ہمیشہ اپنے کو نیازمند سمجھا اور کبھی بھی آپ خدا سے

---

[1] سنن النبی ص 337

غافل نہیں ہوئے، رات کے وقت خاک پر اپنا چہرہ رکھ کر فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَدًا. [1]

خدایا! ایک پلک جھپکنے کی مدت کیلئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کا آغاز دعا سے کرتے اور شام کو دعا پڑھ کر بستر پر آرام کرنے کیلئے لیٹتے تھے، صبح کو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ نُصْبِحُ وَبِكَ نُمْسِي وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَعَلَيْكَ نَتَوَكَّلُ [2]

خدایا میں نے تیری مدد سے صبح کی تیری مدد سے شام و صبح گزاری اور تیری مدد سے میں نے رات گزاری تیری وجہ سے میں زندہ ہوں اور جب تو چاہے گا تب میں مروں گا اور میں نے تجھ پر ہی توکل کیا ہے۔

کھانے کے وقت کی دعا

جب دسترخوان بچھایا جاتا تو آپ فرماتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ مَا أَحْسَنَ مَا تَبْتَلِينَا سُبْحَانَكَ مَا أَكْثَرَ مَا تُعْطِينَا سُبْحَانَكَ مَا أَكْثَرَ مَا تُعَافِينَا اللّٰهُمَّ أَوْسِعْ عَلَيْنَا وَعَلَى فُقَرَاءِ الْمُؤْمِنِينَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ. [3]

---

[1] تفسیر القمی / ج 2 / 75 / [سورۃ الانبیاء (21): آیۃ 87]..... ص:74

[2] الوفاء باحوال المصطفیٰ ج 2 ص 574

[3] سنن النبی ص 323, الکافی (ط - الاسلامیۃ) / ج 6 / 293 / باب التسمیۃ والتحمید والدعاء علی الطعام ص:292

اے میرے اللہ تو پاک و پاکیزہ ہے وہ کتنی اچھی بات ہے جس کے ذریعے تو نے ہم کو آزمایا، تو نے جو ہم کو عطا کیا ہے وہ کتنا زیادہ ہے، جو عافیت تو نے ہم کو دی ہے وہ کتنی زیادہ ہے، خدا ہمارے اور اہل ایمان اور اہل اسلام کے فقراء کی روزی میں کشادگی عطا فرما۔

جب کھانا سامنے آتا تو آپ فرماتے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا نِعْمَةً مَشْكُورَةً تَصِلُ بِهَا نِعْمَةَ الْجَنَّةِ [1]

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے، خدایا اس کھانے کو نعمت مشکور قرار دے اور بہشت کی نعمت سے متصل کردے۔

جب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو فرماتے:

بِسْمِ اللّٰهِ بَارِكْ لَنَا فِيمَا رَزَقْتَنَا وَعَلَيْكَ خَلَفُهُ. [2]

شروع کرتا ہوں میں خدا کے نام سے، پالنے والے جو روزی تو نے ہم کو دی ہے اس میں برکت دے اور مزید روزی عنایت فرما۔

جب کھانے کا برتن اٹھاتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ أَكْثَرْتَ وَأَطَبْتَ وَبَارَكْتَ فَأَشْبَعْتَ وَأَرْوَيْتَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ. [3]

پالنے والے تو نے ہم کو اپنی کثیر نعمتیں عطا کیں ان نعمتوں کو پاکیزہ اور مبارک قرار دیا، سیر و سیراب کیا، حمد و ستائش اس خدا کیلئے ہے جو کھلاتا ہے لیکن کھاتا نہیں ہے۔

---

[1] بحار الأنوار (ط-بیروت) / ج16 / 241 / فی صفۃ أخلاقہ فی مطعمہ ص:241

[2] بحار الأنوار (ط-بیروت) / ج16 / 242 / فی صفۃ أخلاقہ فی مطعمہ ص:241

[3] الکافی (ط-الاسلامیۃ) / ج6 / 294 / باب التسمیۃ والتحمید والدعاء علی الطعام ص:292

وقت خواب کی دعا:

آنحضرت ﷺ داہنی کروٹ لیٹ کر اپنا داہنا ہاتھ اپنے چہرہ کے نیچے رکھ کر فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ. [1]

پالنے والے جس دن تو اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھانا اس دن ہم کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا۔

دوسری روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ أَمُوتُ وَأَحْيَى وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ اَللّٰهُمَّ آمِنْ رَوْعَتِي وَاسْتُرْ عَوْرَتِي وَأَدِّ عَنِّي أَمَانَتِي. [2]

میری موت و حیات خدا ہی کے نام سے ہے اور اسی کی طرف تمام مخلوقات کی بازگشت ہے خدایا میرے خوف کو امن امین بدل دے میرے عیب کو چھپالے اور وہ امانت جو تو نے مجھے دی ہے وہ تو ہی ادا کردے۔

وقت سفر کی دعا:

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جب کسی سفر میں پیغمبر ﷺ اپنی سواری سے نیچے اترتے تو خدا کی تسبیح پڑھتے جب سواری پر سوار ہوتے تو تکبیر کہتے اور جب رات آجاتی تو فرماتے:

---

[1] سنن النبی ص 320-322,

[2] سنن النبی ص 322

قَالَ أَرْضُ رَبِّي وَ رَبُّكِ اللهُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَ شَرِّ مَا فِيكِ وَ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ أَسَدٍ وَ أَسْوَدَ وَ مِنَ الْحَيَّةِ وَ الْعَقْرَبِ وَ مِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَ وَالِدٍ وَ مَا وَلَدَ. [1]

اے زمین میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے تیرے شر سے اور جو شئی تیرے اندر موجود ہے اس کے شر سے اور جو چیزیں تیرے اوپر حرکت کررہی ہیں ان کے شر سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اسی طرح ہر درندہ اور ڈسنے والے کے شر سے ہر سانپ بچھو کے شر سے اور ہر اس شخص کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس دیار میں آباد ہے اسی طرح میں ہر والد اور اس کے فرزند کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

جب آپ سفر سے واپس آتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى حِفْظِكَ إِيَّايَ فِي سَفَرِي وَ حَضَرِي [2]

پالنے والے تو سفر و حضر میں میری حفاظت کرتا ہے اس لئے میں تیری حمد بجالاتا ہوں۔

مسافر کو رخصت کرتے وقت کی دعا:

رسول اکرم ﷺ سے مسلمانوں کو اتنی محبت تھی کہ جب آپ سفر کیلئے نکلتے تو مسلمان آپ کو رخصت کرنے کیلئے آتے تھے پیغمبر ﷺ رخصت ہوتے وقت ان کیلئے دعا فرماتے تھے۔

کسی کو رخصت کرتے وقت آنحضرت ﷺ جو دعا پڑھتے تھے اس کو امام جعفر

---

[1] سنن النبی ص318

[2] مکارم الاخلاق ص360

صادق علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے کہ

رَحِمَكُمُ اللهُ وَزَوَّدَكُمُ التَّقْوىٰ وَوَجَّهَكُمْ إِلَىٰ كُلِّ خَيْرٍ وَقَضَىٰ لَكُمْ كُلَّ حَاجَةٍ وَسَلَّمَ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَدُنْيَاكُمْ وَرَدَّكُمْ سَالِمِيْنَ إِلَىٰ سَالِمِيْنَ. [1]

خدا تم پر رحم کرے اور تمہارے تقویٰ میں اضافہ فرمائے: کارہائے خیر کی طرف تمہارے رخ موڑ دے، تمہاری تمام حاجتیں پوری کردے، تمہارے دین و دنیا کو سلامت رکھے تم کو تمہارے گھر تک صحیح و سالم اس حال میں واپس لائے کہ تمہارے گھر والے بھی صحت و عافیت سے ہوں۔

خلاصہ درس

(۱) لفظ دعا مصدر ہے جو کہ دعا یدعو سے مشتق ہے۔ لغت کے اعتبار سے اس کے معنی بلانے اور آواز دینے کے ہیں اس کی جمع ادعیہ ہے اسی طرح دعا کو استغاثہ کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

(۲) اصطلاح میں جس کے ذریعہ خدا کو ضرورتیں پوری کرنے کیلئے پکارا جائے اسے دعا کہتے ہیں یا خدا کے پاس جو ذخیرہ ہے اس کو حاصل کرنے کیلئے تضرع و زاری کرنے کا نام دعا ہے۔

(۳) زیارات و روایات میں جس طرح علم، فکر، سعی اور کوشش کے بارے میں تاکید کی گئی ہے اسی طرح دعا کے سلسلہ میں بھی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔

(۴) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دعا کو بہت اہمیت دی ہے آپؐ دعا کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے کسی مسکین کی طرح خدا سے اپنی حاجت طلب کرتے

---

[1] محاسن ص 354

تھے۔

(۵) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے سے کبھی بھی اپنے کو بے نیاز نہیں کیا آپ رات دن صبح و شام کھانا کھانے کے وقت بستر پر لیٹتے اور سفر میں جاتے وقت دوستوں کو وداع کرتے وقت خدا کی بارگاہ میں دعا کیا کرتے تھے۔

سوالات

1۔ دعا کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیجئے؟

2۔ دعا کی اہمیت کے بارے میں ایک روایت بیان کیجئے؟

3۔ دعا کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟

4۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کو کتنی اہمیت دیتے تھے اس کا ایک نمونہ پیش کیجئے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلدُّعَاءُ يَرُدُّ الْقَضَاءَ وَقَدْ أُبْرِمَ إِبْرَاماً. [1]

قضا کے یقینی ہو جانے کے بعد بھی دعا قضا کو پھیر دیتی ہے۔

---

[1] اصول کافی ج2 ص47

سولہواں سبق

خاص جگہوں پر پڑھی جانے والی دعا

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت پڑھی جانے والی دعا

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں تشریف لے جاتے تھے تو اس وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اللھُمَّ! افْتَحْ لِی أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.[1]

میرے اللہ میرے اوپر رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد سے نکلتے وقت آپؐ یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِی أَبْوَابَ رِزْقِكَ.[2]

بار الہا میرے اوپر اپنے رزق کے دروازے کھول دے۔

قبرستان سے گذرتے وقت کی دعا

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان کی طرف سے گذرتے تو یہ دعا پڑھتے:

قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ مِنْ دِيَارِ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ

---

[1] سنن النبی ص 321

[2] سنن النبی ص 321

بِکُمْ لَاحِقُونَ.[1]

مؤمنین کی طرف سے تم پر سلام ہو، جب خدا چاہیگا ہم بھی تم سے مل جائیں گے

جمعرات کی شام کو آپؐ اپنے چند اصحاب کے ساتھ بقیع میں تشریف لے جاتے اور اہل قبور کی زیارت میں تین بار یہ فقرہ دہراتے تھے:

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَهْلَ الدِّیَارِ ثَلَاثاً رَحِمَکُمُ اللهُ[2]

اے اس دیار کے رہنے والو تم پر میرا اسلام ہو (تین مرتبہ فرمایا) خدا تم پر رحمت نازل کرے۔

مخصوص اوقات کی دعا

دعائے رویت ہلال

علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب پیغمبر نئے ماہ کا چاند دیکھتے تو ہاتھوں کو بلند کر کے فرماتے:

بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَیْنَا بِالْأَمْنِ وَ الْإِیمَانِ، وَ السَّلَامَةِ وَ الْإِسْلَامِ، رَبِّي وَ رَبُّكَ اللهُ.[3]

میرے اللہ اس مہینہ کو ہمارے لئے امن، ایمان، سلامتی اور اسلام سے بہرہ ور ہونے کا مہینہ قرار دے۔ اے چاند، میرا اور تیرا پروردگار خدا ہے۔

---

[1] کامل الزیارہ ص 332

[2] بحار الانوار ج 102 ص 94

[3] الامالی (للطوسی) / النص / 495 / [17] المجلس السابع عشر

ماہ رمضان کے چاند دیکھنے کے بعد کی دعا

رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کے بعد آپ قبلہ کی طرف رخ کر کے فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَ الْإِيْمَانِ وَ السَّلَامَةِ وَ الْإِسْلَامِ وَ الْعَافِيَةِ الْمُجَلِّلَةِ وَ دِفَاعِ الْأَسْقَامِ وَ الْعَوْنِ عَلَى الصَّلَاةِ وَ الصِّيَامِ وَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنَا لِشَهْرِ رَمَضَانَ وَ تَسَلَّمْهُ مِنَّا وَ سَلِّمْنَا فِيْهِ حَتّٰى يَنْقَضِيَ عَنَّا شَهْرُ رَمَضَانَ وَ قَدْ عَفَوْتَ عَنَّا وَ غَفَرْتَ لَنَا وَ رَحِمْتَنَا. [1]

میرے اللہ اس مہینہ کے چاند کو ہمارے لئے امن، ایمان، سلامتی، اسلام سے بہرہ مندی اور عافیت اور بیماری سے دفاع کا چاند قرار دے اور اس کو نماز، روزہ اور تلاوت قرآن جیسے کاموں میں مددگار بنا، پالنے والے ماہ رمضان کے اعمال کو انجام دینے کیلئے ہم کو اپنا مطیع قرار دے اور اس کو ہم سے راضی کر دے ہم کو بھی اس مہینہ میں صحیح و سالم رکھ یہاں تک کہ ماہ رمضان اسی حالت میں گذر جائے کہ تیرا عفو مغفرت اور رحمت ہمارے شامل حال رہے۔

افطار کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْنَا وَ عَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْنَا فَتَقَبَّلْهُ مِنَّا ذَهَبَ الظَّمَاُ وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ بَقِيَ الْأَجْرُ. [2]

خدایا ہم نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے ہم نے افطار

---

[1] سنن النبی ص ۳۳۲ منقول از تہذیب ج ۴ ص ۲۹۶، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل/ ج 7 / 440 / 13 - باب استحباب الدعاء عند رؤیۃ الہلال و اول لیلۃ من شہر رمضان بالماثور ص:439

[2] فروع کافی ج 4 ص 5 مطبوعہ بیروت

کیا پس تو ہم سے اس روزہ کو قبول فرما ہم پانی اور غذا سے سیر و سیراب ہو گئے اور اس کا اجر باقی ہے۔

دعائے روز عرفہ

ایام حج میں، عبادت اور دعا و مناجات کیلئے بہترین، جگہ عرفات کا میدان ہے پیغمبر ﷺ اور ائمہ معصومین علیہم السلام اس دن کو بہت اہمیت دیتے تھے۔

امام حسین علیہ السلام کی دعائے عرفہ اس دن کی عظمت و اہمیت کو بیان کرتی ہے، نیز بتاتی ہے کہ روز عرفہ دعا کیلئے ہے، پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں: روز عرفہ کی بہترین دعا اور میرا اور تمام انبیاء کا بہترین کلام یہ ہے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [1]

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حکومت اور ستائش اسی کیلئے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سال نو کی دعا

سید ابن طاوس نے حضرت امام رضا علیہ السلام اور آپ نے اپنے اباء و اجداد سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ماہ محرم سے پہلے رسول اکرم ﷺ دو رکعت نماز پڑھتے اور ہاتھوں کو بلند کر کے فرماتے تھے:

اللّٰهُمَّ أَنْتَ الْإِلٰهُ الْقَدِيمُ وَ هٰذِهِ سَنَةٌ جَدِيدَةٌ فَأَسْأَلُكَ فِيهَا الْعِصْمَةَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَ الْقُوَّةَ عَلٰى هٰذِهِ النَّفْسِ الْأَمَّارَةِ بِالسُّوءِ وَ الاشْتِغَالَ

---

[1] الوفاء و احوال المصطفیٰ ج 2 ص 524

بِمَا يُقَرِّبُنِي إِلَيْكَ يَا كَرِيمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ يَا عِمَادَ مَنْ لَا عِمَادَ لَهُ يَا ذَخِيرَةَ مَنْ لَا ذَخِيرَةَ لَهُ يَا حِرْزَ مَنْ لَا حِرْزَ لَهُ يَا غِيَاثَ مَنْ لَا غِيَاثَ لَهُ يَا سَنَدَ مَنْ لَا سَنَدَ لَهُ يَا كَنْزَ مَنْ لَا كَنْزَ لَهُ يَا حَسَنَ الْبَلَاءِ يَا عَظِيمَ الرَّجَاءِ يَا عِزَّ الضُّعَفَاءِ يَا مُنْقِذَ الْغَرْقَى يَا مُنْجِيَ الْهَلْكَى يَا مُنْعِمُ يَا مُجْمِلُ يَا مُفْضِلُ يَا مُحْسِنُ أَنْتَ الَّذِي سَجَدَ لَكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَ نُورُ النَّهَارِ وَ ضَوْءُ الْقَمَرِ وَ شُعَاعُ الشَّمْسِ وَ دَوِيُّ الْمَاءِ وَ حَفِيفُ الشَّجَرِ يَا اللهُ لَا شَرِيكَ لَكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا خَيْراً مِمَّا يَظُنُّونَ وَ اغْفِرْ لَنَا مَا لَا يَعْلَمُونَ وَ لَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا يَقُولُونَ حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ.[1]

پالنے والے تو میرا قدیم معبود ہے اور یہ نیا سال ہے لہٰذا تجھ سے میری یہ التجا ہے کہ اس سال (بھی) تو مجھے شیطان کے شر سے محفوظ رکھ، اور مجھے اس نفس امارہ پر کامیابی عطا فرما اور جو چیز مجھ کو تجھ سے قریب کرے تو اس میں مجھے مشغول فرما، اے کریم اے صاحب جلال و اکرام اے بے سہاروں کے سہارے، اے تہی دست کی امیدوں کے مرکز، اے اس کو دیکھنے والے جس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے، اے بے کسوں کے فریادرس، اے اس شخص کی پناہ گاہ جس کی کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، میرے معبود تو اس کا خزانہ ہے جس کا کوئی خزانہ نہیں، اے وہ خدا جس کی جانب سے بلا و مصیبت بھی اچھی چیز ہے سب سے زیادہ تجھ سے امیدیں وابستہ ہیں اے وہ جو ناتوان لوگوں کی عزت و شرافت کا باعث ہے، اے غرق ہونے والوں کو نجات دینے والے، اے ہلاک ہونے والوں کو بچانے والے، اے نعمتوں کو عطا کرنے والے اے حسن

---

[1] اقبال الاعمال (ط- القدیمۃ)/ ج2/ 553/ فیما نذکرہ من عمل اول یوم من المحرم...... ص:553

جمال بخشنے والے، اے زیادہ سے زیادہ نعمتیں دینے والے، اے احسان کرنے والے خدا، تو وہ خدا ہے جسے شب کی تاریکی، دن کی روشنی، چاند کا نور، آفتاب کی ضیاء، پانی کی صدا اور درختوں کی آواز، غرض کہ سب شئے تجھ ہی کو سجدہ کرتی ہیں اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں خدایا لوگ مجھ کو جیسا سمجھتے ہیں اس سے بہتر قرار دے اور جس گناہ کی ان کو خبر نہیں ہے اس کو معاف کر دے، میرا خدا میرے لئے کافی ہے اس کے سوا

کوئی معبود نہیں، میں اس پر توکل کرتا ہوں وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے میں اس پر ایمان لایا ہوں، تمام کام ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں لیکن صرف عقلمند ہی سمجھنے والے ہیں، اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو لغزشوں سے بچا، اپنی طرف سے ہمارے اوپر رحمتیں نازل فرما تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

جنگ کے وقت دعا

جنگ کے وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خدا سے مدد مانگتے تھے 23 سالہ زمانہ رسالت میں آپؐ نے بہت دشمنوں سے جنگیں کیں ان جنگوں میں آپ کی بہت سی دعائیں منقول ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگ بدر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

جنگ بدر وہ پہلی لڑائی ہے جس میں آپ کے اصحاب آپؐ کے ساتھ تھے مسلمانوں کی تعداد 313 تھی اور تمام کفار کی تعداد 108 کے قریب تھی مسلمانون کے پاس جنگی ساز وسامان بہت ہی کم تھا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لشکر کو ترتیب دیتے وقت سامان جنگ کی کمی دیکھی تو دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

يَا رَبِّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحملهم وَ جِيَاعٌ فاشبعهم وَ عُرَاةٌ فاكسهم وَ عَالَتٌ فاغنهم مِنْ فَضْلِكَ. [1]

خدایا یہ پیادہ ہیں ان کی سواری کا انتظام فرما یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کردے یہ بے لباس ہیں ان کولباس عطا فرما یہ بے بضاعت ہیں انہیں اپنے فضل سے بے نیاز کردے۔

بدر کی طرف جاتے ہوئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام روحا پر پہنچے وہاں آپؐ نے نماز پڑھ کر کفار پر لعنت اور مسلمانوں کیلئے دعا کی [2]

عمومی حملے کیلئے لشکر تیار کرلینے کے بعد آپؐ اپنی قیام گاہ پر پہنچے اور وہاں آپؐ نے دردمند دل کے ساتھ دعا فرمائی:

اللّٰهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ [3]

خدایا اگر آج یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی۔

جب سامان جنگ سے آمادہ قریش کے لشکر پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا:

اللّٰهُمَّ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ بِخُيَلَائِهَا وَ فَخْرِهَا تُحَادُّكَ وَ تُكَذِّبُ رَسُولَكَ اللّٰهُمَّ نَصْرَكَ الَّذِي وَعَدْتَنِي اللّٰهُمَّ أَحِنْهُمُ الْغَدَاةَ. [4]

بارالہا یہ قریش ہیں اپنی تمام نخوت و تکبر کے ساتھ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں یہ تیرے دشمن ہیں اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں پالنے والے میں تیری اس نصرت و مدد کا منتظر ہوں جس کا تو نے وعدہ کیا تھا رات آنے سے پہلے انہیں تباہ کردے۔

---

[1] ناسخ التواریخ ج 1 ص 164

[2] بحار الانوار ج 19 ص 332

[3] طبری ج 2 ص 149

[4] بحار الانوار (ط-بیروت) / ج 19 / 334 / باب 10 غزوة بدر الکبری..... ص: 202

جنگ جب شروع ہوئی تو اس وقت آپؐ نے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَضُدِي وَنَاصِرِي بِكَ أَحُلُّ وَبِكَ أَسِيرُ. [1]

پالنے والے تو میرا پشت پناہ ہے اور میرا مددگار ہے میں تیری خاطر جنگ کر رہا ہوں اور تیری خاطر اسیر کر رہا ہوں۔

جب جنگ میں ابوجہل کے قتل ہونے کی خبر آپ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قَدْ أَنْجَزْتَ مَا وَعَدْتَنِي فَتَمِّمْ عَلَيَّ نِعْمَتَكَ. [2]

پروردگارا تو نے اپنا وعدہ پورا کیا اب میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی نعمتیں مجھ پر تمام کر دے۔

جنگ خندق میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

ابوسعید خدری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ احزاب (خندق) کے دن جب مسلمانوں کیلئے معرکہ سخت ہوگیا تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کوئی دعا تعلیم فرمائیں تاکہ ہم اس کو پڑھتے رہیں کیونکہ ہمارے دل گلے تک آگئے ہیں اور ہماری جان لبوں پر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا [3]

خدایا اس بے سروسامانی کے عالم میں حفاظت فرما ہماری بے اطمینانی کو اطمینان میں بدل دے۔

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جنگ احزاب میں پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد احزاب میں

---

[1] الوفاء باحوال المصطفیٰ ج 2 ص 673

[2] بحار الانوار ج 19 ص 337

[3] السیرۃ النبویہ ابن کثیر ج 3 ص 213

داخل ہوئے (مسجد احزاب وہی مسجد ہے جو اس وقت مسجد رسول ﷺ کے نام سے مشہور ہے) آپؐ نے اپنی عبا زمین پر ڈال دی اور کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے آپ نے لشکر اسلام کی کامیابی کیلئے دعا کی، نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر نکلے دوسری مرتبہ پھر آپؐ نے آکر دعا کی اور نماز بھی پڑھی۔[1]

عبداللہ بن ابی آدفی فرماتے ہیں پیغمبر اکرم ﷺ جنگ احزاب میں یہ دعا پڑھ رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ مُنْزِلُ الْكِتَابِ سَرِيعُ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ.[2]

خدایا تو کتاب کا نازل کرنے والا اور بہت جلد حساب کرنے والا ہے اس احزاب کو فرار پر مجبور کر دے خدایا ان کو پسپا کر دے اور ان کے پاؤں کو متزلزل کر دے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں جنگ احزاب کی رات کو پیغمبر ﷺ نے یہ دعا کی:

يَا صَرِيخَ الْمَكْرُوبِينَ وَ يَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ وَ يَا كَاشِفَ غَمِّي اكْشِفْ عَنِّي غَمِّي وَهَمِّي وَ كَرْبِي فَإِنَّكَ تَعْلَمُ حَالِي وَحَالَ أَصْحَابِي وَاكْفِنِي هَوْلَ عَدُوِّي.[3]

اے کرب و مصیبت میں مبتلا افراد کی مدد کرنے والے، اے پریشان حال لوگوں کی دعا سننے والے، اے غم واندوہ کو برطرف کرنے والے، اے خدا تو میرے حال اور میرے لشکر والوں کے حال سے بخوبی واقف ہے مجھ کو دشمنوں کے خوف سے محفوظ رکھ۔

---

[1] المغوبیہ ج3 ص214

[2] السیر والمغوبیہ ج3 ص214 مجمع البیان ج8 ص345

[3] اصول کافی ج4 ص346 مطبوعہ دفتر فرہنگ اہلبیت علیہم السلام

جنگ خیبر میں جب آنحضرت ﷺ اپنا لشکر لے کر خیبر کے قلعوں کے پاس پہنچے اور اس کے مضبوط حصار کو دیکھا تو حکم دیا کہ لشکر کو یہیں روک دیا جائے اور پھر دعا کی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَمَا أَظْلَلْنَ، وَرَبَّ الْأَرَضِينَ وَمَا أَقْلَلْنَ، وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا أَذْرِينَ، فَإِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا. [1]

اے ساتوں آسمانوں اور ان چیزوں کے رب جن پر یہ آسمان اپنا سایہ ڈالتے ہیں اے ساتوں زمینوں اور ان چیزوں کے رب جو ان زمینوں پر موجود ہیں اے شیاطین اور ان کے رب جن کو یہ گمراہ کرتے ہیں اے ہواؤں اور ان چیزوں کے خدا جن کو ہوائیں پراگندہ کرتی ہیں میں تجھ سے اس قریہ کی خوبیوں کا طالب ہوں اور ان چیزوں کا طالب ہوں جو اس میں موجود ہیں اور اس قریہ نیز اس میں موجود چیزوں کے برائیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

بارش برسنے کیلئے دعا

کسی صحابی سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہم پر پیاس کا غلبہ ہوا اور ہم لوگوں نے پیغمبر ﷺ کے پاس پہنچ کر آپؐ سے پانی کا سوال کیا تو آپؐ نے دعا کیلئے اپنے ہاتھ کو بلند فرمایا تو اس وقت آسمان پر بادل نمایاں ہوئے اور برسات ہوگئی جس سے سب سیراب ہوگئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ایک دن پیغمبر ﷺ کی خدمت میں ایک وفد آیا اس نے شکایت کی کہ مسلسل کئی برسوں سے ہمارا شہر قحط کا شکار ہے، آپؐ دعا فرمائیں تاکہ بارش

[1] تاریخ التواریخ ج 2 ص 266

ہو جائے اور قحط کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر نصب کرنے اور تمام لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے آپ نے دعا کی اور لوگوں نے آمین کہا ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ جبرئیل نے آکر بتایا کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ فلاں دن ان کے یہاں بارش ہوگی اور پھر اس دن خدا کا وعدہ پورا ہوا[1]

وقت آخر کی دعا

23 سال تک اسلام کی نشر و اشاعت کرنے اور سختیاں جھیلنے کی بعد جب آپؐ بیمار ہوئے تو اس وقت بھی آپؐ دعا و مناجات کرتے رہے، آپؐ کی ایک بیوی کا بیان ہے کہ جب آپؐ کی رحلت کا وقت قریب آگیا تو آپؐ نے اپنے ہاتھ میں پانی لے کر چہرہ پر ملا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلىٰ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ.[2]

پالنے والے موت کی سختی دور کرنے میں میری مدد فرما۔

آخری لمحہ میں آپؐ کے منہ سے جو آخری جملہ نکلا وہ یہ تھا:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَ أَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ.[3]

پالنے والے مجھ کو بخش دے اور مجھ کو میرے دوست سے ملحق کر دے۔

خلاصہ درس

1) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص خاص مقامات پر دعا کرتے تھے مثلاً: مسجد میں داخل

---

[1] بحار الانوار ج 18 ص 22

[2] الوفا باحوال المصطفی ج 2 ص 776، 788

[3] الوفا باحوال المصطفی ج 2 ص 786، 788

ہوتے اور نکلتے وقت اور قبرستان سے گذرتے وقت آپؐ دعا کرتے تھے۔

2) خاص خاص دنوں میں جیسے رویت ہلال کے وقت، ماہ مبارک رمضان کے آنے پر، عرفہ کے دن، سال نو کی ابتدا میں اور جنگ کے وقت آپ دعائیں پڑھتے تھے۔

3) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے موقع پر ہر کام سے پہلے خدا سے مدد طلب فرماتے تھے۔

4) ایک صحابی کی روایت کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمان پیاسے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کیلئے دعا کی۔

5) زندگی کے آخری لحات میں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خالق کی بارگاہ میں دعا کی اور آخری کلام تھا: رب اغفر لی والحقنی بالرفیق

سوالات

1۔ اہل قبور کی زیارت کے وقت حضور نے کیا دعا کی؟

2۔ جنگ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں دعا کرتے تھے؟

3۔ جنگ بدر کے عمومی حملہ سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کون سی دعا پڑھی؟

4۔ جنگ خندق میں کون سی دعا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو تعلیم دی؟

5۔ رحلت کے وقت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری دعا پڑھی وہ کون سی دعا تھی؟

سترہواں سبق

حسن کلام

حکمت آمیز باتیں، مواعظ، دنیاوی اور دینی اوامر کے سلسلہ میں رسول خدا ﷺ کی حقائق پر مبنی گفتگو نیز پیام الٰہی کے ابلاغ اور جد وجہد سے بھرپور زندگی دیکھنے کی بعد یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے کلام میں کوئی ہنسی مزاق نہیں پایا جاتا، حالانکہ آپ کے اقوال خوش اخلاقی اور برادران دینی کو خوش کرنے والی باتوں پر مبنی ہیں اور آپ کا اخلاق ایسا تھا کہ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی اور چہرہ پر تبسم لیے ہوئے ملتے تھے۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا کلام حشو وزائد سے پاک تھا بعض موارد کو چھوڑ کر آپ کی ہنسی، مسکراہٹ سے آگے نہیں بڑھتی تھی، سکوت بھی طولانی اور فکر انگیز ہوتا تھا، اپنے اصحاب کو بھی آپ اکثر ان باتوں کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنْ عَلَامَاتِ الْفِقْهِ: الْحِلْمُ وَ الْعِلْمُ وَ الصَّمْتُ، إِنَّ الصَّمْتَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْحِكْمَةِ، إِنَّ الصَّمْتَ يُكْسِبُ الْمَحَبَّةَ وَ هُوَ دَلِيلٌ عَلَى الْخَيْرِ. [1]

دانا کی علامات میں سے بردباری، علم اور سکوت ہے سکوت حکمت کے ابواب میں سے ایک باب ہے بلاشبہ سکوت محبت پیدا کرتا ہے اور وہ ہر خیر کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ زندگی کو بہت بیش قیمت شے، سمجھتے تھے اسے خواہ مخواہ ہنسی مزاق کی باتوں میں گنوا دینا صحیح نہیں جانتے تھے آپ کی نظر میں کمالات معنوی تک پہنچنے کی راہ میں

---

[1] کافی ج3 ص174

زندگی کے کسی لمحہ کو بھی برباد کرنا جائز نہ تھا۔

آپ کی زیادہ تر کوشش یہ تھی کہ عمر کا زیادہ حصہ خدا کی عبادت میں گذرے اس کے باوجود آپؐ لوگوں سے خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ ملتے تھے، ہاں کچھ استثنائی مواقع ایسے تھے جہاں آپؐ کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں آتی تھی مثلاً جب آپ منکر یعنی بری باتوں کو دیکھتے تھے تو ایسے موقع پر ناراض ہو جاتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں نے اس سیرت کا مطالعہ کیا اور جو باتیں نقل ہو کر ہمارے لئے یادگار بن گئیں وہ ان سے مذکورہ بالا حقیقت کی عکاسی کرتی ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے:

أَتَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله أَوْصِنِي فَكَانَ فِيمَا أَوْصَاهُ أَنْ قَالَ الْقَ أَخَاكَ بِوَجْهٍ مُنْبَسِطٍ. [1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ آپؐ مجھے کچھ تعلیم فرمائیں، آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی روایتوں میں مومنین کو مسرور کرنے کی تعلیم موجود ہے آپس میں مومنین کو مسرور کرنے کی بہت سے ذرائع ہیں مثلاً تحفہ دینا، ان کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا خندہ پیشانی اور مزاح۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله مَنْ سَرَّ مُؤْمِناً فَقَدْ سَرَّنِي وَمَنْ سَرَّنِي فَقَدْ سَرَّ اللهَ. [2]

جو کسی مومن کو مسرور کرے اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے

---

[1] کافی ج 3 ص 161

[2] کافی ج 2 ص 271

اللہ کو خوش کیا۔

آپؐ کے کلام کی شیرینی اور اعلی اخلاق کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۞ [1]

خدا کی رحمت کے سبب آپؐ نے لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کی اگر آپؐ کرخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپؐ کے پاس تتر بتر ہو گئے ہوتے۔

امید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مومنین کیلئے نمونہ بنے گی اور برادران مومن آپس میں طنز آمیز گفتگو اور مخرب اخلاق لطیفوں سے گریز کریں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کا حسن اور جذابیت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیقی طور پر خوبصورت اور اخلاقی طور پر خوش گفتار تھے یہ اوصاف آپؐ کے اندر اس درجہ تک موجود تھے کہ کمال کے متلاشی دیدہ و دل آپؐ کی طرف کھینچے لگتے تھے یہ آپؐ کی شکل میں کوئی عیب تھا اور نہ آپؐ کے اخلاق میں کوئی کرختگی تھی، کم فہمی بھلائی کے لئے کھلے ہاتھ، خندہ پیشانی سے ملنے والے، بہت غور و فکر کرنے والے، چہرہ پر مسکراہٹ، زباں پر اچھی اچھی باتیں، سخاوت کے ساتھ، دیر میں غصہ کرنے والے، خوش خو، لطیف طبع اور تمام بری صفات سے مبرا تھے [2]

آپؐ کی گفتگو فصیح و بلیغ ہوا کرتی تھی جب آپؐ مزاح کی بات میں تبسم کے ساتھ باتیں کرتے تو انداز بہت ہی خوبصورت اور دل نشیں ہو جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام کی صفت

---

[1] آل عمران 159

[2] اقتباس از شرف النبی ص 64

میں لکھا گیا ہے:

بات کرنے میں آپؐ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور شیریں کلام تھے آپؐ خود فرماتے ہیں:

میں عرب کا فصیح ترین انسان ہوں، اہل بہشت محمد ﷺ کی زبان میں باتیں کرتے ہیں، آپؐ کم سخن اور نرم گفتار تھے جب بات کرتے تھے تو آپؐ زیادہ نہیں بولتے تھے آپؐ کی باتیں ایسی تھیں جیسے ایک رشتہ میں پروئے ہوئے موتی [1] کہا جاتا ہے کہ

سب سے کم لفظوں میں باتیں کرنے والے آپؐ ہی تھے یہ انداز جبرئیل آپؐ پر لے کر نازل ہوئے تھے، بہت ہی کم لفظوں میں آپؐ ساری باتیں کہہ جاتے تھے، افراط و تفریط سے مبرا بہت ہی جامع کلمات آپؐ کے دہن مبارک سے نکلتے، آپؐ دو باتوں کے درمیان رک جاتے تھے تاکہ سننے والے اسے یاد کرلیں آواز بلند تھی اس میں بہترین نغماہٹ شامل تھی، زیادہ تر خاموش رہتے تھے، ضرورت کے علاوہ باتیں نہیں کرتے تھے، کبھی زبان پر کوئی نازیبا بات نہیں آتی تھی، اور رضامندی اور ناراضگی دونوں ہی صورتوں میں حق کے علاوہ زبان پر کوئی لفظ نہیں آتا تھا۔

اگر کوئی برا کہے تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے اگر باتوں میں مجبوراً کوئی ایسی بات کہنی پڑتی جس کا بیان آپؐ کو پسند نہیں ہوتا تو اسے کنایہ میں کہہ ڈالتے تھے اور جب خاموش ہوتے تو ان کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ باتیں کرنے لگتے تو اس وقت اصحاب کے سامنے آپؐ کے چہرہ پر دوسرے افراد سے زیادہ تبسم ہوتا، آپؐ لوگوں کے ساتھ بہترین معاشرت رکھتے، کبھی اتنا ہنستے کہ آپؐ کے چھوٹے دانت ظاہر ہوجاتے اور آپ ﷺ کی اقتدا و تعظیم میں آپؐ کے اصحاب تبسم فرماتے تھے [2]

---

[1] ترجمہ احیاء العلوم ج 2 ص 105

[2] ترجمہ احیاء العلوم ج 2 ص 1057

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت خندہ پیشانی تھی مزاح کی ساتھ اس میں اور بھی اضافہ ہو جاتا تھا آپ اس حد تک مزاح فرماتے کہ کلام معیوب نہ ہو جائے، جب گفتگو میں عیب جوئی، غیبت، تہمت اور دوسری آفتیں بھی ہوں تو وہ گفتگو ناپسندیدہ اور عیب بن جاتی لیکن حضور کی ذات گرامی ان تمام عیوب سے پاک تھی۔

مزاح مگر حق

اسلامی تعلیم کے مطابق اگر مزاح میں تمسخر اور تحقیر ہو تو یہ ناپسندیدہ طریقہ ہے لیکن اگر کھیل تماشا ہو بلکہ حق کے قالب میں برادران دینی کو خوش کرنے کیلئے بات کہی جائے تو یہ پسندیدہ طریقہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزاح کی جو باتیں منقول ہیں وہ حقیقت سے خالی نہیں ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنِّي لَأَمْزَحُ وَلَا أَقُولُ إِلَّا حَقّاً. [1]

میں مزاح کرتا ہوں مگر حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا۔

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيَسُرُّ الرَّجُلَ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذَا رَآهُ مَغْمُوماً بِالْمُدَاعَبَةِ وَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الْمُعَبِّسَ فِي وَجْهِ إِخْوَانِهِ. [2]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب میں سے جب کسی کو غم زدہ پاتے تو اس کو مزاح کی

---

[1] مکارم الاخلاق ص 21

[2] سنن النبی ص 60

ذریعہ خوش کردیتے اور فرماتے تھے خدا کسی ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو اپنے بھائی سے ترش روئی سے پیش آئے۔

شہید ثانی کی کتاب کشف الریبہ میں ہے کہ حسین بن زید کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہم نے پوچھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاح کرتے تھے تو آپ نے فرمایا:

وَصَفَهُ اللهُ بِخُلُقٍ عَظِيمٍ فِي الْمُدَاعَبَةِ وَ أَنَّ اللهَ تَعَالَى بَعَثَ أَنْبِيَاءَهُ فَكَانَتْ فِيهِمْ كَزَازَةٌ وَ بَعَثَ مُحَمَّداً صلی اللہ علیہ وآلہ بِالرَّأْفَةِ وَ الرَّحْمَةِ وَ كَانَ مِنْ رَأْفَتِهِ لِأُمَّتِهِ مُدَاعَبَتُهُ لَهُمْ لِكَيْلَا يَبْلُغَ بِأَحَدٍ مِنْهُمُ التَّعْظِيمُ حَتَّى لَا يَنْظُرَ إِلَيْهِ [1]

خدا نے آپ کو خلق عظیم پر فائز کیا، خدا نے اپنے پیغمبروں کو مبعوث کیا حالانکہ ان کے اخلاق میں سنجیدگی تھی اور محمد کو اللہ نے مہربانی اور رحمت کے ساتھ مبعوث کیا آپ کی مہربانی میں سے اپنی امت کے ساتھ مزاح بھی تھا کہ ایسا نہ ہو کر ان کیلئے عظمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ ان کی طرف نگاہ بھی نہ کر سکتے ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے ائمہ معصومین علیہم السلام بھی اپنے اصحاب کو مزاح کرنے اور اپنے دینی بھائیوں کو مسرور کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔

عَنْ يُونُسَ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ علیہ السلام كَيْفَ مُدَاعَبَةُ بَعْضِكُمْ بَعْضاً قُلْتُ قَلِيلٌ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا فَإِنَّ الْمُدَاعَبَةَ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَ إِنَّكَ لَتُدْخِلُ بِهَا السُّرُورَ عَلَى أَخِيكَ وَ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ يُدَاعِبُ الرَّجُلَ يُرِيدُ أَنْ يَسُرَّهُ. [2]

یونس شیبانی نے بتایا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم لوگ آپس

---

[1] سنن النبی ص 61

[2] بحار الانوار ج 16 ص 298

میں ایک دوسرے سے مزاح کرتے ہو؟ میں نے کہا بہت کم آپؑ نے فرمایا کم کیوں؟ مزاح تو حسن اخلاق ہے کہ جس کے ذریعہ تم اپنے بھائی کو مسرور کر سکتے ہو رسول خدا ﷺ بھی مسرور کرنے کیلئے مزاح فرماتے تھے۔

مومنین کو مسرور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب وہ غمگین ہوں تو ان سے مزاح کیا جائے روایات میں اس بات کی نصیحت وجود ہے کہ اپنے مومن بھائیوں کو خوش کرو۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

تَبَسُّمُ الرَّجُلِ فِي وَجْهِ أَخِيهِ حَسَنَةٌ وَصَرْفُ الْقَذَى عَنْهُ حَسَنَةٌ وَمَا عُبِدَ اللهُ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِدْخَالِ السُّرُورِ عَلَى الْمُؤْمِنِ. [1]

برادر مومن سے مسکرا کر ملنا نیکی ہے اور اس کے سامنے خس وخاشاک ہٹا دینا بھی نیکی ہے ،خداوند عالم کے نزدیک جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہے وہ مومن کو مسرور کرنا ہے۔

رسول خدا ﷺ کی مزاح کے نمونے

رسول خدا ﷺ کبھی لطیف مزاح اور خوبصورت تشبیہ کے ذریعہ لوگوں کو مسرور کر دیا کرتے تھے مندرجہ ذیل واقعات اصحاب کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے مزاح اور پیغمبر کے ساتھ اصحاب کے مزاح پر مشتمل ہیں۔

1۔ انجشہ رسول خدا ﷺ کے خادم تھے آپؐ کی زوجہ کے اونٹ کیلئے حدی خوانی کرتے تھے، رسول خدا ﷺ نے ان سے فرمایا: اے انجشہ! نگینوں کا خیال رکھو [2]

(حدی خوانی سے اونٹ صحرا میں تیزی سے دوڑنے لگتے ہیں اس جملہ میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ عورتیں نازک اور کمزور ہوتی ہیں اونٹ کی تیز رفتاری سے ممکن ہے

---

[1] اصول کافی ج 3 ص 271

[2] بحار الانوار ج 16 ص 294

ڈر کر عورتیں اونٹوں سے گر پڑیں اور آبگینوں کی طرح ٹوٹ جائیں یہ تشبیہ اپنی جگہ پر بڑا ہی لطیف مزاح ہے)۔

2۔ کسی سفر میں ایک سیاہ فام حبشی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، جو تھک جاتا تھا وہ اپنا تھوڑا بوجھ اس کے کاندے پر رکھ دیتا تھا غلام کے کاندھوں پر زیادہ بوجھ ہو گیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کے پاس سے گذرا ہوا تو آپؐ نے فرمایا: تم کشتی بن گئے ہو پھر اسے آزاد کر دیا۔ [1]

3۔ ایک بچے سے آپؐ نے فرمایا: اے دو کانوں والے فراموش نہ کرنا [2]

4۔ روایت ہے کہ ایک دن ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے اپنے شوہر کا نام لیا۔

آپؐ نے فرمایا تیرا شوہر وہی تو ہے جس کی دونوں آنکھوں میں سفیدہ ہے اس عورت نے کہا نہیں ان کی آنکھوں میں سفیدہ نہیں ہے، وہ عورت جب گھر لوٹی تو اس نے اپنے شوہر کو یہ واقعہ سنایا مرد نے کہا تم نے نہیں دیکھا کہ میری آنکھوں کا سفیدہ سیاہی سے زیادہ ہے [3]

5۔ انصار کی ایک بوڑھی عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ آپؐ میری جنتی ہونے کی دعا فرمادیں۔

آپؐ نے فرمایا بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، وہ عورت رونے لگی آپؐ نے ہنس کر فرمایا کہ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا۔

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا [4]

---

[1] بحار الانوار ج 16 ص 294

[2] بحار الانوار ج 16 ص 294

[3] بحار الانوار ج 16 ص 294

[4] بحار الانوار ج 16 ص 295

ہم نے ان کو پیدا کیا اور ہم نے ان عورتوں کو باکرہ بنایا ہے۔

آپ کا مطلب یہ تھا کہ بوڑھی عورتیں جوان بن کر بہشت میں داخل ہوں گی۔

6۔قبیلہ اشجع کی ایک بوڑھی عورت سے آپؐ نے فرمایا: بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، بلال نے اس عورت کو روتے ہوئے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا، آپؐ نے فرمایا سیاہ فام بھی نہیں جائیگا بلال بھی رونے لگے، ادھر سے پیغمبر کے چچا جناب عباس کا گذرا ہوا، انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے رونے کا ماجرا بیان کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بوڑھا جنت میں نہیں جائیگا، پھر آپؐ نے ان کی دلجوئی کیلئے ان کو قریب بلا کر کہا بوڑھی عورت اور بوڑھے مرد کو جوان اور سیاہ فام کو نورانی شکل والا بنا کر جنت میں داخل کیا جائیگا [1]

اصحابؓ کا مزاح

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی بنا پر اصحاب آپؐ کے سامنے مزاح کرتے تھے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں بیجا اور ناپسندیدہ مزاح سے پرہیز کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ان کے کلام کی شیرینی سے اصحاب ہنسنے لگتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تبسم فرماتے تھے۔

1۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب کے ساتھ بیٹھے خرما تناول فرما رہے تھے اتنے میں جناب صہیب تشریف لائے صہیب کی آنکھیں دکھ رہی تھی اس لئے انہوں نے ان کو کسی چیز سے ڈھک رکھا تھا، صہیب بھی خرما کھانے لگے،

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صہیب تمہاری آنکھیں دکھ رہی ہیں پھر بھی تم میٹھا

---

[1] بحار الانوار ج16 ص295

کھا رہے ہو؟

صہیب نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس طرف سے کھا رہا ہوں جدھر درد نہیں ہے [1]

2۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعراب (دیہاتیوں) سے مزاح کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ ابوہریرہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک کو گروی رکھ کر خرمے لے لئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سامنے بیٹھ کر اس خرمے کو کھانے لگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ابوہریرہ تم کیا کھا رہے ہو؟

اس نے عرض کی: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا [2]

3۔ نعمان بہت ہی بذلہ سنج تھے ایک دن نعمان نے دیکھا کہ ایک عرب شہد کا چھتہ بیچ رہا ہے نعمان نے اس کو خرید لیا اور عائشہ کے گھر لے کر پہنچے اس وقت عائشہ کی باری تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا کہ نعمان تحفہ لائے ہیں۔

نعمان شہد دے کر چلے گئے اور وہ اعرابی دروازہ پر کھڑا انتظار کرتا رہا، جب بہت دیر ہوگئی تو اس نے آواز دیدی کہ اے گھر والو اگر پیسے نہ ہوں تو میرا شہد واپس کردو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے اور آپ نے شہد کی قیمت ادا کردی،

پھر نعمان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟

اس نے جواب دیا: میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد بہت مرغوب ہے اور اعرابی کے پاس شہد بھی موجود ہے اس لئے میں نے شہد لے لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسنے لگے اور

---

[1] شرف النبی ص 84

[2] بحار الانوار ج 16 ص 296۔

آپؐ نے کچھ نہیں کہا[1]

4۔ ایک دن رسول خدا ﷺ اور حضرت امیر المومنین ؑ ساتھ بیٹھے ہوئے خرمہ کھا رہے تھے رسول خدا ﷺ خرمہ کھالیتے اور اس کی گٹھلی آرام سے حضرت علی کے آگے رکھ دیے تھے جب خرمہ ختم ہوا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس کے سامنے گٹھلیاں زیادہ ہیں اس نے زیادہ خرمہ کھایا ہے، حضرت علی ؑ نے فرمایا جو خرمہ مع گٹھلی کے کھا گیا اس نے زیادہ کھایا ہے علی ؑ کی بات کو سن کر آنحضرت ﷺ مسکرانے لگے اس کے بعد آپؐ نے علی کو ہزار درہم انعام دیے کا حکم دیا[2]

مذکورہ مزاح کے نمونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ

☆ آنحضرت ﷺ کے مزاح کے دامن میں عزت کلام محفوظ رہتی ہے۔

☆ آپ کی گفتگو سے نہ کسی کا استہزاء ہوتا اور نہ کسی کی تحقیر۔

☆ آپ کی ہنسی، بہت کم مواقع کو چھوڑ کر تبسم کی حد سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔

☆ مومنین کو مسرور کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ مزاح فرماتے تھے۔

غرضیکہ مومنین کو مسرور کرنے کی کوشش، خندہ پیشانی، تبسم اور مزاح سیرت رسولؐ ہے لیکن اس بات کا دھیان رہے کہ اس میں نہ کسی کا مذاق اڑایا جائے اور نہ کسی کی تذلیل و تحقیر کی جائے۔

خلاصہ درس

1) آنحضرت ﷺ کے اقوال میں خوش اخلاقی، خندہ پیشانی، مومنین کو مسرور

[1] بحار الانوار ج16 ص296

[2] کتاب الخزائن ص325 احمد نراقی

کرنے نیز آپؐ کے اخلاق میں متبسم چہرہ کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔

2) قرآن کریم اخلاق پیغمبر کی خبر دیتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ خدا کی رحمت سے آپ نے مومنین کے ساتھ نرمی اختیار کی اگر آپؐ کرخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپؐ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

3) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام بہت ہی فصیح بلیغ ہوتا تھا اور جب مزاح کے قالب میں تبسم کیساتھ آپؐ گفتگو فرماتے تو کلام اور بھی زیادہ خوبصورت ہو جاتا تھا۔

4) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاح فرماتے تھے لیکن اس بات کی رعایت رکھتے تھے کہ گفتگو معیوب اور حقیقت سے عاری نہ ہو جائے۔

5) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے ائمہ معصومین علیہم السلام بھی اپنے اصحاب کو مزاح اور بذلہ سنجی کی ذریعہ اپنے دینی بھائیوں کو مسرور کرنے کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔

سوالات

1۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ اخلاق کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے؟

2۔ لوگوں سے ملتے اور باتیں کرتے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا انداز ہوتا تھا؟

3۔ آپ کس طرح کا مزاح کرتے تھے؟

4۔ مزاح کی اہمیت بیان کیجئے؟

5۔ اصحاب کیساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح کا ایک نمونہ بیان کیجئے؟

اٹھارہواں سبق

تواضع

لغت میں تواضع کے معنی فروتنی اور کسر نفسی کے ہیں۔ [1]

علمائے اخلاق کے نزدیک تکبر کی ضد اور ایسی کسر نفسی (منکر المزاجی) کو تواضع کہتے ہیں جس کی بنا پر انسان دوسروں پر فوقیت اور خصوصیت کا اظہار نہیں کرتا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ مکمل طور فروتنی اور تواضع کے زیور سے آراستہ تھے، خدا کی بھیجے ہوئے انبیاء کی تواضع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے جلال و جبروت کو دیکھ کر لوگ۔ ان سے وحشت محسوس نہ کریں بلکہ خدا کی خاطر ان پر ایمان لائیں۔

اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر انبیاء کے پاس بہت زیادہ قوت وطاقت اور شان وشوکت اور حکومت ہوتی تو ان کے سامنے لوگوں کے سر جھک جاتے ان کے دیدار کیلئے لوگ دور ودراز سے سفر کر کے ان کے پاس آتے، یہ بات پیغام کی قبولیت کیلئے بڑی آسانی فراہم کرتی در ان میں خود پسندی ختم ہو جاتی، خوف کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لاتے یا دولت وثروت کی لالچ میں ان کی طرف متوجہ ہوتے لیکن، خدا نے چاہا کہ پیغمبروں کی پیروی ان کی کتاب پر یقین، ان کے فرمان کا اجراء اور ان کی اطاعت خود انہیں سے مخصوص ہو اور اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو۔ [2]

انبیاء کرام کے درمیان رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور ایک زمانہ میں حکومت الٰہی آپؐ کے پاس تھی کہ جسے آپ نے خود تشکیل دیا تھا اس کے باوجود تواضع اور انکساری کا یہ

---

[1] فرہنگ دہخدا مادہ تواضع

[2] نہج البلاغہ۔ فیض۔ خ 234 فراز 26

عالم تھا کہ کہیں سے کبر و غرور کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام حضور نبی اکرم ﷺ کے تواضع اور انکساری کو بیان فرماتے ہیں: پیغمبر اکرم ﷺ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اپنے ہاتھوں سے اپنے جوتے ٹانکتے اور کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے، چوپائے کی ننگی پیٹھ پر سواری کرتے اور اپنے ساتھ سواری پر دوسروں کو بھی سوار کرتے تھے۔ [1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ ہم کو اپنا کردار سنوارنے میں مدد دیتا ہے، امید ہے کہ یہ تحریر اس راستہ میں ایک اچھا قدم ثابت ہوگی۔

یہ بھی یاد دینا ضروری کہ پیغمبر ﷺ کی تواضع اور انکسار کے سلسلے میں اس باب میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے وہ ایک بڑے ذخیرہ کا بہت تھوڑا حصہ ہے، ورنہ آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی انکساری اور فروتنی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

بادشاہ نہیں، پیغمبر

رسول خدا ﷺ کی ایک بہت ہی واضح صفت انکساری اور فروتنی کی صفت ہے، مختلف حالات میں معاشرہ کے مختلف طبقہ کے افراد کیساتھ اس صفت کا مظاہرہ نظر آتا ہے شروع میں آپؐ نے اصحاب کو یہ درس دیا کہ آپؐ کے ساتھ حاکموں اور فرمان رواؤں جیسا برتاؤ نہ کریں، جیسا کہ اس شخص سے آپؐ نے فرمایا جو آپؐ کے قریب آکر سہما ہوا تھا:

هَوِّنْ عَلَيْكَ فَلَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدَّ. [2]

ذرا سنبھل جاو (ڈرو نہیں) میں بادشاہ نہیں ہوں میں اس عورت کا بیٹا ہوں جو خشک

---

[1] نہج البلاغہ۔فیض۔خ159 فراز 22

[2] محجۃ البیضاءج6ص276

کیا ہو گوشت کھائی تھی۔

آپؐ کے اصحاب آپؐ کو بہت دوست رکھتے تھے اس کا باوجود آپؐ کی تربیت کے زیر اثر وہ جب آپؐ کو دیکھتے تھے تو (اگر بیٹھے ہوتے تو) کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ اس عمل سے آپ خوش نہیں ہوتے۔ [1]

جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ابوایوب کا مکان دو منزلہ تھا ابوایوب نے احتراماً یہ چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر والے طبقہ میں قیام فرمائیں لیکن آپؐ نے قبول نہیں کیا اور ارشاد فرمایا: جو مجھ سے یہاں ملنے آئیگا ان کیلئے نیچے کا طبقہ زیادہ بہتر رہے گا۔ [2]

اس طرح کے سلوک کا یہ اثر ہوا کہ لوگ اپنی تمام مشکلات کے حل کیلئے آپ تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ زندگی کے عام معاملات میں بھی آپؐ سے مشورہ کیا جاتا تھا۔

ایک دیہاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چند اونٹ لایا ہوں ان کو بیچنا چاہتا ہوں، لیکن بازار کا بھاؤ نہیں معلوم اس لئے ڈر لگتا ہے کہ لوگ کہیں دھوکہ نہ دیدیں، آپؐ نے فرمایا: کہ تم اپنے اونٹوں کو میرے پاس لاکر ایک ایک اونٹ کو دکھاو، اس طرح آپؐ نے اونٹوں کو دیکھ کر ہر ایک کی قیمت بتادی، اعرابی نے بازار جاکر اسی قیمت پر اونٹ فروخت کردئے پھر آپ کی خدمت میں پہنچ کر اس نے کہا آپؐ نے میری رہنمائی کی، نتیجہ میں جتنا چاہتا تھا اس سے بھی زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔ [3]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکسار اور تواضع نے لوگوں کو آپؐ سے اتنا نزدیک کردیا تھا

---

[1] مکارم الاخلاق ص16 طبع بیروت

[2] بحار الانوار ج19 ص109

[3] شرف النبی ص75

کہ اصحاب اپنے بچوں کو آپؐ کی خدمت میں لے کر آتے اور کہتے کہ ان کے لئے دعا فرمادیں یا ان کا نام رکھدیں، آپؐ بچوں کو ان کے گھر والوں کے احترام میں اپنی گود میں بٹھا لیتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامت تر کر دیتا تا لوگ متوجہ ہونے کے بعد زور سے چلانے لگتے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ بچے کو نہ ڈراؤ، دعا کر دینے یا نام رکھ دینے کے بعد بچہ کے عزیز واقربا اس بات پر خوش ہو جاتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا: جب وہ لوگ چلے جاتے تو آپؐ اپنا پیراہن دھو ڈالتے۔[1]

بشریت کی نگاہوں نے تواضع کا ایسا نمونہ کبھی نہیں دیکھا اگر یہ منظر کہیں نظر آیا تو وہ انبیاء یا جانشینان انبیاء علیہم السلام ہی کے یہاں، ان مقدس ہستیوں نے اپنے اصحاب کو تواضع کا صحیح سلیقہ سکھایا اور ذلت میں ڈالنے والی باتوں سے منع فرمایا:

منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی سواری پر سوار ہوتے تو کسی کو پیدل چلنے کی اجازت نہ دیتے اس کو اپنی سواری پر سوار کر لیتے، اگر کوئی شخص سوار نہیں ہوتا تو فرماتے: تم آگے جاؤ پھر جہاں چاہنا مجھ سے آ کر مل جانا۔[2]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اصحاب کے قریب سے کسی سواری پر سوار ہو کر گذر رہے تھے کچھ لوگ آپؐ کے پیچھے پیچھے پیدل چلنے لگے، آپؐ نے پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں لیکن ہمیں آپ کیساتھ چلنا اچھا لگتا ہے، آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ اس لئے کہ سوار کیساتھ پیدل چلنے سے سوار کے اندر تکبر پیدا ہوتا ہے اور پیدل چلنے والے کیلئے یہ ذلت کا باعث ہے۔[3]

---

[1] مکارم الاخلاق ص25

[2] مکارم الاخلاق ص22

[3] بحار الانوار ج41 ص55

اصحاب کے ساتھ تواضع

جو اصحاب کسی پوشیدہ خزانہ کی طرح انجانی جگہوں پر پڑے ہوئے تھے پیغمبر ﷺ کی تواضع سے وہ شمع نبوت کے پروانے بن گئے اور آپؐ نے ان کو جاودانہ معنویت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ غریبوں، غلاموں اور ستم رسیدہ افراد کو آپؐ نے ایسا مومن بنا دیا جو راہ اسلام میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کیلئے تیار تھے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کا بندہ کہتے تھے اور اس پر فخر و مباہات کرتے تھے اسی وجہ سے آپؐ غلاموں کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بدزبان عورت کا آنحضرت ﷺ کے قریب سے گذر ہوا جبکہ آپؐ کچھ غلاموں کے ساتھ بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے، عورت نے کہا

اے پیغمبر ﷺ آپ غلاموں کی طرح کھانا کھاتے ہیں اور غلاموں کی طرح بیٹھے ہیں رسول خدا ﷺ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر کون سا غلام مجھ سے بڑا غلام ہے؟ اس عورت نے کہا پھر آپ اپنے کھانے میں سے ایک لقمہ مجھ کو دیں، پیغمبر ﷺ نے ایک لقمہ اسے دیا اس عورت نے کہا نہیں آپؐ اپنا جھوٹا مجھ کو عنایت فرمائیں، آپؐ نے اپنا جھوٹا ایک لقمہ اسے دیدیا، اس عورت نے لقمہ کھالیا امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تک وہ عورت زندہ رہی کبھی مرض میں مبتلا نہیں ہوئی۔ [1]

اصحاب کے ساتھ پیغمبر ﷺ کی نشست کے بارے میں منقول ہے کہ آپؐ اپنے اصحاب کے درمیان جب بیٹھے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ ان ہی میں سے ایک ہیں اگر کوئی

---

[1] مکارم الاخلاق ص 16

انجان آدمی آجاتا تو وہ پوچھے بغیر نہیں سمجھ سکتا تھا کہ رسول خدا ﷺ کون ہیں، اصحاب نے آپؐ کیلئے ایک ایسی جگہ کا بندوبست کرنا چاہا کہ آنے والے انجان افراد اس کی وجہ سے آپ کو پہچان لیں پھر ان لوگوں نے مٹی کی ایک اونچی جگہ بنائی اور آپؐ اس پر بیٹھنے لگے۔ [1]

یہی مٹی کا چھوٹا سا چبوترہ تھا جس نے محل میں بیٹھنے والے بادشاہوں کو ہلا دیا اور یہ متواضعانہ اور سادہ بزم تھی جس نے ایک دن دنیا کی تصویر بدل دی۔

اصحاب کیساتھ گفتگو کا انداز:

اصحاب کے ساتھ بات کرتے وقت ان کو بھی گفتگو کرنے اور اظہار نظر کی اجازت دیتے تھے۔ اگر کبھی بزم میں ان میں سے کوئی بات چھیڑتا تو آپؐ سلسلہ کو منقطع نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا ساتھ دیتے تھے۔

اصحاب کا دل رکھنے اور ان کی تواضع کے لئے اگر کسی نشست میں آخرت کا ذکر ہوتا تو آپؐ اس میں شرکت فرماتے اور اگر کھانے پینے کا ذکر چھڑ جاتا تو آپؐ اس میں بھی شریک ہوجاتے تھے، اگر دنیا کا ذکر ہوتا تو آپؐ اس بحث میں بھی شامل ہوجاتے۔ کبھی اصحاب زمانہ جاہلیت کا شعر پڑھتے اور کسی چیز کو یاد کرکے ہنستے، تو آپ بھی تبسم فرماتے اور لوگوں کو حرام باتوں کے علاوہ کسی چیز سے منع نہیں کرتے تھے۔ [2]

فروتنی کے ساتھ ساتھ آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ شفقت و محبت بھی فرماتے تھے، جب آپؐ اپنے اصحاب کے پاس پہنچتے تو جس طرح معمول کے مطابق شفقت و محبت کی جاتی

---

[1] محجۃ البیضاء ج 6 ص 151

[2] محجۃ البیضاء ج 4 ص 152

ہے اسی طرح آپؐ ان کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے۔

بچوں کے ساتھ تواضع کے ساتھ برتاؤ

بچے مستقبل کے معاشرہ کے معمار ہوتے ہیں لیکن عام طور پر اپنی کم سنی کی وجہ سے بزرگوں کی نظروں سے دور رہتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ان پر حقارت کی نظر ڈالے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ کہ ان کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ ان کے ساتھ تواضع کا برتاؤ کرتے، ان کو اھمیت دیتے اور ان کا احترام کرتے تھے۔

روایت ہے کہ جب رسول خدا ﷺ انصار کے بچوں کو دیکھتے تو ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے انہیں سلام کرتے اور انکے لئے دعا فرماتے تھے۔[1]

ایک دن آپؐ کچھ بچوں کے پاس گئے ان کو سلام کیا اور ان کے درمیان غذائیں تقسیم کیں۔[2]

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ طریقہ تھا کہ جب مسافر لوٹ کر وطن آتے تھے تو اس وقت ان کے استقبال کو بچے آتے تھے، آنحضرت ﷺ ان بچوں کے ساتھ بہت تواضع سے ملتے اور ان پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔

جب رسول خدا ﷺ سفر سے واپس لوٹتے اور بچے آپ کا استقبال کرنے کیلئے آتے، تو آپ فرماتے کہ ان کو سوار کرلو کچھ بچوں کو چوپائے کے اگلے حصہ پر اور کچھ کو پچھلے حصہ پر سوار کرلیتے اور کچھ بچوں کیلئے اپنے اصحاب سے فرماتے کہ تم ان کو سوار کرلو اس کے بعد بچے ایکدوسرے پر فخر کرتے تھے بعض بچے کہتے تھے کہ مجھ کو رسول خدا ﷺ نے سوار کیا تھا اور تم

---

[1] شرف النبی ص 65

[2] مکارم الاخلاق ص 16

کو اصحاب نے سوار کیا تھا۔[1]

زندگی کے تمام امور میں فروتنی

سادہ بے داغ صداقت پر مبنی، ظاہر داری سے پاک، رسول خدا ﷺ کی زندگی ایک آزاد اور متواضع انسان کی زندگی تھی، گھر اور گھر سے باہر معاشرہ کے مختلف طبقوں کے ساتھ آپؐ کی زاہدانہ اور تکلف سے پاک زندگی آپؐ کے انکسار اور فروتنی کی داستان بیان کرتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کی عبا بستر کا کام اور تکیہ کی جگہ ایک کپڑے میں خرمے کی چھال بھری ہوتی تھی، ایک رات لوگوں نے اس بستر کو دوہرا کر دیا تو آپؐ نے فرمایا: کہ کل رات کی بستر نماز شب کیلئے اٹھنے سے مانع تھا، پھر آپؐ نے حکم دیا کہ ایک بستر سے زیادہ بستر نہ بچھایا جائے۔[2]

آپؐ کے پاس کھال کا ایک بستر تھا جس میں خرمہ کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک عبا تھی جب آپ کہیں دوسری جگہ جاتے تو عبا دوہری کر کے بچھا لیتے، بیٹھنے کیلئے بھی خرمہ کی چھال سے بھری ہوئی ایک کھال بچھا دی جاتی اسی پر بیٹھتے تھے اور ایک فدک کی چادر تھی اسی کو اپنے جسم پر لپیٹ لیتے تھے ایک تولیہ نما مصری چادر اور بالوں سے بنا ہوا ایک فرش بھی تھا جس پر آپؐ بیٹھتے اور کبھی کبھی اسی پر نماز بھی پڑھتے تھے۔[3]

آپؐ کی ایک زوجہ فرماتی ہیں کہ سماجی کاموں سے فرصت پانے کے بعد آپؐ اپنا کپڑا سیتے، اپنی جوتیاں ٹانکتے اور جو کام گھروں میں مرد کیا کرتے ہیں وہ سارے کام اپنے ہاتھ سے

---

[1] شرف النبی ص 85

[2] مکارم الاخلاق ص 38

[3] مکارم الاخلاق ص 38

انجام دیتے تھے نیز فرماتی ہیں کہ ہر کام سے زیادہ آپ کو خیاطی پسند تھی۔ [1]

ذاتی کاموں میں مدد نہ لینا

رسول خدا ﷺ کا اپنے ذاتی کاموں کو انجام دینا آپ کی متواضع شخصیت کے کمال کی علامت ہے ذاتی کاموں کے انجام دینے میں آنحضرت ﷺ کا اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز نہ سمجھنا بذات خود آپ کی ذات کو خصوصی امتیاز دیتا ہے۔

آپؐ اپنے کپڑے میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے۔ جوتے ٹانکتے، گھر کا دروازہ کھولتے بھیڑوں اور اونٹ کا دودھ دوہتے۔ اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھتے۔ خادم جب آٹا پیستے ہوئے تھک جاتا تو اس مدد کرتے۔ نماز شب کیلئے وضو کرنے کی غرض سے خود پانی لاتے گھر کے کاموں میں بیوی کی مدد کرتے اور گوشت کے ٹکڑے کاٹتے۔ [2]

اپنے کاموں کو اپنے ہاتھوں سے اس طرح انجام دیتے تھے کہ اصحاب اگر مدد کرنے کی بھی کوشش کرتے تو منع دیتے تھے۔

ایک سفر میں آپ نماز کیلئے اپنی سواری سے اترے، نماز کی جگہ پر کھڑے ہونے کے بعد آپؐ پھر پلٹ گئے اصحاب نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے اونٹ کے پیر نہیں باندھے تھے میں نے چاہا کہ اس کے پیر باندھ دوں اصحاب نے کہا کہ یہ کام ہم کئے دیتے ہیں آپؐ نے فرمایا: یہ اچھی بات نہیں ہے کہ کوئی اپنا ذاتی کام دوسروں سے کرائے، چاہے وہ مسواک کیلئے ایک لکڑی ہی لانے کا کام کیوں نہ ہو۔ [3]

---

[1] مکارم الاخلاق ص 17

[2] بحار الانوار ج 16 ص 227

[3] شرف النبی ص 75 عبارت میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انکساری کے دوسرے نمونے

آپؐ کے اندر تواضع کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اس وجہ سے آپؐ کی زندگی کے تمام شعبوں میں فروتنی کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔

لباس کے بارے میں منقول ہے:

آپؐ لمبا لباس (شملہ) پہنتے تھے، ایک ہی کپڑے سے قمیص اور شلوار بناتے تھے۔ یہ کپڑا آپؐ کے جسم پر بہت زیب دیتا تھا اور کبھی وہی لمبا لباس (شملہ) پہن کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ [1]

آپؐ کے معنوی قدوقامت کیلئے مہنگا اور طرح طرح کے رنگ برنگ کپڑے زیبا نہ تھے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی رنگینوں کی حقیقت سے واقف تھے اور اسے ٹھکرا چکے تھے۔

آپؐ کے تواضع اور انکسار میں یہ بات بھی داخل تھی کہ آپؐ مریض کی عیادت کیلئے جاتے، تشییع جنازہ میں شرکت کرتے، غلاموں کی دعوت کو قبول کرتے اور گدھے پر سوار ہوتے۔ [2]

تاریخ گواہ ہے کہ آپؐ کے انکسار اور تواضع کی وجہ سے آپؐ کی ہیبت اور شان و شوکت میں کوئی کمی نہیں واقع ہوئی بلکہ یہی انکساری سربلندی اور عزت کا ذریعہ بن گئی، تھوڑی ہی مدت میں آپؐ کی شہرت دنیا میں پھیل گئی اور آج گلدستہ اذان سے وحدانیت کی شہادت کے

---

[1] ترجمہ مکارم اخلاق ص 69 مطبوعہ بیروت

[2] مکارم اخلاق ص 15

ساتھ ساتھ رسول ﷺ کی رسالت کا اعلان بھی دنیا میں گونج رہا ہے۔

تواضع کے بارے میں آپ ہی کے ایک قول پر میں اپنی گفتگو تمام کرتے ہیں۔

طُوبَیٰ لِمَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ (عَزَّ وَ جَلَّ) فِي غَيْرِ مَنْقَصَةٍ، وَ أَذَلَّ نَفْسَهُ فِي غَيْرِ مَسْكَنَةٍ، وَ أَنْفَقَ مَالًا جَمَعَهُ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ، وَ رَحِمَ أَهْلَ الذُّلِّ وَ الْمَسْكَنَةِ، وَ خَالَطَ أَهْلَ الْفِقْهِ وَ الْحِكْمَةِ [1]

بڑا خوش نصیب ہے وہ شخص جو فقر اور بیچارگی کے علاوہ خدا کی خاطر تواضع کرے اپنے نفس کو مسکینی کے علاوہ ذلیل کرے اور اس مال کو خرچ کرے جس کو گناہوں سے جمع نہیں کیا ہے اور ٹھکرائے ہوئے لوگوں پر رحم کرے اور اہل حکمت و دانش کے ساتھ زندگی گزارے۔

خلاصہ درس

1) لغت میں تواضع کے معنی فروتنی اور انکسار کے ہیں اور علمائے اخلاق کی اصطلاح میں تکبر کی مخالف ایک صفت ہے اور ایسی کسر نفسی کہ جس میں انسان دوسروں پر اپنی فضیلت وفوقیت نہ جتائے۔

2) فروتنی کے زیور سے تمام انبیاء آراستہ تھے۔ ان کے تواضع سے پیش آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے جلال و جبروت اور عظیم مقام سے خوف کی بنا پر لوگ ایمان نہ لائیں بلکہ خدا کی خاطر ایمان قبول کریں۔

3) فروتنی، اور انکساری پیغمبر ﷺ کی وہ نمایاں صفت تھی جو زندگی کے مختلف حالات میں اور معاشرہ کے دوسرے مختلف طبقات سے میل جول کے وقت لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتی تھی۔

---

[1] جامع السعادات ج 1 ص 395 طبع بیروت

4) غریبوں، غلاموں اور مظلوموں کیساتھ رہ کر آپؐ نے ان کی ایسی تربیت کی کہ وہ اسلام کے راستہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کردینے پر تیار تھے۔

5) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ بھی تواضع سے پیش آتے تھے ان کو اہمیت دیتے اور ان کا احترام کرتے تھے۔

6) آپؐ کی سادہ، پاکیزہ، سچی اور ظاہرداری سے مبرا زندگی آپ کے آزاد اور منکسر رویہ کی زندہ دلیل ہے۔

سوالات

1۔ تواضع کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیجئے؟

2۔ انبیائے خدا کیوں تواضع فرماتے تھے؟

3۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع کو امیر المومنین کی روایت کی روشنی میں بیان کیجئے؟

4۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تواضع کی ایک مثال پیش کیجئے؟

5۔ بچوں کے ساتھ حضور کا کیا سلوک تھا؟

انیسواں سبق

پاکیزگی اور آرائش

اسلامی تہذیب میں جسم کو آلودگی سے پاک وپاکیزہ رکھنا، روح کو پلیدگی سے بچانے اور نفس کو آب توبہ سے دھونے کے برابر اہمیت حاصل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ. [1]

بیشک خدا بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاک وپاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

چونکہ متطہرین سے مراد طہارت معنوی اور ظاہری دونوں طہارتوں کے حامل افراد ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام سے بہت سی روایتوں میں صفائی، اپنے کو آراستہ کرنے اور ان باتوں کو روح کی شادابی اور جسم کی سلامتی سے مربوط قرار دیا گیا ہے، اس سے اسلام کی نظر میں طہارت کی اہمیت اور قدر وقیمت ظاہر ہوتی ہے نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ طہارت کا انسانی زندگی کو سنوارنے میں کیا اثر ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حوالے سے چند فرامین کا انتخاب کیا گیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ الْإِسْلَامَ نَظِيفٌ فتنظفوا فَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَظِيفٌ. [2]

---

[1] بقرہ 222۔

[2] نہج الفصاحہ ص 122 ح 611

بے شک اسلام خود پاکیزہ ہے لہٰذا تم بھی پاک و پاکیزہ رہو جو پاک و پاکیزہ نہیں ہے وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ بس پاکیزہ افراد ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

إِنَّ اللهَ تَعَالَى طَيِّبٌ يُحِبُّ الطِّيبَ نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ. [1]

بے شک خدا طیب ہے اور وہ خوشبو کو دوست رکھتا ہے وہ پاک ہے اور پاکیزگی کو دوست رکھتا ہے۔

إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ.

جمیل ہے وہ خوبصورتی کو دوست رکھتا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِأَنَسٍ يَا أَنَسُ أَكْثِرْ مِنَ الطُّهُورِ يَزِدِ اللهُ فِي عُمُرِكَ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ عَلَى طَهَارَةٍ فَافْعَلْ فَإِنَّكَ تَكُونُ إِذَا مِتَّ عَلَى طَهَارَةٍ مِتَّ شَهِيداً.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انس سے فرمایا کہ بہت زیادہ باطہارت رہا کرو تاکہ خدا تمہاری عمر میں اضافہ کرے اور اگر ہوسکے تو شب و روز باطہارت رہو اگر طہارت کی حالت میں مرو گے تو شہید مرو گے [2]

قَالَ عَلِيٌّ علیہ السلام تَنَظَّفُوا بِالْمَاءِ مِنَ الرَّائِحَةِ الْمُنْتِنَةِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يُبْغِضُ مِنْ عِبَادِهِ الْقَاذُورَةَ. [3]

بوئے بد کو پانی سے دھوڈالو اس لئے کہ کثیف بندوں سے اللہ ناراض رہتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اقوال میں نظافت اور پاکیزگی کی بڑی تاکید کی ہے

---

[1] نہج الفصاحہ ص 142، ح 703

[2] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 78

[3] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 78

آپ خود بھی ظاہری طور پر آراستہ، معطر اور پاک و پاکیزہ رہتے تھے دیکھنے میں دیدہ زیب نظر آتے تھے۔

امید ہے کہ اس سلسلہ میں یہ کتاب چند نمونہ پیش کر کے اس سنت کو زندہ رکھنے میں دلو مختصر لیکن موثر ثابت ہوگی۔

ظاہری و باطنی طہارت:

قرآنی نص کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام ذاتی طہارت کے مالک ہیں۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ [1]

اے اہل بیت خدا کا یہ ارادہ ہے کہ وہ تم سے نجاست کو دور رکھے اور تم کو پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

اسی طرح آغاز بعثت میں خدا نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾ [2]

آپ اپنے کپڑے پاک رکھیں اور گناہوں سے الگ رہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خدا کے برگزیدہ ہیں اس لئے اس نے آپ کو ہر نجاست سے پاک بنایا اور وحی کے مبلغ کو ہر آلائش سے دور ہونا چاہیے اور اس نے حکم دیا کہ آپ ہمیشہ پاک و پاکیزہ رہیں تاکہ آپ کا ظاہر دیکھ کر لوگ متنفر نہ ہوں۔

---

[1] احزاب 33

[2] مدثر 4، 5

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس

آپ قیمتی اور فاخرہ لباس نہیں پہنتے تھے، نہایت سادہ اور کم قیمت والا وہ لباس جو عام لوگ پہنا کرتے تھے وہی آپ بھی زیب تن فرماتے تھے، لیکن اس کے باوجود لباس کے رنگ اور کپڑے کی ساخت میں اپنے حسن انتخاب کی بدولت آپؐ بہت خوبصورت نظر آتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف قسم کے لباس زیب تن فرماتے تھے جیسے ازار وہ کپڑا جو کمر کے نچلے حصہ کو ڈھکتا ہے۔ رداء پائے پیراہن اور جبہ وغیرہ، سبز رنگ کا لباس آپ کا پسندیدہ لباس تھا اور زیادہ تر سفید لباس پہنتے تھے، آپ فرماتے تھے: زندگی میں سفید لباس پہنو اور اپنے مردوں کو اس کا کفن دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس ٹخنوں کے اوپر تک ہوتا تھا اور ازار پنڈلی تک ہوتی تھی، تکمے ہمیشہ بند رہتے تھے کبھی نماز وغیرہ میں انہیں کھول بھی دیتے تھے۔ [1]

جمعہ کی اہمیت کے پیش نظر روزانہ پہنے جانے والے لباس کے علاوہ جمعہ کیلئے دو مخصوص لباس بھی آپؐ کے پاس موجود تھے۔ [2]

لباس سے آپ صرف جسم کے چھپانے کا کام نہیں لیتے تھے بلکہ کبھی خشوع اور خدا کے نزدیک فروتنی ظاہر کرنے کیلئے موٹا اور کھردرا بھی پہنتے تھے، آپؐ پیوند دار لباس پہننے میں بھی کسی طرح کی ذلت محسوس نہیں کرتے تھے۔

اکثر اون کا بنا لباس پہنتے تھے اس کے علاوہ کوئی دوسرا لباس نہیں پہنتے تھے آپؐ کے پاس اون کا ایک پیوند دار لباس تھا جس کو آپؐ زیب تن فرماتے اور فرماتے تھے:

---

[1] محجۃ البیضاء ج 4 ص 141

[2] محجۃ البیضاء ج 4 ص 142

أَنَّمَا أَنَا عَبْدٌ أَلْبَسُ كَمَا يَلْبَسُ الْعَبْدُ.[1]

بیشک میں ایک بندہ ہوں اور بندوں جیسا لباس پہنتا ہوں۔

جناب ابوذرؓ سے آپ نے فخر اور تکبر کو ختم کرنے کیلئے کھردرے لباس کی تاثیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَلْبَسُ الْغَلِيظَ وَ أَجْلِسُ عَلَى الْأَرْضِ وَ أَلْعَقُ أَصَابِعِي وَ أَرْكَبُ الْحِمَارَ بِغَيْرِ سَرْجٍ وَ أُرْدِفُ خَلْفِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي يَا أَبَا ذَرٍّ الْبَسِ الْخَشِنَ مِنَ اللِّبَاسِ وَ الصَّفِيقَ مِنَ الثِّيَابِ لِئَلَّا يَجِدَ الْفَخْرُ فِيكَ مَسْلَكًا.[2]

میں کھردرے کپڑے پہنتا ہوں، زمین پر بیٹھتا ہوں، کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹتا ہوں، گدھے کی ننگی پیٹھ پر سواری کرتا ہوں اور اپنی سواری پر دوسروں کو بھی سوار کر لیتا ہوں (یہ سب تواضع اور انکساری اور میری سنت کی علامتیں ہیں) جو میری سنت سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے اے ابوذر کھردرا اور موٹا لباس پہنو تا کہ فخر اور تکبر تم تک نہ آنے پائے۔

کھردرا اور سیاہ رنگ کا لباس تھا جو آپؐ کے بدن مبارک پر برا نہیں معلوم ہوتا تھا، آپ کے پاس ایک سیاہ رنگ کا لباس تھا جو آپؐ نے کسی کو دیدیا تھا۔ آپؐ سے جناب ام سلمہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں وہ سیاہ رنگ والا لباس کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے کسی کو دیدیا، ام سلمہ نے کہا: آپؐ کے گورے رنگ پر اس سیاہ کپڑے سے زیادہ دیدہ زیب کوئی دوسرا کپڑا میں نے نہیں دیکھا۔[3]

---

[1] ترجمہ احیاء العلوم الدین ج 2 ص 1063

[2] ترجمہ مکارم الاخلاق ص 217

[3] مجمع البیضاء ج 4 ص 142

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خاص قسم کا جوتا پہننے کے پابند نہیں تھے، حالانکہ آپؐ کے جوتوں کی خوبصورتی بہت نمایاں ہوتی تھی۔ آپؐ کے جوتوں کے دو بند ہوا کرتے تھے اور دو انگلیوں کے درمیان رہتے تھے، پنجوں کی طرف نعلین کا منہ پتلا ہوتا مگر نوکیلا نہیں ہوتا تھا، اکثر دباغت شدہ کھال کے جوتے پہنتے تھے، جوتے پہنتے وقت پہلے داہنے پیر کا جوتا پہنتے اور اتارتے وقت پہلے بائیں پیر کا جوتا اتارتے تھے اور یہ حکم دیتے تھے کہ یا تو دونوں پیروں میں جوتے پہنو یا پھر کسی پیر میں نہ پہنو، آپؐ کو یہ ہرگز پسند نہ تھا کہ کوئی ایک پیر میں جوتے پہنے اور ایک پیر بغیر جوتے کے چھوڑ دے۔ [1]

خوشبو کا استعمال

آپؐ بہت زیادہ خوشبو استعمال کرتے تھے اور اصحاب سے خوشبو لگانے کی فضیلت بھی بیان کرتے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله: يُنْفِقُ عَلَى الطِّيبِ أَكْثَرَ مِمَّا يُنْفِقُ عَلَى الطَّعَامِ. [2]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو پر کھانے پینے سے زیادہ پیسے خرچ کرتے تھے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے گزرتے تھے اس راستہ سے دو تین دن بعد گذرنے والا یہ محسوس کر لیا تھا کہ آپؐ اس جگہ سے گذرے ہیں، اس لئے کہ وہاں آپؐ ہی کی خوشبو سے فضا معطر رہتی تھی، جب بھی کسی قم کا عطر آپؐ کے پاس لایا جاتا تھا تو آپؐ اس کو

---

[1] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 73

[2] ترجمہ مکارم الاخلاق ص 66

لگاتے اور فرماتے تھے اس عطر کی خوشبو دل پسند، اچھی اور قابل برداشت ہے۔

مسواک کرنا

حفظان صحت کیلئے دانتوں کی صفائی اور دانتوں کا تحفظ بڑی اہمیت کا حامل ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفائی کے ساتھ مسواک کرنے کی بھی تاکید کی ہے اور اس کے مفید اثرات کی طرف بھی متوجہ کیا ہے، آپؐ نے ہر مومن سے ہر وقت باوضو رہنے کی بڑی تاکید کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک بھی کریں، آپؐ اس پر خود بھی عمل پیرا تھے۔

لَمْ يَرَ رَسُولُ اللهِ قَطُّ خَارِجاً مِنَ الْغَائِطِ اِلَّا توضاء وَ يبتدى بِالسِّوَاكِ۔[1]

رفع حاجت کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ وضو کرتے تھے اور وضو کی شروعات مسواک سے کرتے تھے۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ابتدا میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اقوال پیش کریں گے پھر اس کے بعد آپؐ کی سیرت پر بحث کریں گے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِي لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ؛[2]

اگر میری امت کیلئے یہ امر دشواری کا باعث نہ ہوتا تو میں ہر نماز کیلئے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا:

---

[1] محجۃ البیضاء ج 1 ص 294

[2] بحار الانوار ج 3 ص 126

يَا عَلِيُّ ثَلَاثَةٌ يَزِدْنَ فِي الْحِفْظِ وَ يُذْهِبْنَ السُّقْمَ اللُّبَانُ وَ السِّوَاكُ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ۔ [1]

تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی اور بیماریوں کو دور کرتی ہیں اگربتی، مسواک اور قرآن کی تلاوت۔

مسواک کے اچھے اثرات کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ يُضَاعِفُ الْحَسَنَاتِ سَبْعِينَ ضِعْفاً وَ هُوَ مِنَ السُّنَّةِ وَ يُذْهِبُ الْحَفَرَ وَ يُبَيِّضُ الْأَسْنَانَ وَ يَشُدُّ اللِّثَةَ وَ يَقْطَعُ الْبَلْغَمَ وَ يَذْهَبُ بِغِشَاوَةِ الْبَصَرِ وَ يُشَهِّي الطَّعَامَ۔ [2]

مسواک منہ کو صاف کرتی ہے، خدا کو خوش کرتی ہے، نیکیوں کو ستر گنا بڑھا دیتی ہے یہ پیغمبر ﷺ کی سنت ہے، اس سے دانتوں کی زردی ختم ہوتی ہے، انہیں سفید بناتی ہے مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے، بلغم کو ختم کرتی ہے، آنکھوں سے پردہ ہٹاتی ہے اور کھانے کی خواہش بڑھاتی ہے۔

منہ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کیلئے مسواک کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے کچھ اقوال یہ ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا زَالَ جَبْرَئِيلُ يُوصِينِي بِالسِّوَاكِ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ أُدْرِدَ أَوْ أُحْفِيَ۔ [3]

جبرئیل نے مجھ کو مسواک کرنے کی اتنی بار تاکید کی کہ میں سوچنے لگا کہ کہیں میرے

---

[1] بحار الانوار ج 73 ص 127

[2] بحار الانوار ج 73 ص 127

[3] بحار الانوار ج 73 ص 2

دانت گر نہ پڑیں یا گھس نہ جائیں۔

جو اصحاب اس سنت پر توجہ نہیں دیتے تھے، آپؐ کو ان پر بڑا تعجب ہوتا تھا اور آپؐ ان کی مذمت کرتے تھے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَالِي أَرَاكُمْ تَدْخُلُونَ عَلَيَّ قُلْحاً مُرْغاً مَا لَكُمْ لَا تَسْتَاكُونَ.[1]

کیا ہوا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے پاس زردی مائل اور گندے دانت لے کر آتے ہو ایسا لگتا ہے کہ کوئی حیوان گھاس چر کر میرے پاس آ رہا ہے تم کو کیا ہو گیا ہے؟ آخر تم مسواک کیوں نہیں کرتے؟

ان دو روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کرنے کے بہت زیادہ پابند تھے اگرچہ یہ واجب نہیں تھی منقول ہے کہ آپ رات میں تین بار مسواک کرتے تھے۔

ایک بار سونے سے پہلے

دوسری بار نماز شب کیلئے اٹھنے کے بعد

اور تیسرے دفعہ نماز صبح کیلئے مسجد جانے سے پہلے،

جبرئیل کے کہنے کے مطابق اراک کی لکڑی (حجاز میں ایک لکڑی ہوتی ہے جس کو آج

---

[1] بحار الانوار ج73 ص131

بھی مسواک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے) سے مسواک کرتے تھے۔ [1]

ائمہ علیہم السلام نے بھی مسواک کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت بتایا ہے۔

قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام السِّوَاكُ مَرْضَاةُ اللهِ وَ سُنَّةُ النَّبِيِّ وَ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ. [2]

مسواک کرنے میں خدا کی خوشنودی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور منہ کی صفائی ہے۔

ذیل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوموں میں منہ کی پاکیزگی کو ان کے لیے امتیاز اور فضیلت شمار کرتے تھے۔

وَ قَالَ الصَّادِقُ عليه السلام - لَمَّا دَخَلَ النَّاسُ فِي الدِّينِ أَفْوَاجاً أَتَتْهُمُ الْأَزْدُ أَرَقُّهَا قُلُوباً وَ أَعْذَبُهَا أَفْوَاهاً

فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ - هَذَا أَرَقُّهَا قُلُوباً عَرَفْنَاهُ فَلِمَ صَارَتْ أَعْذَبَهَا أَفْوَاهاً

فَقَالَ إِنَّهَا كَانَتْ تَسْتَاكُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. [3]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب گروہ در گروہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ ازد کے لوگ اس حالت میں ائے کے وہ دوسروں سے زیادہ نرم دل تھے اور ان کے منہ صاف تھے،

لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے ان کی نرم دل تو جان لی مگر ان کے منہ کیسے صاف ہوئے؟

---

[1] بحار الانوار ج 73 ص 135

[2] بحار الانوار ج 73 ص 133

[3] بحار الانوار ج 73 ص 137

آپؐ نے فرمایا: یہ قوم وہ ہے جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی مسواک کرتی تھی۔

خلاصہ درس

1) اسلامی تہذیب میں گندگی سے جسم کو صاف کرنے اور اسے آراستہ رکھنے کو گناہ کی گندگی سے روح کے پاکیزہ رکھنے اور آب توبہ سے دھونے کے مرادف قرار دیا گیا ہے۔

2) رسولخدا ﷺ نے اسوہ حسنہ کے عنوان سے اپنے بہت سے اقوال میں نظافت اور صفائی کی تاکید فرمائی ہے آپؐ خود بھی صاف ستھرے، معطر اور دیکھنے میں خوبصورت نظر آئے تھے۔

3) پیغمبر اکرم ﷺ اگر چہ کم قیمت والا ایسا سادہ لباس پہنتے تھے جو عام افراد استعمال کرتے ہیں اس کے باوجود رنگ لباس اور اس کی ساخت میں آپ کا حسن انتخاب ایسا تھا کہ وہ لباس آپؐ کے جسم پر خاص زیبائی دیتا تھا۔

4) آپؐ بہت زیادہ خوشبو استعمال فرماتے تھے اور اس کی خوبیاں اصحاب کی سامنے بیان کرتے تھے۔

5) صفائی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ مسواک کی بھی تعلیم دیتے تھے اور اس کے اچھے اثرات سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے تھے۔

6) آپؐ رات کو تین بار مسواک کرتے تھے، سونے سے پہلے نماز شب کیلئے بیدار ہونے کے بعد اور مسجد میں نماز صبح کیلئے جانے سے پہلے۔

سوالات

1۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی روایت سے صفائی کی اہمیت بیان کیجئے؟

2۔ لباس اور جوتے کے پہننے میں پیغمبر ﷺ کا کیا رویہ تھا؟ اجمالی طور پر لکھیں؟

3۔ آنحضرت ﷺ خوشبو کی بڑی اہمیت دیتے تھے اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت بیان فرمائیں؟

4۔ رسول ﷺ کی ایک روایت کی ذریعہ مسواک کرنے کی اہمیت بیان کیجئے؟

5۔ جو لوگ مسواک نہیں کرتے تھے ان کے ساتھ حضور ﷺ کا کیا سلوک تھا؟

بیسواں سبق

کنگھی کرنا اور دیگر امور

شروع ہی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر کے بال تو صاف رکھنے پر بہت توجہ دیتے تھے اور اسے بیری کے پتوں سے صاف کیا کرتے تھے۔

كَانَ اِذَا غَسَلَ رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ غَسَلَهَا بِالسِّدْرِ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر اور ڈاڑھی کو سدر (بیری کے پتوں) سے دھوتے تھے۔

بالوں کو صاف کرنے کے بعد ان کو سنوارنے اور ترتیب سے رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهُ شَعْرَةٌ فَلْيُكْرِمْهَا. [1]

جس کے بال موجود ہوں اسے چاہیے کہ ان کا احترام کرے۔

مَنِ اتَّخَذَ شَعْرًا فَلْيُحْسِنْ وِلَايَتَهُ أَوْ لِيَجُزَّهُ. [2]

جو بال رکھے اس پر لازم ہے کہ وہ ان کی خوب نگہداشت بھی کرے ورنہ ان کو کٹوا دے۔

اچھے اور خوبصورت بالوں کی تعریف کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

اَلشَّعْرُ الْحَسَنُ مِنْ كِسْوَةِ اللّٰهِ فَأَكْرِمُوهُ. [3]

---

[1] محجۃ البیضاء ج1 ص209

[2] من لا یحضرہ الفقیہ / ج1 / 129 / التنظیم الأظفار وأخذ الشارب والمشط ص:126

[3] مکارم الأخلاق / 70 / الفصل الثالث فی تسریح الرأس واللحیۃ ص:69

خوبصورت بال خدا کی عنایت ہیں ان کا احترام کرو۔

(یعنی ان کو سنوار کر رکھو) آپ اپنے بالوں کو صاف کرتے اور اس میں تیل لگاتے تھے نیز دوسروں کو اس تعلیم دیتے تھے۔

کان رسول اللہ ﷺ یدھن الشعر و یرجلہ غباء و تامرہ بہ و یقول: ادھنوا غباء[1]

رسول خدا ﷺ ایک دن ناغہ کرکے سر میں تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک دن چھوڑ کر بالوں میں تیل لگاؤ۔

جب آپ اصحاب سے ملاقات کرنے کے لئے نکلتے تو اس وقت بالوں میں کنگھی کرکے اور ظاہری آرائش کے ساتھ نکلتے تھے۔[2]

رسول خدا ﷺ آئینہ دیکھ کر بالوں کو صاف کرتے اور کنگھی کرتے، کبھی پانی میں دیکھ کر بالوں کو صاف کرلیا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنے دوستوں کے پاس جائے تو اپنے کو آراستہ کرے یہ بات خدا کو پسند ہے۔[3]

الجھے ہوئے بالوں اور نامناسب وضع و قطع سے آپ نفرت فرماتے تھے۔ ایک شخص آپ نے فرمایا کیا اس کو تیل نہیں ملا تھا جو اپنے بالوں کو سنوار لیتا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: تم میں سے بعض افراد میرے پاس شیطان کی ہیءت بنا کر آتے ہیں۔

---

[1] محجۃ البیضاء ج1 ص309

[2] محجۃ البیضاء ج1 ص309

[3] ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص67

سر کے بالوں کی لمبائی

آپ کے سر کے بالوں کے بارے میں روایت ہے کہ

آپ کے سر کے بال بڑی ہو کر کان کی نچلی سطح تک پہنچ جاتے تھے۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سر کے بال چھوٹے تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ آپ کے سر کے بال بھی بڑے ہوا کرتے تھے اور آپ درمیان سے مانگ نکالتے تھے، امام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: لوگ مانگ نکالنا رسول کی سنت سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ سنت نہیں ہے۔

اس شخص نے کہا کہ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ مانگ نکالتے تھے امام نے فرمایا: پیغمبر ﷺ مانگ نہیں نکالتے تھے (اصولی طور پر) انبیاء کرام بڑے بال نہیں رکھتے تھے۔[2]

بالوں میں خضاب لگانا

روایات کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ سر کے بال اگر سفید ہو جائیں تو اسلام کی نظر میں انہیں نورانیت ہوتی ہے اس کے باوجود پیغمبر ﷺ کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ سیاہ اور حنائی بال جوانی کی یاد کو زندہ رکھتے ہیں اور مرد کو نشاط و ہیبت عطا کرتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے خضاب کی تاکید کی گئی ہے۔

امام جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص رسول خدا ﷺ کی خدمت میں آیا۔

---

[1] محجۃ البیضاء ج 1 ص 309

[2] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 135

آپ نے اس کی داڑھی کے سفید بال ملاحظہ فرمائے اور فرمایا نورانی ہے وہ جن کے بال اسلام میں سفید ہو جائیں، اس کے لیے یہ سفیدی قیامت میں نورانیت کا سبب ہے، دوسری بار وہ حنا کا خضاب لگا کر پیغمبر ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ نورانی بھی ہے اور مسلمان ہونے کی علامت بھی، وہ شخص پھر ایک دن آپ کی خدمت میں پہنچا اور اس دن اس نے بالوں میں سیاہ خضاب لگا رکھا تھا، آپ نے فرمایا نورانی بھی ہے اور عورتوں کی محبت اور دشمنوں کے خوف کا سبب ہے۔ [1]

خضاب کے سب سے اچھے رنگ کے بارے میں آپ نے فرمایا:

أَحَبُّ خِضَابِكُمْ إِلَى اللهِ الْحَالِكُ. [2]

خدا کے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ محبوب خضاب سیاہ رنگ کا خضاب ہے۔

انگوٹھی

آرائش کی چیزوں میں حضور رسول اکرم ﷺ صرف انگوٹھی پہنتے تھے، اسی انگوٹھی سے مہر بھی لگاتے تھے تاریخ میں انگوٹھی کے علاوہ آرائش کی اور کوئی چیز درج نہیں ہے۔ آپ کی انگوٹھی خصوصاً اس کے نگینہ کے بارے میں البتہ مختلف روایتیں ہیں۔

مجموعی طور پر آنحضرت ﷺ اور ائمہ علیہم السلام کے اقوال میں: عقیق اور یاقوت کی چاندی کی انگوٹھی تاکید ملتی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَخَتَّمُوا بِخَوَاتِيمِ الْعَقِيقِ فَإِنَّهُ لَا يُصِيبُ

---

[1] ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص150

[2] ثواب الاعمال وعقاب الاعمال/ الصں/ 21/ ثواب الخضب ص:20

أَحَدَكُمْ غَمٌّ مَادَامَ عَلَيْهِ. [1]

عقیق کی انگوٹھی، پہنو جب تک تمہارے ہاتھوں میں یہ انگوٹھی رہے گی تم کو کوئی غم نہیں پہنچے گا۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلتَّخَتُّمُ بِالْيَاقُوتِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَ مَنْ تَخَتَّمَ بِالْعَقِيقِ يُوشِكُ أَنْ يُقْضَى لَهُ بِالْحُسْنٰى. [2]

یاقوت کی انگوٹھی پہننے سے فقر دور ہو جاتا ہے، جو شخص عقیق کی انگوٹھی پہنتا ہے امید کی جاتی ہے خوبیاں اس کے لئے مقدر ہو گئی ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف قسم کی انگوٹھیوں کے بارے میں لکھا ہے۔

آپ چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے جس کا نگینہ حبشہ سے آیا تھا۔ معاذ بن جبل نے آپ کو لوہے کی چاندی جیسی ایک انگوٹھی دی تھی اس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نقش تھا... وفات کے وقت جو سب سے آخری انگوٹھی آپ کے ہاتھوں میں تھی وہ چاندی کی انگوٹھی تھی جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا یہ ویسی ہی انگوٹھی تھی جیسی لوگ پہنا کرتے ہیں، اس پر بھی محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ روایت میں ہے کہ انتقال کے وقت آپ کے داہنے ہاتھ میں وہ انگوٹھی وجود تھی، انگوٹھی ہی سے مہر کا کام بھی لیتے اور فرماتے تھے مہر لگا ہوا خط تہمت سے بری ہوتا ہے۔ [3]

جسم کی صفائی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ ناخن کاٹتے جسم کے زائد بال صاف کرتے اور مونچھوں

[1] مکارم الاخلاق مترجم ص 164

[2] مکارم الاخلاق مترجم ص 165

[3] مکارم الاخلاق مترجم ج 1 ص 72

کے بال چھوٹے کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے اقوال سے ناخن کاٹنے موچھوں کے بال چھوٹے کرنے کے طبی اور نفسیاتی فوائد ظاہر ہوتے ہیں، نیز اس کے ایسے مفید نتائج کا پتہ چلتا ہے جو دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سبب ہیں، ان میں سے کچھ اقوال یہاں نقل کئے جا رہے ہیں:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَخْرَجَ اللهُ مِنْ أَنَامِلِهِ دَاءً وَأَدْخَلَ فِيهَا شِفَاءً. [1]

جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن تراشے خدا اس کو انگلیوں کے درد سے نجات دیتا ہے اور اس میں شفا ڈالتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ وَأَخَذَ مِنْ شَارِبِهِ عُوفِيَ مِنْ وَجَعِ الضِّرْسِ وَوَجَعِ الْعَيْنِ. [2]

جو شخص ہفتہ اور جمعرات کے دن اپنے ناخن تراشے اور موچھوں کے بالوں کو چھوٹا کرے وہ دانتوں اور آنکھوں کے درد سے محفوظ رہے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی منقطع ہو گئی تو لوگوں نے پوچھا کہ وحی کیوں منقطع ہو گئی؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہ منقطع ہو حالت یہ کہ تم اپنے ناخن نہیں تراشتے اپنے جسم سے بدبو دور نہیں کرتے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ؑ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص لَا يُطَوِّلَنَّ أَحَدُكُمْ شَعْرَ إِبْطِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَتَّخِذُهُ مَخْبَأً لِيَسْتَتِرَ بِهِ. [3]

[1] ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص 123، 124

[2] ترجمہ مکارم الاخلاق ج1

[3] ترجمہ مکارم الاخلاق ج1 ص 145

تم میں سے کوئی اپنی مونچھیں لمبی نہ کرے، اس لئے کہ شیطان اس کو اپنی پناہ گاہ بنا کر اس میں چھپ جاتا ہے۔

منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی کہ جن کی داڑھی بڑھی ہوئی اور بے ترتیب تھی آپؐ نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنی داڑھی درست کر لیتا تو کیا حرج تھا آنحضرت ﷺ کا فرمان سننے کے بعد اس نے داڑھی کی اصلاح کر لی اور پھر آنحضرتؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: ہاں اسی طرح اصلاح کیا کرو۔ [1]

بدن کے زائد بالوں کو صاف کرنے کی بھی تاکید فرماتے تھے چنانچہ ارشاد ہے:

اگر کوئی شخص اپنی بغل کے بالوں کو بڑھا ہوا چھوڑ دے تو شیطان اس میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔ [2]

تم میں سے مرد و عورت ہر ایک اپنے زیر ناف کے بالوں کو صاف کرے۔ [3]

آنحضرت ﷺ اس پر خود بھی عمل کرتے تھے اور ہر جمعہ کو اپنے جسم کے زائد بالوں کو صاف کرتے تھے۔ [4]

تیل کی مالش

صفائی اور آرائش کی خاطر آنحضرت ﷺ اپنے جسم پر تیل کی مالش کیا کرتے تھے، حفظان صحت اور جلد کی صفائی کے بارے میں ڈاکٹروں کے درمیان تیل کی مالش کے فوائد کا ذکر

[1] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 128

[2] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 128

[3] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 115

[4] محجۃ البیضاء ج 1 ص 327

کر رہتا ہے۔

رسول مقبول ﷺ نے جس چیز پر عمل کیا اور جن کو مسلمانوں کے لیے سنت بنا کر یادگار کے طور پر چھوڑا ہے اس کی تائید اس سلسلہ میں بیان کئے جانے والے دانشوروں کے اقوال سے ہو جاتی ہے۔[1]

آنحضرت ﷺ سر اور داڑھی کے بال کی آرائش کے لیے مناسب روغن استعمال فرماتے تھے اور حمام لینے کے بعد بھی جسم پر تیل ملنے کی تعلیم فرماتے تھے اور اس پر خود بھی عمل پیرا تھے۔

جسم پر تیل ملنے کو اچھا سمجھتے تھے الجھے ہوئے بال آپ کو بہت ناپسند تھے، آپ فرماتے تھے، تیل سے درد ختم ہو جاتا ہے،

آپ جسم پر مختلف قسم کے تیل کی مالش کرتے تھے، مالش کرنے میں سر اور داڑھی سے شروع کرتے اور فرماتے تھے کہ سر کو داڑھی پر مقدم کرنا چاہئے، روغن بنفشہ بھی لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ روغن بنفشہ بہت اچھا تیل ہے، روغن ملنے میں ابرو پہلے مالش کرتے تھے، مونچھوں پر تیل لگاتے تھے، پھر ناک سے سونگھتے تھے، پھر سر کو روغن سے آراستہ کرتے تھے، درد سر رفع کرنے کے لئے ابرو پر تیل لگاتے تھے۔[2]

سرمہ لگانا

سرمہ لگانے سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے رسول اکرم ﷺ خود بھی سرمہ لگاتے تھے نیز آپ نے سرمہ لگانے کے آداب بھی بیان کئے ہیں منقول ہے کہ

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب اولین دانشگاہ و آخرین پیامبر

[2] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 64

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داہنی آنکھ میں تین سلائی اور بائیں آنکھ میں دو سلائی سرمہ لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو تین سلائی سرمہ لگانا چاہے وہ لگا سکتا ہے، اگر اس سے کم یا زیادہ لگانا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے، کبھی حالت روزہ میں بھی سرمہ لگا لیتے تھے۔ آپ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے رات کے وقت سرمہ لگاتے تھے آپ جو سرمہ لگاتے تھے وہ سنگ سرمہ تھا۔ [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک صحرائی عرب جن کا نام قلیب رطب العینین تھا (قلیب کے معنی تر آنکھیں ہیں درد کی وجہ سے اس کی آنکھیں مرطوب رہتی تھیں) پیغمبر کی خدمت میں پہنچا آپ نے فرمایا کہ اے قلیب تمہاری آنکھیں تر نظر آرہی ہیں تم سرمہ کیوں نہیں لگاتے، سرمہ آنکھوں کا نور ہے۔

ائمہ علیہم السلام سے بھی اس بے بیش قیمت ہوتی (آنکھ) کے تحفظ کے لئے ارشادات موجود ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر سنگ سرمہ کا سرمہ لگایا جائے تو اس سے پلکیں آگ آتی ہیں، بینائی تیز ہو جاتی ہے اور شب زندہ داری میں معاون ہوتی ہے۔ [2]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ جن کی آنکھیں کمزور ہوں وہ سوتے وقت سات سلائی سرمہ لگائے، چار سلائی داہنی آنکھ میں اور تین سلائی بائیں آنکھ میں، اس سے پلکیں آگ آتی ہیں، آنکھوں کو جلا ہوتی ہے خداوند عالم سرمہ میں تیس سال کا فائدہ عطا کرتا ہے۔ [3]

[1] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 67

[2] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 88

[3] ترجمہ مکارم الاخلاق ج 1 ص 88

خلاصہ درس

1) نظافت آرائش اور سر کے بالوں کو سنوارنے کے بارے میں رسول اکرم ﷺ تاکید فرماتے تھے۔

2) اصحاب سے ملاقات کے وقت آنحضرت ﷺ بالوں میں کنگھی کرتے اور ظاہری طور پر آراستہ ہو کر تشریف لے جاتے تھے۔

3) روایت سے نقل ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کسر کے بال چھوٹے تھے۔

4) آرائش کی چیزوں میں رسول اکرم ﷺ صرف اپنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اسی سے خطوط پر مہر لگانے کا بھی کام لیتے تھے۔

5) ہر ہفتہ آپؐ اپنے ناخن کاٹتے، جسم کے زائد بالوں کو صاف کرتے اور مونچھوں کو کوتاہ فرماتے تھے۔

6) صفائی اور آرائش کے لئے آپ جسم پر تیل بھی لگاتے تھے۔

7) آنکھوں میں سرمہ لگانے سے آنکھوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ رسول خدا ﷺ خود بھی سرمہ لگاتے تھے نیز سرمہ لگانے کے آداب بھی آپ نے بیان فرمائے ہیں۔

سوالات

1۔ بالوں کو سنوارنے اور صاف رکھنے کے لئے رسول خدا ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟

2۔ سر کے کتنے بڑے بال رسول خدا ﷺ کی سنت شمار کئے جائیں گے۔

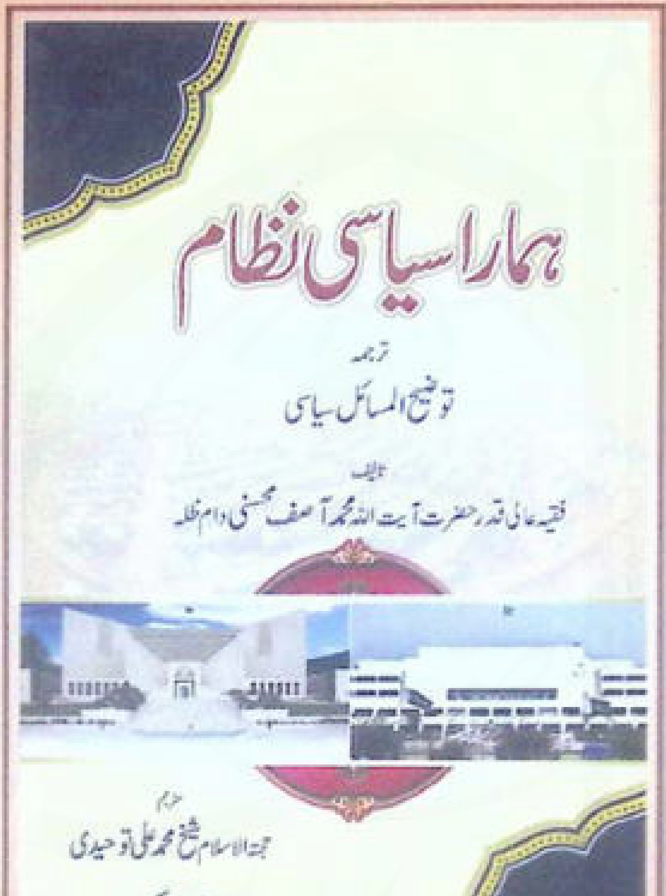
3۔ سر کے بالوں کے لئے رسول خدا ﷺ کے نزدیک کس رنگ کا خضاب سب سے بہتر ہے؟

4۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھوں کی آرائش کے لئے کون سی چیز استعمال کرتے تھے، اس سلسلہ کی ایک روایت بھی بیان فرمائیں؟

5۔ حفظان صحت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کون سے اعمال انجام دیتے تھے؟

تمت بحمد اللہ

والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وآلہ


ہمارا سیاسی نظام
ترجمہ
توضیح المسائل سیاسی
تالیف
فقیہ عالی قدر حضرت آیت اللہ محمد آصف محسنی دام ظلہ
مترجم
حجۃ الاسلام شیخ محمد علی توحیدی
معراج کمپنی